بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معمارملت، محبوب العلما، حضرت علامہ محمد کوثر خان نعیمی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب بنام

معمار ملت

حیات وخدمات

بقلم
مولانا کمال احمد علیمی، نظامی
استاذ دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

حسب فرمائش
شہزادۂ معمار ملت، مولانا محمد جیلانی برکاتی مصباحی

حسب خواہش
حضرت مولانا محمد انتظار خان نعیمی
استاذ دارالعلوم غریب نواز، برگدواسیف، بلرام پور، یوپی

بتعاون خصوصی
سیٹھ محمد امتیاز احمد خان اویسی، سیٹھ محمد انیس خان، گونڈی ممبئی

نام کتاب: معمار ملت: حیات وخدمات

نام مؤلف: کمال احمد علیمی، نظامی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی۔

معاون کار: مولانا الحاج محمد امیر قادری، علیمی، دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی۔

حسب فرمائش: شہزادۂ معمار ملت، مولانا محمد جیلانی برکاتی مصباحی

حسب خواہش: حضرت مولانا محمد انتظار خان نعیمی، استاذ دارالعلوم غریب نواز، برگدواسیف، بلرام پور، یوپی

صفحات: ۲۷۰

ناشر: نعیمی بکڈپو، پچپڑوا، بلرام پور، یوپی

بتعاون خصوصی: سیٹھ محمد امتیاز احمد خان اویسی، سیٹھ محمد انیس خان، گونڈی ممبئی

برائے ایصال ثواب

والدین کریمین (والد ماجد متوفی ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۴ء، والدہ ماجدہ متوفیہ ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء مطابق ۶ر ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ) حضرت مولانا محمد انتظار احمد خان نعیمی، سیٹھ محمد امتیاز احمد خان اویسی، سیٹھ محمد انیس خان ممبئی

فہرست

خراج عقیدت

ان دو مقدس ہستیوں کے نام

جن کے صدقے مجھے جامۂ وجود ملا، میری ہر سانس جن کا مرہون منت ہے، میں جو بھی ہوں بس انھیں سے ہوں، میرا جو بھی ہے سب انھیں کا ہے، جن کی دعاے صبح گاہی اور نالۂ شبی سے میں، میں ہوں، جن کی خوشی، رب کی خوشی، جن کی ذات رب کی نعمت، جن کی مسکراہٹ زندگی کا حاصل، جن کا دست شفقت سائبان رحمت، اور جن کی رضا سرمایۂ آخرت ہے۔

یعنی

میرے **والدین کریمین** جو اس دنیا میں میرے لئے سب سے زیادہ اہم اور اکرم ہیں۔

رب رحیم ان کا سایۂ شفقت مجھ پر دراز فرمائے، میری عمر ان کو لگ جائے۔

کمال احمد علیمی نظامی

تعارف مرتب

پیش کش: محمد امیر قادری علیمی

نام: کمال احمد علیمی نظامی

ولدیت: شاہ محمد

نسب: کمال احمد بن شاہ محمد بن راج بہادر بن چھٹکان

تاریخ ولادت: ۱۰؍فروری ۱۹۸۵ء

جاے پیدائش و مستقل پتہ: مقام و پوسٹ رام نگر، ضلع بلرامپور، یوپی

سکونت: بچھیا گنج، جمدا شاہی، بستی، یوپی

ابتدائی تعلیم: مدرسہ عارف العلوم، رام نگر۔ پرائمری تک

متوسطات: دار العلوم فضل رحمانیہ، پچپڑوا، دار العلوم ہدایت الاسلام، بھیاں، بلرامپور۔ منشی و مولوی تک

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔ عالمیت وفضیلت تک

اساتذہ: ☆ ماسٹر شہزاد، ماسٹر سعید، ماسٹر ٓیس صاحبان، اساتذہ عارف العلوم رام نگر۔ ☆ مولانا منیر احمد، ماسٹر نیاز وغیرہ، اساتذہ فضل رحمانیہ، ☆ حضرت علامہ محمد احمد صاحب، حضرت علامہ سعی محمد صاحب، حضرت ماسٹر اصغر علی صاحب وغیرہ، حضرت علامہ زین العابدین مرحوم اساتذہ

بھیاں۔

☆ حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، سابق پرنسپل علیمیہ جمدا شاہی، حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی صاحب، قمر العلما حضرت علامہ محمد قمر عالم صاحب قادری، شیخ الحدیث علیمیہ جمدا شاہی، تاج الفقہا حضرت علامہ مفتی اختر حسین قادری صدر دارالافتا علیمیہ جمدا شاہی، حضرت علامہ امید علی صدیقی صاحب، حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب، حضرت علامہ محب احمد علیمی، حضرت ماسٹر سراج الدین صاحب، حضرت مولانا احمد رضا بغدادی، حضرت مولانا حافظ منصور عالم علیگ صاحب، حضرت قاری حبیب اللہ صاحب، حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی، حضرت علامہ شفیق الرحمٰن صاحب، حضرت علامہ معراج الحق بغدادی صاحب، حضرت مولانا حافظ وقاری نصیر احمد عزیزی، حضرت قاری نذر محمد صاحب اساتذہ علیمیہ جمدا شاہی۔

تعلیمی لیاقت: منشی، مولوی، عالم، فاضل ادب، فاضل دینیات، کامل عربی، کامل فارسی، مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ، یوپی، عربی، اردو میں ڈپلوما، عالمیت، قراءت، فضیلت، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔ ادیب ماہر، ادیب کامل، جامعہ اردو علی گڑھ۔

اسانید: سند عالمیت، سند فضیلت، سند قراءت۔

سند حدیث از علامہ فروغ احمد اعظمی بروایت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ، سند دیگر علوم اسلامیہ از فروغ احمد اعظمی بروایت شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، پاکستان۔

بیعت: خطیب البراہین، حضرت علامہ الشاہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ۔

اعزازات: علیمی ایوارڈ (چار مرتبہ)، سند توصیف از امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی، بموقع خطاب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سند امتیاز از علامہ سید محمد اسید الحق قادری بدایوں

شریف بموقع مسابقہ حدیث بدایوں شریف۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد سے تا حال: دارالعلوم علیمیہ رنسواں جمدا شاہی بستی۔

مناصب: سرپرست جامعہ ام الخیر نسواں، نصیب گنج بستی، بستی، نگراں مدرسہ عارف العلوم رام نگر، متعدد تنظیموں اور رفاہی اداروں کی نگرانی وسرپرستی۔

علمی وقلمی حصولیابیاں: ☆ مبلغ اسلام نمبر کی ترتیب (مطبوع) ☆ فتح المبین در رد غیر مقلدین کی تخریج واشاعت ☆ تاج الشریعہ نمبر، مجموعہ مقالات طلبہ علیمیہ کی ترتیب وتصحیح (مطبوع) ☆ خطیب البراہین نمبر کی اشاعت میں حصہ داری (مطبوع) ☆ اسلام سمجھو اور سمجھاؤ (مطبوع) ☆ قواعد عربی از علامہ محمد ایوب شریف القادری کی تحقیق وتخریج وتحشیہ (مطبوع) ☆ شرح ہدایۃ النحو از علامہ موصوف کی تحقیق، تخریج وتحشیہ (مطبوع) ☆ حیات شریف العلما (مطبوع) ☆ شیخ القرآن، حیات وخدمات (مطبوع) ☆ تحفہ رفاعیہ (مطبوع) ☆ معمار ملت حیات وخدمات (مطبوع) ☆ عقاید اہل سنت (غیر مطبوع) ☆ الخواطر، عربی مقالات کا مجموعہ (غیر مطبوع) ☆ مقالات علیمی، تین درجن سے زاید مقالات کا مجموعہ (غیر مطبوع) ☆ تجزیات، متعدد کتب پر لکھے گئے تبصروں کا مجموعہ (غیر مطبوع) ☆ قلادۃ الجواہر کا ترجمہ (غیر مطبوع) ☆ اصول الدعوۃ کی کچھ بحثوں کا ترجمہ (غیر مطبوع) ☆ حدوث الفتن کی کچھ بحثوں کا ترجمہ (غیر مطبوع) ☆ شمس العلما نمبر (زیر ترتیب) ☆ تفسیری شہ پارے از علامہ محمد ایوب شریف القادری (زیر تخریج وتحقیق) ☆ حیات شریف العلما حصہ دوم (قریب التکمیل) ☆ الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ پر طلبہ علیمیہ کے ذریعے کیے جانے والے کام کی نگرانی۔

علاوہ ازیں بہت سارے مجلّات ورسائل کی مجلس ادارت ومشاورت میں شمولیت۔

مبلغ اسلام سیمینار علیمیہ جمدا شاہی، سید العلما سیمینار مارہرہ شریف،فکر وتدبیر کانفرنس ، مارہرہ شریف، بحر العلوم فرنگی محلی سیمینار، مشائخ چشت سیمینار، شیخ عبد الحق محدث دہلوی سیمینار زیر انتظام خانقاہ قادریہ ایوبیہ پیرا کنک،کشی نگراور متعدد سمپوزیم میں شرکت ۔

تقریظ جلیل

پیرطریقت، رہبرراہ شریعت

حضرت علامہ سیداویس مصطفیٰ واسطی قادری

زیب سجادہ خانقاہ صغرویہ، واسطیہ ،میدان پورہ بلگرام شریف

ضلع ہردوئی یوپی

لک الحمدیااللہ،و الصلاة والسلام علی رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ سبل الھدیٰ

مولانا محمد مرتضیٰ سلمہٗ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ معمار ملت، حضرت مولانا محمد کوثر خاں نعیمی علیہ الرحمہ کے حالات واخلاق، خدمات وعمل پر ایک کتاب ترتیب دی گئی ہے جس کو مولانا کمال احمد صاحب علیمی استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی نے مرتب کیا ہے۔

حضرت نعیمی صاحب علیہ الرحمہ علم واخلاق،عمل وکردار کے اعتبار سے ایک سچے عالم دین تھے، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت اور حسن اخلاق میں آپ کی شخصیت لائق تقلید تھی ،آپ نے کبھی اپنے عالمانہ شان ووقار کو دنیا اور اہل دنیا کے لیے مجروح نہیں ہونے دیا، ہر موقع پر شریعت اور خودداری کو مقدم اور ملحوظ خاطر رکھا ،بہت سے معمولات اور اصول زندگی میں حضرت نعیمی صاحب سے متاثر ہوکر اس کا پابند ہوں، جہانگیر گنج اور اس کے اکناف واطراف میں اہل سنت ،مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت وسیع اور مضبوط کارنامہ حضرت نعیمی صاحب کے مرہون منت ہے، جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج کی تعلیمی اور تعمیری نشوونما ، عروج وارتقا آپ کی کاوش اور اخلاص ، مذہبی غیرت اور ذمہ داری کی عظیم شاہکار ہے ،اکابر

علماومشائخ کے بہت قدرداں تھے، میرے بڑے ابا، قطب بلگرام، حضرت مولانا مفتی سید میر زین العابدین صاحب علیہ الرحمہ عمر کے اخیر حصے میں تقریباً ۲۲ رسال تک گوشہ نشین رہے ،علماومشائخ کو ملاقات کے لیے اندر آنے کی اجازت ملتی تھی ،نعیمی صاحب کو ان سے بہت عقیدت تھی، جب میں مدرسہ سے گھر آتا تو فرماتے کہ حضرت سے کہیے ملاقات کے لیے بلا لیں، ابا سے کہا تو فرمایا: کہہ دو ملاقات ہوگی، زندگی میں تو ملاقات نہیں ہو پائی لیکن وصال کے بعد آپ نے ابا کو غسل وکفن دیا، اور بڑے ابا کی بنڈی توشۂ آخرت بنا کر لے گئے، ضرورت تھی کہ آپ کی خدمات اور کارناموں کو محفوظ کیا جائے ،آپ کے طریقۂ تعلیم وتبلیغ کو دوسروں تک پہونچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کمال احمد علیمی صاحب کے علم وقلم میں وسعت ، برکت وقوت عطا فرمائے۔آمین

کلمات خیر

شہزادۂ معمار ملت، حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی دام ظلہ العالی

الحمدللہ رب العلمین !والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین امابعد!

مولفہ کتاب **حیات وخدمات معمار ملت** کے مکمل مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، میری معلومات کے مطابق اس میں درج تمام تحریریں مبنی برحقائق ہیں، ویسے میں نے خود مولف گرامی حضرت مولانا کمال احمد نظامی علیمی صاحب زید مجدھم سے گزارش کی تھی کہ تحریر میں خلاف واقعہ یا مبالغہ سے کام نہ لیں، بلکہ سچی بات ہی درج فرمائیں، مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کمال احمد نظامی علیمی صاحب کو علم نافع عطا فرمائے اور زور قلم عطا فرمائے آمین۔

اور میں شکر گزار ہوں حضرت مولانا انتظار احمد صاحب نعیمی وحضرت مولانا کمال احمد نظامی علیمی صاحب وعالی جناب سیٹھ امتیاز احمد صاحب اویسی وسیٹھ انیس احمد صاحب اویسی کا جنھوں نے اس کتاب کی تالیف وطباعت کا ذمہ اٹھایا اور ان سب لوگوں کا جنھوں نے اس میں اعانت فرمائی اور سب سے زیادہ ان لوگوں کا جو اس کتاب کو پڑھ کر خدمت دین کے راستے پر گامزن ہوجائیں، مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب میں جن مومنین کا ذکر ہے ان سب کی بے حساب مغفرت فرمائے آمین یارب العالمین۔

تاثر جمیل

حضرت مولانا محمد انتظار احمد خان نعیمی

خادم الطلباء دار العلوم غریب نواز مقام و پوسٹ برگدوا سیف بلرامپور

لک الحمد یااللہ جل جلالہ

والصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ □

استاذی الکریم، معمار ملت، محبوب العلما والمشائخ، خلیفۂ شہزادۂ صدرالافاضل وشارح بخاری، حضرت علامہ الحاج محمد کوثر خان نعیمی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں، وہ عالم باعمل، مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان وعلمبردار تھے، متبع سنت، عشق رسول ﷺ سے سرشار تھے، اخلاقی خوبیوں سے بھی مزین تھے، میری دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کے مقالات وملفوظات کو یکجا کیا جائے، حسن اتفاق کہ صاحب الفضیلۃ، پیر طریقت، شہزادۂ دعوۃ الصغریٰ، حضرت علامہ قاری سید اویس مصطفیٰ صاحب قبلہ، سجادہ نشین خانقاہ صغرویہ بلگرام شریف تشریف لائے، حضور صاحب سجادہ کا اسی حجرہ میں قیام ہوا جہاں میرے والد ماجد قیام فرماتے تھے، میں نے عرض کیا کہ حضور معمار ملت کے مقالات کو اکٹھا کرنا چاہتا ہوں، تو حضور پیر طریقت دامت برکاتہم القدسیہ نے برجستہ فرمایا کہ وہ اس لائق تھے کہ ان کے مقالات کو یکجا کیا جائے، میرا حوصلہ بلند ہوا، کہ ان شاءاللہ تعالیٰ یہ کام کروں گا، رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ممبئی سے واپسی کے وقت عالم نبیل، فاضل جلیل، حضرت علامہ کمال احمد خان نظامی علیمی صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی، میں نے زیر نظر کتاب حیات معمار ملت کے تصنیفی پروگرام کو رکھا، آپ نے بسروچشم یہ ذمہ داری قبول فرمائی، بعدہٗ میں نے شہزدۂ معمار ملت

حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی برکاتی سے مشورہ لیا، آپ نے اپنے حسین وزرین مفید مشوروں سے نوازا، ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' کی روشنی میں مصنف کتاب حضرت مولانا موصوف کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں، اللہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انھیں بزرگوں کا سایہ روحانی نصیب فرمائے، اور ہر بلا ومصیبت سے بچائے۔

اور میں اپنے برادر اصغر عالیجناب محمد امتیاز احمد خاں اویسی ومحمد انیس خاں صاحبان وجملہ برادران کے لیے دعا کرتا ہوں، کہ خالق کائنات ان سب کے کاروبار میں برکت کثیرہ کا نزول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

جامعہ عربیہ اظہار العلوم اور معمار ملت: حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میں نے اس ادارہ کی پرورش اس طرح کی ہے جیسے ایک بچے کی پرورش کرکے پروان چڑھایا جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں اساتذہ اپنے گھر چلے جاتے تھے لیکن حضور معمار ملت علیہ الرحمہ جامعہ کی فلاح وبہبود کی خاطر ماہ مبارک کے اکثر ایام جامعہ میں گزارتے تھے۔

معمار ملت اور جامع مسجد قادریہ جہانگیر گنج امبیڈکر نگر: جہاں عالی شان ایک محلہ کی مسجد بنی ہوئی ہے پہلے وہ عیدگاہ تھی، حضور معمار ملت نے چار منزلہ کا نقشہ بنوا کر اپنے حجرہ کے دروازہ پر آویزاں کیا تھا، احباب عرض کرتے کہ حضور یہ چار منزلہ کا نقشہ زمین پر کب آئے گا، تو آپ فرماتے اللہ جل جلالہ جب چاہے گا، مسجد کی بنیاد پڑتے وقت مجوزہ نقشہ کے مطابق زمین کم پڑ رہی تھی، بغل میں ایک ہندو کی زمین تھی، آپ نے اس سے فرمایا تھوڑی سی زمین مسجد کے لیے دیدیجئے، مناسب قیمت ادا کردوں گا، تو اس نے کہا تھوڑی سی زمین کیا، جتنی ضرورت ہو بلا قیمت

لے سکتے ہیں،آپ نے حسب ضرورت زمین لے کرایک منزلہ کی مسجد تعمیر کی،آپ کا مزار شریف بھی وہیں زیارت گاہ خلائق ہے۔

معمار ملت اور اساتذہ جامعہ کے ساتھ حسن سلوک: ایک صدر مدرس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں پر شفقت کرے،ان کی خامیوں کو نظر انداز کر کے اصلاح کی کوشش کرے ،مذکورہ خوبیاں حضرت معمار ملت کے اندر موجود تھیں ،ایک مرتبہ استاذی الکریم حضرت علامہ کمال اختر صاحب قبلہ نے باورچی سے چٹنی بنانے کے لیے کہا ،اس نے انکار کردیا ،جب معمار ملت کو خبر ملی تو باورچی کو بلا کر بہت کچھ سنایا،اور فرمایا عالم کی عزت کرو۔

حضور معمار ملت علیہ الرحمہ نے اساتذہ کا کھانا احباب کے گھر ہی سے انتظام فرمایا تھا، سب ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ،دستر خوان لگنے سے پہلے حضرت علیہ الرحمہ کا ایک معتقد کبھی کبھار دہی لایا کرتا تھا،اس نے دہی سے بھرا برتن مجھے دیدیا، میں دستر خوان کی طرف لے کر بڑھ رہا تھا،ایک استاذ نے پوچھا میاں انتظار یہ کیا ہے؟ تو مجھے شرارت سوجھی، میں نے برجستہ کہہ دیا کہ یہ وہی ہے،معمار ملت نے جب سنا تو مجھے بہت کچھ سنایا، کہا یہ مدرسہ ہے، یہاں رشتہ داری نہ چلے گی ،رشتہ داری مدرسے کے باہر رہے گی۔

قلبی واردات

از: مرتب کتاب

معمار ملت ،محبوب العلما،حضرت علامہ الحاج محمد کوثر خان نعیمی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ورئیس الاساتذہ جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج کی شخصیت اپنی مثال آپ تھی ،بہت ساری خوبیوں اور کارناموں کے مالک حضرت معمار ملت کی زندگی قابل رشک تھی اور لائق تقلید بھی ،انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا بھر پور استعمال کیا،اور علم کے مطابق عمل کیا،اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے ان کے وقت میں بڑی برکت رکھی تھی ،مختصر سے وقت میں بڑا سے بڑے کام کر لیتے تھے۔

آج علم بہتوں کے پاس ہے،مگر قوم وملت کے لیے مفید علم کم ہی لوگوں کے نصیب میں آتا ہے،حضرت معمار ملت کو اللہ تعالیٰ نے علم مفید سے نوازا تھا،اسی لیے ان کے علم سے ایک عالم فیض یاب ہوا،اور ان کے جانے کے بعد بھی لوگ آپ کے علمی فیوض وبرکات سے مستفیض ہورہے ہیں ،ان کی علمی برکتوں کو دیکھنا ہو تو آپ کے ان تلامذہ کو دیکھ لیا جائے جو آج پورے ہندوستان میں اپنا علمی فیضان لٹا رہے ہیں،آپ کے روحانی کمالات دیکھنے ہوں تو آپ کے ان فیض یافتگان کو دیکھ لیا جائے جو آج رشد وہدایت اور ارشاد وبیعت کے میدان میں عظیم کارنامے انجام دے رہے ہیں ،آپ کی دعوتی کرامات دیکھنی ہوں تو جہانگیر گنج ،امبیڈکر نگر اور اس کے اطراف میں ان نمازی اور متشرع لوگوں کو دیکھ لیجئے جو آپ کی وعظ ونصیحت سے داڑھی ٹوپی والے ہوگئے ،آپ کے تعمیری کارناموں کو دیکھنا ہو تو جامعہ اظہار العلوم کی شاندار بلڈنگوں

اور جامع مسجد قادریہ وغیرہ کی پرشکوہ عمارتوں کو دیکھ لیں جن کی ایک ایک اینٹ آپ کے خون پسینے کی مہک سے معطر ہے۔

میں سمجھتا ہوں دنیا میں دو طرح کے لوگ آتے ہیں، ایک تو وہ جن کی زندگی صرف اپنے لیے یا اپنوں کے لیے ہوتی ہے، دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے وقف ہوتی ہے، ان کی صبح وشام، ان کی حیات مستعار کا ہر لمحہ دوسروں کی اصلاح وتربیت، اور ان کی بھلائی میں صرف ہوتا ہے، وہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' کی عملی تفسیر ہوتے ہیں، حضرت معمار ملت کی زندگی بھی دوسری قسم کے لوگوں کی زندگی کی طرح تھی، انہوں نے اپنے لیے کم، دوسروں کے لیے زیادہ زندگی صرف کی ہے، وہ اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کردیتے تھے، مگر قوم وملت کی بھلائی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، آپ کے اندر دین پر اولاد کو قربان کرنے کا جذبہ تھا، آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی اولاد پر دین کو ترجیح دی ہے۔

آج جہانگیر گنج کا پورا علاقہ آپ کی دعوتی، تبلیغی، روحانی، تعلیمی، تعمیری اور اصلاحی کارناموں سے معمور ہے۔

ان کے سینے میں قوم کے درد میں مضطرب ایک دل تھا، جو ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا، کبھی مدرسے میں تو کبھی مسجد میں، کبھی میلاد کی محفلوں میں، تو کبھی عظیم الشان جلسوں میں، ہر جگہ آپ اسلام وسنیت کے پرچار میں لگے رہتے تھے، ان کا ہر لمحہ خدمت خلق، اور دعوت الی اللہ سے عبارت تھا، وہ اسلاف کا نمونۂ کامل تھے، جو گھر بار چھوڑ کر ہمیشہ اللہ کی راہ میں گامزن رہتے۔

ان کا اخلاص لائق دید تھا، نام ونمود کی طلب اور دکھاوے کی خواہش سے کوسوں دور رہتے تھے، جو کچھ کیا خالصۃً لوجہ اللہ کیا، نہ تعریف کی خواہش، نہ تنقید کی پرواہ، وہ دینی جلسوں اور گھریلو میلاد کی مجلسوں میں اپنی گاڑی کر کے جاتے، اور نذر ونیاز کے لیے ''الوداعی سلام'' کا انتظار نہیں فرماتے، خاموشی سے گئے اور خاموشی سے واپسی ہوگئی، ایک صاحب جو کچھوچھہ شریف کے علاقے میں رہتے ہیں، بڑی سادگی سے مجھ سے کہنے لگے کہ یار! نعیمی صاحب نے پورے علاقے کا ماحول خراب کردیا تھا، مجھے حیرت ہوئی، تو انھوں نے فرمایا کہ ماحول خراب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاں بھی جاتے تھے کسی سے نذرانہ طے نہیں فرماتے تھے، نہ ہی اس کی خواہش رکھتے تھے، بسا اوقات گاڑی بھی اپنے کرایے سے لے جاتے تھے، آج بھی وہی ماحول قائم ہے، لوگ میلاد وغیرہ میں نذرانے نہیں دیتے ہیں، اس طرح سے علمائے کرام کا بڑا خسارہ ہوتا ہے، مجھے ان کی سوچ پر افسوس بھی ہوا، اور حضرت معمار ملت کے اخلاص پر رشک بھی آیا۔

وہ پیکر اخلاق تھے، مہمان نوازی میں ان کی نظیر نہیں ملتی، کوئی بھی ملتا انھیں کا ہو کر رہ جاتا، بڑوں کے سامنے بچھ جاتے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، اور ہر قابل قدر آدمی کی قدردانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، جامعہ کے سالانہ جلسے ہوں، یا دیگر تقریبات، مہمانوں کا جم غفیر ہوتا، مگر کیا مجال ہے کہ کسی کی ضیافت میں کوئی کمی رہ جائے، شاہانہ انداز میں ایک جگہ بیٹھ کر ایسی تنظیم وقیادت فرماتے کہ عقل حیران رہ جاتی۔

جماعت اہل سنت کے نامور خطیب حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین نوری صاحب دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف نے راقم الحروف کو فون پر بتایا کہ ایک بار میں ایک خاص

سبب سے اہل وعیال کے ساتھ حضرت کے یہاں جلسے میں گیا،حضرت نے میری فیملی کے لیے الگ سے کمرہ کا انتظام کروایا، بھر پور ضیافت فرمائی ،اور چلنے لگا تو میری اہلیہ کوحضرت نے جامہ جوڑا بھی عنایت فرمایا،اورراستے میں فون بھی کیا کہ گھر پہونچ گئے کہ نہیں؟

اس زمانے میں اپنے مہمانوں کا کون اتنا خیال رکھتا ہے، یہ حضرت کی خوش اخلاقی کی معمولی سی جھلک تھی۔

حضرت معمار ملت لوگوں کے دلوں میں بستے تھے،آپ اپنے اعلیٰ اخلاق وکردار کی بنا پرلوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتے ،علاقۂ جہانگیر گنج میں آپ کی حیثیت ایک عالم وپیر ہی کی نہیں تھی ،آپ لوگوں کے گھریلو معاملات بھی سلجھایا کرتے تھے،ان کی شادی وغیرہ میں مشیر کار بھی رہتے تھے،ان کی ہرخوشی وغم میں شریک رہتے تھے،ان کے نزاعی معاملات کے فیصل ہوتے۔

حاجی عبداللطیف صاحب کرانہ اسٹور جہانگیر گنج کے بقول حضرت نعیمی صاحب ہمارے گھریلو حکم تھے، ہمارے مسائل سلجھانے کا کام کرتے تھے،آدمی اس حدتک مقبول انام تبھی ہوتا ہے جب وہ لوگوں کے زبان پرنہیں بلکہ ان کے دل ودماغ میں رہتا ہے۔

وہ کثیر العلاقات ہونے کے باوجود بندۂ بے نیاز تھے،نہ کسی سے کچھ طلب،نہ کسی سے کوئی مطلب، اتنا بڑا تعمیری کام ہوا،مگر آپ نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں فرمایا،بس اپنے مالک حقیقی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگا،اور جو مانگا پایا بھی، یہی حقیقی مومن کی شان بھی ہے ،اور یہی مرد کامل کی پہچان بھی۔

عظمت وکرامات کے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کے باوجود گھر والوں سے آپ کے تعلقات بالکل عام انسان ہی کی طرح تھے ، بھائیوں سے ، پاس پڑوس والوں سے ،عزیز

واقارب سے،سب سے آپ کے تعلقات ایک عام آدمی ہی کی طرح تھے،والدہ ماجدہ کی بارگاہ میں ایک نیاز مند فرزند بن کر جاتے ،ان کی خدمت کرتے ،ان کا پیر دباتے ،اوران کی دعائیں لے کر ترقی کی نئی منزلیں طے کرتے۔

آپ تدریس وتقریر کی طرح تحریر کے بھی بادشاہ تھے،مختلف موقعوں پر آپ کے زر نگار قلم سے صادر ہونے والی قیمتی تحریریں ہوں یا جامعہ کے کلینڈر کے ساتھ آپ کے گراں قدر اشتہارات، سب آپ کی تحریری لیاقت پر شاہد ہیں، وہ تحریر کو نمائش نہیں بلکہ اصلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے،اسی لیے باضابطہ تصنیف وتالیف کے بجائے موقع ومحل کے اعتبار سے لکھتے ،واقعات کے مطابق لکھتے ،معمولات اہل سنت پر آپ کے اشتہار کو دیکھ کر حضرت امین ملت مارہرہ شریف نے برملا فون کر کے حضرت کو مبارک باد دی اور فرمایا کہ مولانا صاحب آج اسی طرح کی تحریروں کی ضرورت ہے،امین ملت نے اس اشتہار کی کاپی اپنے حلقۂ ارادت میں تقسیم بھی کروائی ،اور اپنی جیب خاص سے حضرت معمار ملت کو نذرانہ بھی دیا، یہ حضرت معمار ملت کی زندگی کی ہلکی سی جھلک ہے، کتاب کھولئے اور آپ کی حیات طیبہ کا تفصیلی مطالعہ فرمائیے۔

اس کتاب کی اشاعت کی تحریک حضرت علامہ انتظار احمد خاں نعیمی نے دی جو حضرت معمار ملت کے نہایت چہیتے شاگرد،اور رشتہ دار بھی ہیں، وہ ممبئی سے واپسی کا بڑا مبارک سفر تھا ،جب ٹرین میں حضرت سے ناچیز کی ملاقات ہوئی ،اور حضرت نے مجھے اس کام کی ذمہ داری سونپی،ساتھ ہی اس کتاب کی اشاعت کا وعدہ بھی فرمایا۔

اس موقع پر میں دل سے شکر گزار ہوں حضرت علامہ انتظار احمد صاحب کے بڑے بھائی مخیر قوم وملت عالیجناب سیٹھ امتیاز اور سیٹھ محمد انیس خاں صاحبان کا جنھوں نے اس کتاب کی

اشاعت کے لیے اپنا مالی تعاون پیش فرمایا، دونوں حضرات حضرت نعیمی صاحب قبلہ کے بڑے چہیتے اور معتمد تھے، اپنے مکتوبات میں حضرت آپ لوگوں کا ذکر بڑی محبت سے فرماتے تھے، اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

اس وقت میرے سامنے محسنین کی ایک لمبی فہرست ہے، بالخصوص حضرت معمار ملت کے شہزادے حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی میرے شکریے کے مستحق ہیں، جنھوں نے اس کام پر میری زبردست حوصلہ افزائی فرمائی، اور ہر لحاظ سے میرا تعاون فرمایا، ساتھ ہی جامعہ اظہار العلوم کے تمام اساتذہ کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے حضرت سے اپنی دیرینہ عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے میرے اس عملی کام میں تعاون فرمایا۔

اسی طرح میرے عزیز حضرت مولانا محمد امیر القادری علیمی صاحب بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جن کی شبانہ روز محنتوں سے آج یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے مربی ومحسن حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کا شکریہ نہ ادا کروں جن کی خصوصی تربیت اور نیک خواہشات نے مجھے اس لائق بنایا، ساتھ ہی ہدیۂ تشکر پیش ہے حضرت مولانا کلام ازہر قادری جامعہ امدادالعلوم مٹھنا کھنڈسری سدھارتھ نگر، حضرت مولانا کلیم احمد جامعہ انوارالقرآن بلرامپور، عزیزم حافظ وقاری مولانا مصلح الدین قادری بسکھاری، اور عزیز القدر حضرت مولانا فرید الزماں علیمی علیگ جہانگیر گنج کی خدمتوں میں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں خصوصی تعاون پیش فرمایا، اور حسب ضرورت مواد فراہم کیا۔

باب اوّل

نقوش حیات

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

آئینۂ حیات

نام ونسب: حضرت معمار ملت کا اسم گرامی محمد کوثر خان نعیمی ہے،آپ کے والد گرامی کا نام نور محمد خان قادری ہے،اور والدۂ محترمہ کا نام عائشہ خاتون ہے،آپ کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے،مولانا محمد کوثر خان نعیمی ولد نور محمد قادری ولد علی رضا۔

آپ کے والد ماجد بڑے ہی دین دار،مخلص سنی مسلمان تھے،آپ نے علاقہ میں اسلام وسنیت کے لیے بڑا کام کیا ہے، وہ تین حضرات جنہوں نے دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر کی بنیاد ڈالی،اور اس کے بانی رہے ان میں ایک الحاج سردار احمد خان والد حضرت علامہ مفتی حفیظ اللہ خاں نعیمی وحضرت مولانا حیدر علی نعیمی،دوسرے الحاج محمد یعقوب خاں والد حضرت مولانا قطب الدین ومولانا ابوبکر خاں صاحبان،اور تیسرے عالی جناب نور محمد خاں قادری صاحب والد معمار ملت حضرت علامہ محمد کوثر خاں نعیمی تھے،ان تینوں حضرات نے اپنی کم علمی کے باوجود اتنے بڑے علمی مرکز کی تعمیر وتاسیس میں حصہ لیا،اور اپنی کوششوں سے علاقے میں دین وسنیت کی حفاظت فرمائی،اللہ کے فضل خاص سے ان تینوں کی اولاد میں علماے دین اور مفتیان کرام پیدا ہوئے،جو آج بھی جماعت اہل سنت کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کے دو بھائی تھے،ایک کا اسم گرامی جناب محمد مسلم خان،اور دوسرے بھائی کا نام حافظ محمد عبد سمیع خان ہے،آپ کا خاندانی پیشہ زراعت ہے،والد ماجد کے پاس کچھ زمینیں تھیں ،جن پر کھیتی باڑی کر کے پورے کنبے کی کفالت کرتے تھے۔

حضرت معمار ملت اپنے والد ماجد سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے،والد ماجد کی وفات پر حضرت ممبئی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

جاے پیدائش: دار عائشہ کاشانۂ نور موضع مدھ نگر،ضلع بلرام پور یوپی ہے،گھر کا یہ نام حضرت نے خود ہی رکھا تھا جو آپ کی والدہ محترمہ اور والد مکرم کے ناموں سے منسوب ہے۔

مدھ نگر: علاقۂ بھانبھر کا نامی گرامی گاؤں ہے،یہاں پر ایک معروف دینی ادارہ ہے جس کا نام دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر ہے،اس گاؤں نے بڑے بڑے اصحاب علم وفضل پیدا کئے ہیں ،دارالعلوم فاروقیہ بہت قدیم ادارہ ہے ،اس ادارے کی وجہ سے اس آبادی میں بہت سارے علما ومشائخ کا ورود مسعود ہوتا رہتا ہے،حضور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر اہلسنت یہاں کے سالانہ جلسے میں کئی بار تشریف لا چکے ہیں ،شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ،حضرت علامہ عبدالرحمٰن صاحب معروف بہ ''بڑے حضرت'' اور دیگر اساتذۂ کرام یہاں پر تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں
۔

مدھ نگر کی تحصیل تلشی پور ہے،تھانہ وبلاک پچپڑوا،ضلع بلرامپور،منطقہ دیوی پاٹن ،زبان اردو، ہندی،ودھان سبھا علاقہ گینسڑی اور لوک سبھا علاقہ شراوستی ہے،یہاں کے موجودہ ودھائک شیلندر سنگھ،اور ممبر آف پارلیمنٹ بی جے پی کے ددّن مشرا ہیں۔

یہ گاؤں ضلع بلرامپور ہیڈ کوارٹر سے ۶۵ رکلومیٹر،پچپڑوا بلاک سے ۱۵ رکلومیٹر اور لکھنؤ راجدھانی سے ۲۰۷ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے،یہاں کا پوسٹل ہیڈ آفس پچپڑوا ہے،یہ جگہ ضلع بلرامپور،اور سدھارتھ نگر کی سرحد ہے،سدھارتھ نگر ضلع اس کے پورب میں واقع ہے ،اس کے پچھّم گینسڑی،پورب میں اٹوا تحصیل،دکھن میں بھنوا پور تحصیل،اور اتر میں بڑھنی واقع ہے۔

القاب: موجودہ دور میں بھاری بھرکم القاب کا ملنا کوئی حیرت کی بات نہیں، القاب وآداب کے بوجھ تلے آج ہماری جماعت دبتی چلی جارہی ہے، مگر حضرت معمار ملت کو آداب والقاب بالکل پسند نہیں تھے، آپ نام ونمود اور بلند بانگ القاب وخطابات سے خود کو دوری ہی رکھتے تھے، مگر کہتے ہیں کہ آدمی کا کام بولتا ہے، اس کے کارنامے اسے چھپنے نہیں دیتے ہیں، یہی حال حضرت معمار ملت کا بھی ہے، آپ کی ملی ہمدردی اور جماعتی شیرازہ بندی اور آپ کی تعمیری خدمات کو دیکھتے ہوئے آپ کے مشفق استاذ، شارح بخاری، حضرت علامہ، مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے آپ کو ''معمار ملت'' کا لقب عطا کیا، اس لقب کو میں نے بہت سنا تھا، اور بہتوں کے بارے میں سنا تھا، مگر جس طرح سے اس کا انطباق حضرت معمار ملت کی ذات پر ہورہا ہے کسی اور پر میں نے نہیں دیکھا، شاگردوں کو اپنے اساتذہ کو آداب والقاب دیتے ہوئے بہت دیکھا تھا، مگر ایک استاذ کو اپنے شاگرد کو لقب دیتے ہوئے میں نے پہلی بار دیکھا۔

دوسرا لقب حضرت امین ملت، سید محمد امین میاں برکاتی صاحب، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے دیا، آپ اس خانوادہ کی عظمتوں کے امین ہیں جہاں نام نہیں کام دیکھ کر کسی کو اعزاز سے نوازا جاتا ہے، علما کے درمیان حضرت معمار ملت کی مقبولیت وعقیدت کو دیکھ کر حضرت امین ملت نے آپ کو ''محبوب العلما'' کا لقب عنایت فرمایا، لاریب آپ محبوب العلما تھے۔

ابتدائی تعلیم: حضرت معمار ملت کے والد ماجد عالی جناب نور محمد صاحب، علم دوست آدمی تھے، علما کی قدر کرتے تھے، گاؤں ہی میں معیاری مدرسہ موجود تھا، اس لئے انھوں نے اپنے لخت جگر کو اسی مدرسے میں دینی تعلیم کے لیے داخلہ کرایا، پرائمری کی تعلیم کے بعد حضرت

علامہ عبدالرحمن نعیمی صاحب اور شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ وغیرہ سے عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، گاؤں ہی میں مدرسہ ہو تو عموماً اس گاؤں کے بچے تعلیم کی طرف کم ہی توجہ دیتے ہیں، ''چراغ تلے اندھیرا'' کی کہاوت مشہور ہے، مگر حضرت کا معاملہ اس کے برعکس تھا، شروع ہی سے محنت ولگن اور ذوق وشوق کے ساتھ حصول علم میں لگے رہے، اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

دارالعلوم فاروقیہ میں پرائمری کی تعلیم مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے حاصل کی۔

(۱) ماسٹر محبوب صدیقی نعیمی مرحوم، (۲) منشی صاحب زاد مرحوم، (۳) ماسٹر ادریس صاحب باحیات۔

ماسٹر محبوب صاحب صدیقی ۱۹۹۱ھ میں حضرت معمار ملت صاحب کے ساتھ حج پر گئے تھے۔

پرائمری درجات پاس کرنے کے بعد کافیہ تک کی تعلیم حضرت علامہ عبدالرحمٰن نعیمی صاحب، شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب علیہما الرحمہ ناؤڈیہہ بلرامپور سے حاصل کی، اول الذکر شخصیت سے حضرت معمار ملت کو بڑی گہری عقیدت تھی، یہی وجہ ہے کہ جب ''بڑے حضرت'' فاروقیہ سے جامعہ امدادالعلوم مٹہنا تشریف لے گئے، تو حضرت معمار ملت بھی ان کے ساتھ گئے، ظاہر ہے کہ گاؤں ہی میں گھر پر رہ کر اگر پڑھائی ہو رہی ہو تو گھر چھوڑ کر کوئی بھی باہر کے مدرسے میں جانا گوارا نہیں کرتا، مگر حضرت معمار ملت نے گھر کے مدرسے کو چھوڑ کر جامعہ امدادالعلوم مٹہنا میں داخلہ لیا صرف اس وجہ سے کہ آپ کو اپنے شفیق وکریم استاذ حضرت علامہ عبدالرحمٰن نعیمی صاحب سے سچی عقیدت ومحبت تھی۔

بڑے حضرت آج بھی باحیات ہیں، آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے، جن میں ایک سے بڑھ کر ایک قابل مفتی، اور لائق وفائق مدرس ہیں، مگر آج بڑے حضرت کے دل میں حضرت معمار ملت کی اتنی محبت ہے کہ ان کے سامنے معمار ملت کا نام لیجئے تو بس رونے لگتے ہیں، بلاشبہ اس بزرگ عالم دین کے آنکھوں سے نکلنے والے یہ آنسو دونوں بزرگوں کے درمیان گہری محبت ولگاؤ کی خاموش داستان بیان کرتے ہیں۔

ثانوی دینی تعلیم: حصول علم کا شوق آپ کو اس وقت کے ایک معروف معیاری ادارہ جامعہ امداد العلوم مٹھنا لے کر گیا، اس وقت یہ ادارہ ضلع سدھارتھ نگر کا ایک مشہور دینی ادارہ تھا ،حضرت علامہ شاہ محمد قادری کیفی صاحب امداد القواعد اور علامہ زین العابدین شمسی صاحب علیھما الرحمہ یہاں کے مایۂ ناز مدرس تھے ،حضرت نے یہاں کے اساتذۂ کرام سے ثانوی درجات کی کتابیں پڑھیں۔

محب محترم ،معروف شاعر وقلم کار، حضرت مولانا کلام احمد ازہر القادری صاحب استاذ جامعہ امداد العلوم مٹھنا نے جامعہ میں حضرت معمار ملت کے حصول تعلیم سے متعلق بہت قیمتی اور مفید معلومات سے نوازا، میں اس کار خیر کے لیے ان کا بے حد شکر گزار ہوں ،تھوڑے بہت تصرف کے ساتھ میں ان کے ذریعہ دی گئی معلومات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

داخل خارج رجسٹر جلد نمبر ایک میں آپ کا نام محمد کوثر ولدیت نور محمد ،تاریخ پیدائش ۲ر جنوری ۱۹۵۵ء، پتہ مدھ نگر، پوسٹ دھوائی، ضلع گونڈہ درج ہے۔

داخلہ کے وقت مقدار تعلیم کے خانے میں مولوی اوسط از دار العلوم فاروقیہ مدھ نگر ،داخلہ نمبر ۲۷ ،تاریخ داخلہ ۱۶ر مارچ ۱۹۶۸ء لکھا ہوا ہے، جامعہ میں رہ کر الہ آباد بورڈ سے

۱۹۷۲ء میں عالم کا امتحان دیا، جامعہ کی کل مدت تعلیم کم وبیش ۵ر سال ہے۔

آپ سمیت آپ کے رفقاے درس کی تعداد فقط ۴ر تھی ،اسماے گرامی داخل خارج رجسٹر کے مطابق بالترتیب درج ہیں:

(۱) مولانا الحاج عبد الرب نعیمی، سابق پرنسپل جامعہ مظفر العلوم، سرسیا، سدھارتھ نگر۔

(۲) مولانا صوفی مسرت علی خان سابق استاذ جامعہ اہل سنت امداد العلوم، مٹھنا۔

(۳) علامہ الحاج محمد کوثر خان نعیمی۔

(۴) مولانا الحاج قاری محمد شفیق نعیمی سابق پرنسپل فضل رحمانیہ، پچپڑوا، بلرامپور۔

جامعہ میں آپ نے بہت سارے اساتذہ سے علم حاصل کیا مگر ان میں ان تین حضرات سے خاص طور سے اکتساب فیض کیا۔

(۱) حضرت علامہ عبد الرحمٰن نعیمی صاحب مدظلہ العالی ،(۲) شیخ الجامعہ، جامع معقول ومنقول، حضرت علامہ مفتی زین العابدین شمسی صاحب سابق پرنسپل جامعہ امداد العلوم مٹھنا، (۳) حضرت علامہ غلام علی ہمدم القادری گونڈوی۔

حضرت مولانا الحاج عبد الرب نعیمی صاحب کے مطابق عالم کا امتحان پاس کرنے کے بعد علامہ کوثر خان نعیمی اور حضرت قاری شفیق صاحب انوار القرآن بلرامپور کا رخ کیے، ہم اور صوفی مسرت علی خان صاحب فراغت تک جامعہ ہی میں رہے، بعد فراغت صوفی صاحب وہیں بحیثیت استاذ رکھ لیے گئے، اور میرا آب ودانہ سرسیا میں تھا، میں وہاں چلا گیا، ہم چاروں میں سے چھوٹے مولانا کوثر ہی تھے۔

محب گرامی حضرت مولانا کلام احمد ازہر القادری کے بقول یہ جماعت اپنے وقت کی سب

سے اچھی جماعت تھی، اوراس جماعت کا ہرفرد اپنی تعلیمی وتدریسی زندگی کا بے تاج بادشاہ تھا۔

جامعہ امدادالعلوم مٹھنا: ذیل میں جامعہ کا ایک مختصر تعارف پیش کررہا ہوں، جس میں حضرت معمار ملت نے تقریباً ۵ رسال رہ کرعلوم دینیہ کی تحصیل فرمائی، یہ تعارفی تحریر حضرت مولانا کلام احمد ازہرالقادری کے الفاظ میں نقل کررہا ہوں۔

جامعہ اہل سنت امدادالعلوم، مٹھنا شمالی مشرقی یوپی ضلع سدھارتھ نگر کا ممتاز ترین سنی ادارہ ناموس مسلک اعلی حضرت کا ایک عظیم محافظ ہے۔عرصۂ دراز سے اپنی مختلف الجہات سرگرمیوں کی بنیاد پر وطن عزیز کے مختلف صوبہ جات بالخصوص اترپردیش بشمول پڑوسی ملک نیپال میں محتاج تعارف نہیں محل وقوع کے اعتبار سے اہل سنت وجماعت کا یہ دینی وعلمی ادارہ ضلع سدھارتھ نگر کے مشہور ومعروف مقام اٹوابازار سے تقریباً ۱۰ رکلومیٹر بلوا مٹھوا روڈ پر بڑھیا (نوری چوراہا) سے اترطرف کم وبیش ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مردم خیز گاؤں ''مٹھنا'' میں بجانب مغرب لب روڈ واقع ہے، ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں سلطان المناظرین، بابائے ملت علامہ الشاہ مفتی عتیق الرحمن خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی داغ بیل ڈالی۔ جامعہ بہ تدریج ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ ہردور میں متحرک وفعال انتظامیہ کے زیراہتمام جوہر شناس اساتذہ، نونہالان اسلام کی تعلیم وتربیت میں شبانہ روز مصروف عمل رہے۔

الحمدللہ! آج بھی علم دوست منتظمہ کے زیرانتظام اور جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مختار احمد قادری صدرالمدرسین جامعہ ہذا کی صدارت میں قابل فخر، محنتی اور باصلاحیت معلمین و معلمات، طلبہ وطالبات کے دلوں میں علوم ومعارف کے تئیں پھوٹتی ہوئی چنگاری کوشعلۂ جوالہ

بنارہے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ جامعہ کے فرزندوں میں سینکڑوں مفتی، محقق، مدرس، مصنف، مبلغ اور خطیب ہیں جو بشمول ازہرہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، انڈو نیپال کے بیشتر معیاری اداروں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہم سبق وہم عصر: جامعہ امدادالعلوم میں آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں حضرت مولانا الحاج عبدالرب نعیمی صاحب سابق پرنسپل جامعہ مظفرالعلوم، سرسیا، سدھارتھ نگر، مولانا صوفی مسرت علی خان صاحب سابق استاذ جامعہ امدادالعلوم، مٹھنا، حضرت مولانا قاری محمد شفیق نعیمی سابق پرنسپل فضل رحمانیہ پچپڑوا، کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

جامعہ انوارالقرآن بلرامپور میں آپ کے چند ساتھی طلبہ کے اسما یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر سعید احسن قادری پونہ (۲) مولانا سعید احمد عثمانی سدھارتھ نگر (۳) مولانا مرحوم رفعت اللہ بسنت پور، بلرامپور (۴) قاری شفیق احمد نعیمی۔

علاوہ ازیں آپ کے قریبی معاصرین میں یہ حضرات ہیں:

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد امام الدین مصطفوی سابق صدر مدرس مدرسہ حشمت العلوم رامپور کٹرہ، بارہ بنکی، حضرت مولانا سلطان صاحب عرف شیخ سلطان جی، مولانا فیض الحق قادری، نبیرۂ علامہ اعظمی علیہ الرحمہ، قاری عبدالرشید رحمانی مصباحی، مقیم حال افریقہ، فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی حفیظ اللہ خان نعیمی بانی ومہتمم جامعہ عائشہ صدیقہ پچپڑوا، ڈاکٹر محب الحق شہزادۂ اکبر شارح بخاری علیہ الرحمہ، مولانا قطب الدین نعیمی مہراجگنج، مولانا نابیت اللہ نعیمی سابق صدر المدرسین دارالعلوم افضل المدارس ملدہ ضلع بلرامپور، مولانا شمیم اختر مصباحی استاذ دارالعلوم

منظر حق ٹانڈہ، مولانا رفعت اللہ نعیمی مدھ نگر بلرامپور، مولانا اظہار المصطفیٰ قادری ادری، ضلع مئو ،یوپی۔(سواد اعظم دہلی جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء)

اعلیٰ تعلیم اور فراغت: جامعہ امدادالعلوم مٹھنا سے آپ حصول علم کی غرض سے دارالعلوم انوارالقرآن، بلرامپور تشریف لے گئے، اس وقت یہ دارالعلوم اہل علم وفضل کے وجود مسعود سے مزین تھا، وقت کے معروف اساتذہ یہاں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے ،بالخصوص شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی یہاں کی مسند تدریس کی زینت تھے، آپ کی وجہ سے طالبان علوم نبویہ بصد شوق اس ادارہ میں داخلہ لیتے تھے، اور اپنی علمی تشنگی بجھانے کا سامان کرتے تھے، حضرت معمار ملت نے اس ادارہ میں ۱۶/فروری ۱۹۷۲ء میں داخلہ لیا اور اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کر کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر یکم جولائی ۱۹۷۲ء میں علما وفضلا کے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے، اس طرح سے آپ کی رسمی فراغت ہوگئی، یہ اور بات ہے کہ آپ کی علمی پیاس تاحیات برقرار رہی، اور ہمیشہ علم کی نئی منزلیں طے کرنے میں لگے رہے۔

انوارالقرآن میں حضرت معمار ملت کے کچھ قابل ذکر ساتھی طلبہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر سعید احسن قادری پونہ (۲) مولانا سعید احمد عثمانی سدھارتھ نگر (۳) مولانا رفعت اللہ بسنت پور، ضلع بلرامپور (۴) قاری شفیق احمد نعیمی سابق پرنسپل دارالعلوم فضل رحمانیہ۔

اس ادارہ کے تمام اساتذہ سے آپ نے اکتساب فیض کیا مگر جن دو شخصیتوں نے آپ کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ان میں ایک حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ تھے دوسرے اپنے دور

کے نامور خطیب حضرت علامہ مفتی محمد اسلم بستوی صاحب تھے۔

اس وقت یہ ادارہ بلرامپور شہر کا معروف معیاری ادارہ ہے، جو حضرت علامہ مفتی محمد مسیح احمد قادری کی علمی صدارت، ڈاکٹر اقبال صاحب کی نظامت اور الحاج عبدالہادی کی صدارت میں ترقی کی نئی منزلوں کی طرف گامزن ہے، بروقت اس میں ۴۸/اساتذۂ کرام ڈیڑھ ہزار طالبان علوم نبویہ کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں۔

ارادت وخلافت: ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد حضرت کے دل میں روحانی مدارج طے کرنے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ آپ اس وقت ضلع گونڈہ وبلرامپور میں سب سے زیادہ مقبول پیرومرشد، سلسلۂ نعیمیہ کے عظیم شیخ طریقت، شہزادۂ صدرالافاضل، رہنمائے ملت، حضرت علامہ مفتی سید محمد اختصاص الدین احمد نعیمی علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے، آپ سے بیعت ہونے کی وجہ سے آپ ''نعیمی صاحب'' کہے جاتے تھے۔

حاجی الحرمین، حضرت مفتی سید محمد اختصاص الدین احمد نعیمی کی ولادت ۱۲/ربیع النور ۱۳۳۱ھ بوقت صبح صادق ہوئی، یہی تاریخ اور وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا بھی ہے، بلاشبہ حضرت کو اس کا فیض ملا ہوگا، جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں والد ماجد حضور صدرالافاضل حضرت علامہ سید شاہ وصی احمد صاحب اور حضرت مفتی محمد عمر صاحب رحمہم اللہ سے اکتساب علم کیا، ۱۰/ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ کو حضور صدرالافاضل نے بیعت فرما کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، ۱۳۶۸ھ میں حج بیت اللہ کے موقع پر مکہ معظّمہ میں حضرت سید جماعت علی صاحب محدث علی پور نے خاندان نقشبندیہ میں اپنا خلیفۂ مجاز بنایا، مدینۃ الرسول میں قطب مدینہ، حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے آپ کو خاندان قادریہ کی خلافت واجازت سے سرفراز

فرمایا، حضور مہاجر مدنی اور سیدنا غوث اعظم کے درمیان صرف پانچ واسطے ہیں، یوں ہی حضور رہنمائے ملت کو حضرت مولانا الحاج سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین صاحب اشرفی میاں سے چاروں سلاسل کی اجازت حاصل ہے۔

بارگاہ نبوت سے آپ کو ایک خاص قسم کا تحفہ ملا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسجد نبوی میں باب جبرئیل کے پاس ایک بزرگ مصروف تلاوت تھے، انہوں نے حضور رہنمائے ملت کو دیکھا تو آواز دی، یاسیدی، یاسیدی، حضور آواز سن نہیں سکے، تو اس بزرگ نے اپنے ساتھیوں کو بھیج کر ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی اور ان کے ہاتھ میں قرآن شریف دیتے ہوئے فرمایا: "هذا عطيةٌ من رسول الله ﷺ ليس منی "، یعنی یہ حضور ﷺ کی طرف سے تحفہ ہے، میری طرف سے نہیں۔

آج بھی مرادآباد کی خانقاہ میں یہ تحفۂ رسول ﷺ موجود ہے، لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

حضور رہنمائے ملت کے مریدین کثیر تعداد میں بلرامپور، لوکھوا، گنوریا، تلسی پور، اور کرشنا نگر نیپال میں ہیں، کرشنا نگر میں آپ کی نسبت سے جامعہ نعیمیہ جیسا ادارہ بھی قائم ہے جو وہاں کا معروف معیاری ادارہ ہے۔

شجرۂ عالیہ، قادریہ، نعیمیہ میں موجود حضرت علامہ مفتی حفیظ اللہ خان نعیمی صاحب قبلہ کی تحریر کے مطابق حضور رہنمائے ملت صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کے وصال کے وقت آپ کے ہاتھ کی گھڑی بند ہوگئی تھی، اسی طرح جائے وفات پر موجود دیوار گھڑی بھی بند ہوگئی تھی، وہاں موجود اسٹینڈ فین بھی مخدوش ہوگیا تھا۔

حضور رہنمائے ملت سے حضرت کو بڑی عقیدت تھی، آپ کا نام سن کر مودب ہوجاتے، کہیں پر ملاقات ہوجاتی تو سراپا ادب بن جاتے، ادیب شہیر، حضرت مولانا نور محمد نعیم القادری بلرامپور، بانی تنظیم افکار صدر الافاضل ممبئی اپنے مضمون "معمار ملت کی اصاغر نوازی" مشمولہ سواد اعظم دہلی، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء میں رقم طراز ہیں:

"۱۹۸۱ء میں پہلی بار میں نے انہیں خانقاہ نعیمیہ گنوریہ تلشی پور میں دیکھا، اس وقت میری اپنی عمر تقریباً ۱۲/ ۱۳/سال رہی ہوگی، یہ شعور بھی نہیں تھا کہ مرشد کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کیا ہوتے ہیں، صبح سے شام تک آپ (نعیمی صاحب) خانقاہ میں حاضر رہے، حضور مرشدی الکریم (حضور رہنمائے ملت) کے کسی بھی حکم پر آپ کو صرف جی حضور، جی حضور، کہتے سنا، اور بس، خود جب جب کچھ عرض کرتے تو اپنا منہ کان سے اتنا قریب کردیتے کہ ہم حاضر باش لوگ صرف دیکھتے، کچھ سمجھ نہیں پاتے، پھر جب شام کو قریب ۵/بجے وہ (نعیمی صاحب) رخصت ہوگئے تو ہم لوگوں نے حضور پیرومرشد کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یہ کون تھے؟ تو حضور نے فرمایا تم لوگ نہیں جانتے، یہ مدھ نگر کے مولانا کوثر نعیمی تھے، اور اس جملے کے ساتھ ساتھ چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمایا جو لفظ بہ لفظ بر وقت یاد نہیں آرہے ہیں، خیر حضرت نعیمی صاحب علیہ الرحمہ کو بارگاہ مرشد میں حاضر دیکھ کر یہ احساس پہلی بار ہوا کہ پیر کی بارگاہ میں کیسے مودب حاضر ہوا جاتا ہے"۔

حضور رہنمائے ملت بھی اپنے اس مرید صادق پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے، جیسا کہ مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہے، اکثر آپ کے لیے پیرومرشد دعا فرماتے رہتے تھے۔

یوں ہی ایک بار کا واقعہ ہے کہ دو آمی حضرت نعیمی صاحب کی خدمت میں آئے کہ چل

کر حضور رہنمائے ملت سے بیعت کرادیجئے ،آپ انہیں لے کر اپنے مرشد کے دولت خانہ پر پہونچے ،مدعا عرض کیا تو حضرت نے فرمایا: مولانا آپ کو بڑی زحمت اٹھانی پڑی ،اتنی دور سے آنا پڑا ،اب آپ کو اتنی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی ،یہ کہہ کر اسی وقت آپ کو سلسلۂ نعیمیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی ،اپنا عمامہ والدصاحب [نعیمی صاحب] کے سر پر سجایا ،اور کہا مولانا ان دونوں کو مرید کیجئے ،والدصاحب نے تردد کیا کہ حضرت کے سامنے میں کس طرح یہ جرأت کروں ،تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ میرا حکم ہے ،یہ سن کر آپ نے حکم کی تعمیل فرمائی کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

جب حضرت سید صاحب کا وصال ہوا تو والدصاحب مرادآباد حاضر ہوئے ،تو جب آپ کو نہلانے کی باری آئی اور جب آپ کے لباس کو اتارا گیا تو شہزادگان نے وہ لباس آپ کو ہی بطور تبرک عطا کیا جو آج تک ہمارے گھر میں محفوظ ہے ۔(ماخوذ از مضمون شہزادۂ معمار ملت ،حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی ،مشمولہ سواد اعظم دہلی ۲۰۱۳ء)

معروف اساتذۂ کرام

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

شارح بخاری کا نام وکام محتاج تعارف نہیں ،تدریس ،تحریر ،اور تقریر تینوں میدانوں میں آپ کا تبحر مسلم ہے ،ملک کے مختلف مدارس میں جن میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سرفہرست ہے آپ نے اپنی تدریسی برکتوں سے ایک عالم کو فیضیاب کیا ،نوے ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کی یادگار ہیں ،شرح بخاری اردو آپ کی زندگی کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔

آپ کی ولادت ۱۱رشعبان المعظم ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۰/اپریل ۱۹۲۱ء میں گھوسی میں ہوئی ،۱۶رجنوری ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا ،پھر مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ گئے اور وہاں پر حضور مفتیٔ اعظم ہند کی سرپرستی میں حصول تعلیم کے بعد ۲۶/اگست ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ بحرالعلوم مئو ،مدرسہ خیرالاسلام بہار ،مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں ،مدرسہ عین العلوم اگیا ،بہار ،مدرسہ شمس العلوم گھوسی ،فضل رحمانیہ پچپڑوا ،مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف ،جامعہ عربیہ انوارالقرآن ،بلرامپور ،مدرسہ ندائے حق ،جلال پور ،اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات انجام دیئے ،جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں آپ ۱۳/دسمبر ۱۹۷۶ء میں تشریف لائے ،اور تاحیات یہیں کی مسند تدریس وافتا کی زینت رہے۔

اشرف السیر ،اسلام اور چاند کا سفر ، نزھۃ القاری شرح بخاری ،سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ،فتنوں کی سرزمین کون ،نجد یا عراق ،یہ سب آپ کی مایۂ ناز تصنیفات ہیں ،۱۹۸۴ء میں حضور احسن العلما مارہرہ شریف سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

کولمبو، افریقہ، پاکستان، اور دیگر ممالک میں تبلیغی دوروں کے ذریعہ اسلام وسنیت کی نشر واشاعت فرمائی۔

شیخ عبدالواحد بلگرامی ایوارڈ، شاہ برکت اللہ ایوارڈ، امام احمد رضا ایوارڈ، اوراس طرح کے متعدد اعزازات سے نوازے گئے، آخری عمر میں رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے آپ کو چاندی سے تولا گیا، ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۹ء میں آپ کو خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے ''فقیہ اعظم ہند'' کا خطاب دیا گیا۔

حضرت معمار ملت اور حضور شارح بخاری کے درمیان استاذ وشاگرد کا رشتہ تھا، شارح بخاری سے معمار ملت نے صحاح ستہ اور فتاویٰ رضویہ پڑھا تھا، حضرت نعیمی صاحب علیہ الرحمہ ایک نیاز مند، فرماں بردار تلمیذ تھے، توحضور شارح بخاری اپنے اس شاگرد کے لیے ایک شفیق اور کرم فرما استاذ تھے، دونوں بزرگوں کے مابین حد درجہ عقیدت ومحبت تھی، مندرجہ ذیل مکتوب سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ یہ خط حضور شارح بخاری نے حضرت معمار ملت کے لیے لکھا تھا، یہ مکتوب غالباً اس وقت کا ہے جب حضرت معمار ملت نے اپنے شہزادے حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی کو مبارک پور میں داخلہ کے لیے بھیجا تھا، خط کا متن یہ ہے:

عزیز سعید زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج! مجھے امید تھی کہ آپ آئیں گے، مگر بسا آرزو کہ خاک شدہ، کس نیاید بخانۂ درویش

آپ دونوں امیدواروں کو ۱۱؍شوال المکرم بروز دوشنبہ کی صبح کے وقت تک ضرور بھیج

دیں، تاکہ جلد ٹسٹ ہوجائے، رہ گیا کمرہ میں رکھنے کا معاملہ تو آپ جیسا کہیں ویسا ہی ہوگا، مگر یہ رعایت صرف جیلانی سلمہٗ کی ہوگی، جملہ احباب سے سلام ودعا کہہ دیں۔

محمد شریف الحق امجدی

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

محبت وشفقت بھرے اس مکتوب سے ان دونوں حضرات کے درمیان محبت اور قلبی لگاؤ کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

شاگردی کے ساتھ ساتھ دارالعلوم ندائے حق جلال پور، امبیڈکر نگر میں حضور شارح بخاری کے ساتھ حضرت معمار ملت کو پڑھانے کا شرف بھی حاصل ہے، اس وقت وہاں پر صدرالعلما، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات وسابق پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی مدرس کی حیثیت سے اس ادارے میں موجود تھے، ان دونوں علمی شخصیتوں کی صحبت سے حضرت معمار ملت کو بے پناہ خیرات وبرکات اور علمی فیوض وکمالات حاصل ہوئے۔

حضور شارح بخاری سے آپ کے تعلقات کا آغاز جامعہ عربیہ انوارالقرآن بلرامپور سے ہوا اور تاحیات یہ تعلقات باقی رہے، حضرت معمار ملت باضابطہ اظہارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں حضور شارح بخاری کو مدعو کرتے، اور شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر جامعہ کے جلسوں اور دیگر اہم تقریبات میں شریک ہوتے، جلسوں کی صدارت فرماتے، شاندار تقریر فرماتے، نیا بازار سے متصل جہانگیر گنج اور نواری میں شارح بخاری کے بہت سارے اہل ارادت مل جائیں گے، (معمار ملت کے معاصر علما ومشائخ سے تعلقات، مشمولہ سواد اعظم دہلی جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء از مولانا توفیق احسن برکاتی)

حضور شارح بخاری نے حضرت معمار ملت کو اپنی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی تھی ،ان دونوں بزرگوں کے تعلقات پر مزید معلومات کے لیے اسی کتاب کے ''باب تبرکات'' میں موجود مضمون کا مطالعہ فرمائیں جو حضرت معمار ملت نے اپنے کرم فرما استاذ ومربی شارح بخاری سے اپنے روابط وتعلقات کے حوالے سے ''معارف شارح بخاری'' کے لیے لکھا تھا، یہ مضمون ''معارف شارح بخاری'' ص ۳۱۰ر پر موجود ہے، جسے من وعن میں نے ''باب تبرکات'' میں نقل کر دیا ہے۔

اس مضمون سے ان دونوں شخصیات کے دیرینہ روابط وتعلقات پر روشنی پڑتی ہے ،ساتھ ہی حضرت معمار ملت کے علمی کمالات اور روحانی حصولیابیوں کا بھی علم ہوتا ہے۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ

سابق شیخ الجامعہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ،بستی

سلطان الاساتذہ، شیخ القرآن ،حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی سے حضرت معمار ملت نے دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر میں اکتساب فیض کیا،آپ کے ہم جماعت طلبہ کا بیان ہے کہ حضرت نے شیخ القرآن سے خاص طور سے ''کافیہ'' پڑھی تھی ،شروع میں کچھ دنوں تک شیخ القرآن کا انداز تدریس سمجھ میں نہیں آیا،اس کا ذکر ساتھیوں سے کیا، جب شیخ القرآن کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بلا کر فرمایا: کوثر! میں نے سنا ہے تمہیں کافیہ سمجھ میں نہیں آتی ہے'' اس کے بعد حضرت شیخ القرآن کی خصوصی توجہ سے آپ پر تمام مشکل مباحث آسان ہو گئے۔

شیخ القرآن کی ولادت ۱۵ر نومبر ۱۹۳۵ء میں موضع ناوَڈیہہ، ضلع بلرام پور میں ہوئی، انوارالعلوم تلشی پور سے عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی ،اس کے بعد جامعہ اشرفیہ سے ۱۹۵۷ء میں فراغت ہوئی ،جامعہ اشرفیہ مبارک پور ،انوارالعلوم تلشی پور ،جامعہ حمیدیہ بنارس ،مدرسہ فیض عام شاہ جہاں پور ،دارالعلوم فیض الرسول ،براؤں شریف ،دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا ،جامعہ اسلامیہ روناہی ، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ،اور دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

''معارف التنزیل'' اور ''مسائل سود'' آپ کی معروف تصنیفات ہیں ،پورے ہندوستان میں آپ کے تلامذہ اپنا علمی فیضان لٹا رہے ہیں، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تعمیر وترقی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے، ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۲۰۱۱ء کو آپ کی وفات ہوئی اور جمدا شاہی میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

حضرت علامہ عبدالرحمن نعیمی صاحب قبلہ

معروف بہ ''بڑے حضرت''

گونڈہ بلرامپور کے مدارس کی دنیا میں ''بڑے حضرت'' کا نام چلتا ہے، بچپن میں، میں جس مدرسہ میں گیا، جس جلسے میں گیا، جس تقریب میں حاضری ہوئی ہر جگہ بس ''بڑے حضرت'' ہی کا نام سنتا تھا، پہلی بار جامعہ فاروقیہ مدھ نگر میں حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، سادہ لباس، ڈھیلا ڈھالا کرتا، اور گھیر دار پاجامہ پہنے ایک عام آدمی کی طرح حضرت کو دیکھا تو سمجھ ہی نہ سکا کہ یہی ''بڑے حضرت'' ہیں، بعد میں احباب نے بتایا کہ یہی وہ ذات ہے جسے ہر بڑا چھوٹا ''بڑے حضرت'' کہتا ہے۔

ضلع بلرام پور میں اکثر جلسے جلوس آپ ہی کی صدارت میں ہوتے ہیں، یہاں کے اکثر علما کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

بڑے حضرت حضرت معمار ملت کے مشفق اساتذہ میں سے ہیں، دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر سے جب جامعہ امداد العلوم مٹہنا میں گئے تو ساتھ میں حضرت معمار ملت بھی گئے، اسی سے دونوں حضرات کے مابین قلبی لگاؤ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بڑے حضرت کے بھتیجے حضرت مولانا احمد اللہ مصباحی صاحب نے آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے جو معلومات فراہم کیں، انہیں کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت: ۵/اپریل ۱۹۳۴ء میں تلشی پور، ضلع بلرامپور، یوپی میں ہوئی۔

نسب نامہ: حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نعیمی ابن عبدالحی ابن محمد یٰسین ابن

جمعدار چودھری۔

مادر علمی: جامعہ انوار العلوم تلشی پور، ابتدا تا آغاز بخاری شریف۔

فراغت: دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف۔

مخصوص اساتذہ: (۱) سلطان المناظرین، بابائے ملت، حضرت علامہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ انوار العلوم تلشی پور، (۲) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، (۳) محدث جلیل حضرت علامہ ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت علامہ عبدالمبین محدث امروھوی۔

بیعت وارادت: شہزادۂ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ عالیہ نعیمیہ میں بیعت ہوئے۔

تدریسی خدمات: (۱) جامعہ اشاعت الاسلام بڑھنی، سدھارتھ نگر، (۲) دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف، (۳) دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر، بلرامپور، (۴) جامعہ امداد العلوم مٹہنا، (۵) جامعہ انوار العلوم تلشی پور، (۶) جامعہ نعیمیہ عربی کالج عتیق نگر، تلشی پور بلرامپور، (۷) دارالعلوم عثمانیہ، ملدہ، بلرامپور۔

تلامذہ: حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نعیمی، حضرت مولانا بیت اللہ رضوی سابق پرنسپل دارالعلوم عثمانیہ افضل المدارس ملدہ، حضرت مولانا قطب الدین صاحب نعیمی پرنسپل سراج العلوم برگدہی ضلع مہراجگنج، حضرت مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ نعیمی صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی، حضرت علامہ محمد شفیق خاں صاحب نعیمی، سابق پرنسپل دارالعلوم فضل رحمانیہ، حضرت علامہ زبیر صاحب رضوی، حضرت

علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب نعیمی ،حضرت علامہ امیر علی صاحب مقیم حال افریقہ،حضرت مولانا شاہ محمد صاحب کیفی جامعہ امداد العلوم مٹہنا سدھارتھ نگر،حضرت مولانا سید عبدالرب نعیمی سابق پرنسپل مظفرالعلوم سرسیا،حضرت مولانا مفتی محمد سلیم صاحب نعیمی بلہوا، بلرام پور ،حضرت مولانا عقیل عباسی استاذ منظرحق ٹانڈہ،حضرت مولانا اکبرعلی صاحب نیپال۔

حضرت علامہ زین العابدین شمسی صاحب علیہ الرحمہ

سابق شیخ الجامعہ و پرنسپل جامعہ امداد العلوم مٹہنا

شیخ الجامعہ مفتی زین العابدین شمسی، رضوی ،سابق صدرالمدرسین جامعہ اہل سنت امداد العلوم ،مٹہنا کھنڈسری ،سدھارتھ نگر، یوپی۔

آپ کا نام زین العابدین بن محمد سالم بن عبداللہ بن ثناءاللہ ہے، ۲۵؍ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ مطابق ۸؍اپریل ۱۹۴۵ء بروز اتوار اپنے آبائی وطن موضع گوبند گنیش پورا ٹکا، پوسٹ اکبر پور (امبیڈکر نگر) ضلع فیض آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔والد بزرگ وار محمد سالم ترک وطن کر کے موضع رانی گنج، پوسٹ بہورک پور، ضلع امبیڈکر نگر میں سکونت پذیر ہوئے۔

آپ نے ابتدائی اردو عربی کی تعلیم قریب کے موضع ”ڈِھیر کا پوروہ“ عرف ”پوَرَّہ“ (واو مشدد) میں حاصل کی، اور ابتدائی ومتوسطات عربی فارسی کی تعلیم کے لیے اہلسنت وجماعت کی معروف ومشہور دانش گاہ دارالعلوم منظرحق، ٹانڈہ میں داخلہ لے کر حصول علم میں مصروف رہ کر بہ تدریج ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔

ان دنوں امتحانات کے مواقع پر خصوصیت کے ساتھ فقیہ اجل، متکلم اجل، شمس العلما، علامہ، قاضی شمس الدین احمد جعفری جون پوری علیہ الرحمہ بحیثیت ممتحن تشریف لایا کرتے تھے، آپ بھی مع رفقاے درس شریک امتحان رہے، آپ بلا کے ذہین تھے،آپ سے کیے گئے سوالات کا اطمینان بخش جواب پاکر جوہری ممتحن نے جوہر خالص کو پرکھ لیا، معمول کے مطابق اراکین وذمہ داران ادارہ بھی موجود رہے، ان سب کی موجودگی میں فقیہ اجل نے آپ کو آپ کی اعلی قابلیت اور خداداد صلاحیت کے پیش نظر خوب خوب سراہا اور آئندہ بھی خوب محنت سے تعلیم

حاصل کرنے کی تاکید وتلقین کی، مزید ارشاد فرمایا "پڑھو اور استاذ سے آگے بڑھو" اسے اتفاق ہی کہیے کہ اصحاب حل وعقد کی خواہش و اصرار پر علامہ موصوف منظر حق میں تشریف لائے اور طالبان علوم نبویہ کے دلوں میں علوم وفنون کے تئیں پھوٹتی ہوئی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنانے میں ہمہ تن مصروف ہوگیے۔

علامہ موصوف جب ٹانڈہ سے بنارس تشریف لے گیے تو آپ بھی حضور والا کی معیت میں بنارس پہونچے، اعلی تعلیم کے حوالے سے درس نظامی کی جملہ کتب متداولہ مروجہ کی تکمیل جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں ہوئی، اور وہیں ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں آپ فقیہ اجل کے زیر سایہ اپنے وقت کے جید علما و مشائخ کے بابرکت ہاتھوں سے سند و دستار فضیلت کی خلعت فاخرہ سے نوازے گئے، ساتھ ہی عربی فارسی الہ آباد بورڈ سے امتحانات درجات عالیہ (منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل (ادب و دینیات) میں اچھی کامیابی حاصل کی، علامہ موصوف کے علاوہ آپ کے مشہور و معروف اساتذہ کی فہرست میں حضرت حافظ و قاری مفتی زین العابدین ٹانڈوی، حضرت مولانا عبدالجبار بہاری، حضرت مولانا محمد اسحاق ٹانڈوی، حضرت قاری محمد جمیل بہرائچی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

رفقائے درس کے حوالے سے حضرت علامہ مولانا محمد مسلم شمسی بھاگل پوری مقیم ٹاٹانگر جمشید پور، حضرت مفتی محمد شبیر حسن بستوی روناہی (بسڈیلہ والے)، حضرت مولانا روشن ضمیر صاحب، حضرت مولانا محمد سرور صاحب، حضرت مولانا محمد توقیر صاحب کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

حضور شمس العلما کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فراغت کے بعد فوراً آپ نے اپنے مادر علمی

جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس ہی سے اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ ساتھ ہی دارالافتا کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی جسے آپ نے بسر وچشم قبول بھی کیا۔ وہاں آپ تقریبا دو سال تک انتہائی خوش اسلوبی اور نہایت خود اعتمادی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیے۔

۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء کے اواخر میں جامعہ اہل سنت امداد العلوم، مٹھنا کھنڈسری، سدھارتھ نگر بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور اسی عہدے پر فائز رہ کر تقریباً ۳۷/سال تک آپ نے تشنگان علوم و معارف کو اپنے چشمۂ علم و حکمت سے خوب خوب سیراب کیا۔ نتیجتاً ہزاروں کی تعداد میں ایسے جید علما و فضلا کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا کہ دنیائے علم و حکمت انھیں بھی استاذ الاساتذہ، معمار قوم وملت اور سرمایۂ اہل سنت جیسے القابات و خطابات سے یاد کرتی ہے، نیز ان کے بھی تلامذہ بکثرت دار العلوم اور جامعات کی زینت بن کر علم و ادب کی زلف برہم کو سنوارنے میں شبانہ روز مصروف عمل اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں حتی الوسع ساعی ہیں۔

۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰/ جون ۲۰۰۷ء بروز سنیچر گورنمنٹی ملازمت سے سبکدوش ہوئے، اہل وعیال کی خواہش رہی کہ اب آپ گھر ہی پر رہیں لیکن اس وقت ان کی یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہونچی کہ عارف باللہ، واصل الی اللہ، حضرت پیر عبد المتین صاحب علیہ الرحمہ کے نور نظر، لخت جگر، حضرت پیر تنویر احمد محبوبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی حسین وخوب صورت یادگار، دار العلوم شمع اسلام ڈھلمؤ شریف کے ارباب بست وکشاد کے مسلسل اصرار پر آپ وہاں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے، کچھ مہینوں غالباً ۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۰۷ء سے ۲/ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲/ دسمبر ۲۰۰۷ء تک درس و تدریس کے

جوہر لٹائے، اس کے بعد ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۸ء کے اوائل سے ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۱۰ء تقریباً دو سال تک اپنے پہلے مادر علمی دار العلوم منظر حق ٹانڈہ میں دین متین کی خدمت کرتے رہے۔

ادھر اعظم گڈھ سریا کے سلسلۂ نقش بندیہ، مجددیہ اور قادریہ کی عظیم خانقاہ کے زیب سجادہ پیر طریقت حضور سید حامد حسن صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی مدظلہ النورانی کی خواہش پر منظر حق ٹانڈہ سے مستعفی ہو کر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۱۰ء کے اواخر میں دار العلوم غوثیہ حضوریہ خانقاہ سریا شریف اعظم گڈھ تشریف لائے اور قریب رجب المرجب ۱۴۳۵ھ مطابق مئی ۲۰۱۴ء تک سن شیخوخیت میں بھی بلا کسی تساہلی کے مکمل انہماک اور ذمہ دارانہ طور پر اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں لگے رہے۔ اسی درمیان صاحب سجادہ موصوف نے آپ کو سلسلۂ نقش بندیہ، مجددیہ اور قادریہ میں پیری مریدی کرنے، عوام الناس کو مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے، اور صوم و صلاۃ کا پابند بنانے کے ساتھ انھیں عقائد باطلہ کے پیروکاروں سے کوسوں دور رہنے کی تاکید وتلقین کرتے رہنے کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

وقتاً فوقتاً طبیعت کی ناسازی کا معاملہ بھی درپیش ہوتا رہا، اچھی تشخیص اور نبض شناسی میں مہارت رکھنے والے حکما نیز علاج و معالجہ سے متعلق ماہر اور تجربہ کار اطبا کے ذریعہ دواؤں کا استعمال سود مند رہا، ایسے عالم میں آپ وہاں بھی کم وبیش تین سال تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیے، عمر کے تقاضے کے مطابق ضعیفی اپنا پاؤں پسارتی ہی رہی، دن بہ دن نقاہت و کمزوری بڑھتی رہی، از خود اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا، تب ضرورت پڑی مستقل علاج کی، ادارے کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا، اسی وجہ سے آپ وہاں سے بھی

مستعفی ہوئے اور مستقل علاج ومعالجہ میں مصروف ہو گئے۔

بفضلہ تعالیٰ کامیاب اطبا اور معالجین کے سہارے چند ہی دنوں میں آپ صحت یاب ہو گیے اور گھر پر آرام کرنے لگے۔ بی بی سلطان (كلية البنات) بسکھاری متصل کچھوچھہ مقدسہ کے ارباب حل وعقد کو جب آپ کے روبہ صحت ہونے کی خبر لگی تو مسلسل اصرار کر کے آپ کو اپنے ادارے میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر مدعو کیا۔ یہ کوئی ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء کے اوائل کی بات ہے۔ ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ اچانک دوبارہ دل کے دروازے پر کمزوری اور نقاہت کی دستک محسوس ہوئی۔ بلا تامل ادارے کو خیر آباد کہا۔ علاج کے سلسلے میں متعدد بار لکھنؤ کی خاک چھاننی پڑی، بالآخر شفا حاصل ہوئی۔

اس وقت آپ کی صحت کافی اچھی ہے کہ از خود اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، یکہ وتنہا مسجد پہونچ کر باجماعت نماز ادا کرنے، نیز امام کی عدم موجودگی میں امامت کرنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہے، فالحمد للہ علی منہ وکرمہ۔

آپ نے تقریباً ۴۸/سال تک درس وتدریس کے ذریعہ دین متین کی انمول خدمت کی ہے۔ درمیان میں بہت سارے ایسے مراحل بھی درپیش ہوئے جو اس راہ میں رکاوٹ پیدا کر سکتے تھے۔ لیکن تعلیمی راہ کی ناکہ بندی کرنے والی چٹانیں آپ کی کمال ہنرمندی اور حسن تدبیر کے "سیل رواں" میں خس وخاشاک کی مانند بہتی ہوئی نظر آئیں۔

"شیخ الجامعہ" "شمس الجامعہ" "بڑے حضرت" اور "شمسی صاحب" جیسے کلمات آپ کے القابات وخطابات ہیں، خواص تو خواص ہیں آج بھی اگر لوگ ان کلمات کو سن لیں تو فوراً عالم تصور میں آپ ہی کا سراپا پیش نظر ہو گا۔

صوم وصلوٰۃ کی پابندی، تقویٰ، طہارت و پرہیزگاری، رزق حلال، صدق مقال اور خداترسی، وقت کی قدرشناسی، بالخصوص نماز باجماعت کی پابندی آپ کے نمایاں اوصاف میں سے ہیں، اور بلند کردار، عمدہ اخلاق، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، مہمان نوازی، حق گوئی، نیز ان جیسے تمام تر اوصاف حمیدہ آپ کی حیات طیبہ کے اعلی نمونہ ہیں، مجدد ابن مجدد، شبیہ غوث اعظم، تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، محی الدین، آل الرحمن، مفتیٔ اعظم ہند، الشاہ مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت وارادت حاصل ہے۔

نوٹ: حضرت علامہ شمسی صاحب کے تعلق سے مذکورہ معلومات محب محترم حضرت مولانا کلام ازہری صاحب نے فراہم کی ہیں، میں ان کا بے حد ممنون ہوں، مرتب عفی عنہ۔

حج بیت اللہ: اللہ رب العزت نے حضرت معمار ملت کو تین بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

پہلا حج: آپ نے یکم جون ۱۹۹۱ء میں کیا، روانگی ممبئی سے ہوئی تھی، اس حج میں آپ کے ہمراہ آپ کے پرائمری کے استاذ ماسٹر محبوب احمد صدیقی صاحب بھی تھے، ممبئی تک کا سفر سمر اکسپریس سے کیا، گورکھپور ریلوے اسٹیشن پر آپ سے بہت سارے احباب ملاقات کے لیے آئے، جن میں شہزادۂ شارح بخاری حضرت مولانا ڈاکٹر محب الحق صاحب بھی تھے۔

اسی سفر حج کے موقع پر وادی منی میں چند عربی حضرات نے آپ کو دیکھ کر اپنے گھر میلاد خوانی کی دعوت دی، اور مولانا انتظار احمد خان نعیمی جو حضرت کے چہیتے شاگرد اور عقیدت کیش ہیں ان کا بیان ہے کہ والد ماجد بھی اس سفر میں حضرت کے ہمراہ تھے، بارگاہ رسالت میں والد صاحب نے ذرا تیز آواز میں بات کی، جس پر حضرت معمار ملت حد درجہ ناراض ہوئے

، اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا: یہ بارگاہ رسالت ہے، یہاں جنید وبایزید رضی اللہ عنہما بھی سانس روک کر آتے ہیں، قرآن نے اس بارگاہ کا ادب بتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''**لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** ﷺ'' یعنی حضور کی بارگاہ میں آواز بلند نہ کرو اس سے تمہارے اعمال اکارت ہوجائیں گے، بعد میں حضرت نے والد ماجد کو نرمی سے سمجھایا کہ اس باگاہ میں ادب واحترام کے ساتھ رہنا چاہیے، اور بلاضرورت بولنے سے بچنا چاہیے۔

اس سفر میں واپسی پر ممبئی ایئرپورٹ پر پچیس گاڑیوں کے ساتھ آپ کا خیر مقدم اور استقبال کیا گیا تھا۔

دوسرا سفر حج: یہ مبارک سفر ۱۷ر جنوری ۲۰۰۱ء میں ہوا تھا، روانگی ممبئی ہی سے ہوئی تھی۔

تیسرا سفر حج: یہ سفر نومبر ۲۰۰۷ء میں ہوا تھا، اس بار روانگی لکھنؤ ایئرپورٹ سے ہوئی تھی، اس سفر میں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی آپ کے ساتھ حج وزیارت سے مشرف ہوئیں۔

اولاد امجاد: آپ کے اکلوتے فرزند حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی ہیں۔

اوصاف وعادات

صفات ذات کا آئینہ ہوتی ہیں، صفات اچھی تو ذات اچھی، صفات بری تو ذات بری، باطن کا علم تو اللہ رب العزت کو ہوتا ہے، لوگوں کے سامنے تو انسان کا ظاہر ہوتا ہے، اسی لیے باطن میں کچھ بھی ہو، ظاہر اچھا ہے تو سب اچھا ہے، اور اگر کسی کا ظاہر و باطن دونوں بہتر ہوں تو وہی اللہ کا ولی اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوتا ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں، اخلاق کا اطلاق عموماً ظاہری اوصاف وعادات پر ہوتا ہے، نتیجہ ظاہر ہے، کہ جس کے ظاہری اوصاف وعادات اچھے ہیں وہ دنیا کا اچھا انسان ہوتا ہے۔

حضرت معمار ملت کا ظاہر بہت اچھا تھا، آپ کے اخلاق اچھے تھے، آپ کی صفات وعادات اسلاف کی صفات وعادات کا آئینہ تھیں، آپ کا تواضع قابل دید تھا، آپ کی ملنساری قابل رشک تھی، آپ کی ضیافت لاجواب تھی، آپ کا تقویٰ بے مثال تھا، آپ کی صلہ رحمی بے نظیر تھی، میں نے شروع ہی میں کہا تھا کہ معمار ملت جتنا جانتے تھے وتنا عمل کرتے تھے، آپ عالم باعمل تھے، اسی لیے آپ کے عادات واوصاف ایک عالم ربانی کے اوصاف وعادات تھے۔

ذیل میں آپ کے چند اوصاف ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

جان جائے ایمان نہ جائے: حضرت معمار ملت پوری زندگی شریعت وسنت پر مضبوطی سے قائم رہے، آخری عمر میں بھی حتی الوسع شریعت کا دامن پکڑے رہے، آپ اس سلسلے میں اپنی صحت وسلامتی کی بھی پرواہ نہیں فرماتے، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی صاحب اس حوالے سے کئی واقعات ذکر فرماتے ہیں۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب ہم انہیں دل کے آپریشن کے لیے لکھنؤ لے کر گئے تو حاجی

بشیر صاحب کے یہاں قیام کیا، ڈاکٹر نے والد صاحب کو چلنے پھرنے سے منع کردیا تھا، اس لیے میں نے عرض کیا: حضور آپ کو جو کرنا ہو مجھے بتائیں، آپ اپنے جسم پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، تھوڑی دیر بعد جب نماز کا وقت ہوا تو اچانک بستر سے اٹھے اور وضو کے لیے تشریف لے گئے، واپس آئے تو میں نے کہا: حضرت ڈاکٹر نے چلنے پھرنے کو منع کیا، خیر وضو کرہی لیا تو اشارے سے نماز پڑھ لیں، یہ سن کر خاموش رہے، جیسے ہی میں دوسرے کمرے میں گیا آپ نے نماز کی نیت باندھ لی، میں واپس آیا تو دیکھا کہ آپ حالت سجدہ میں تھے، اب جب کہ وہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب تھے میں ان سے کیا کہہ سکتا تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اسپتال میں جب ڈاکٹر نے آپ کو کچھ پرہیز کے بارے میں بتایا تو یہ بھی کہہ دیا کہ آپ روزہ بالکل نہ رکھیں، ورنہ کمزوری بڑھ جائے گی، اتنا سنتے ہی آپ بستر سے بیٹھ گئے، چہرہ سرخ ہوگیا، یہ دیکھ کر اس نے فوراً کہا کہ مولانا صاحب ابھی تو رمضان کے چھ مہینے باقی ہیں، آپ کا پرہیز پہلے ہی ختم ہوجائے گا، روزہ چھوڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ آپریشن سے پہلے کسی نے آپ سے کہا کہ آپریشن کرتے وقت ڈاکٹر سارے بال صاف کردیتے ہیں اور داڑھی بھی صاف کردیتے ہیں، آپ نے فوراً ہی ڈاکٹر کو بلایا اور کہا کہ اگر آپریشن کے لیے داڑھی صاف کرانی پڑے گی، تو میں آپریشن نہیں کراؤں گا، بھلے ہی جان چلی جائے، یہ سن کر ڈاکٹر نے کہا مولانا صاحب ہم بھی دھرم کو جانتے ہیں، آپ بے فکر رہیں، آپ کی داڑھی کا ایک بال بھی نہیں ہٹایا جائے گا، ایسے وقت میں جب کہ جان کی بازی لگی ہوئی تھی تب بھی والد گرامی کے پائے ثبات میں لغزش نہیں تھی، (ماخوذ از مقالہ ''اخلاص واستقامت کے پیکر تھے معمار ملت''، مشمولہ سہ ماہی سواد اعظم سنہ ۲۰۱۳ء)

مذکورہ بالا واقعات حضرت معمار ملت کے تصلب فی الدین پر شاہد ہیں۔

خلوص وللہیت: اخلاص کسی بھی کار خیر کی روح ہے، اس کے بغیر عمل کا کوئی مطلب نہیں ، اسی لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا: "فادعو اللہ مخلصین لہ" (الدین الفاخر: ۱۴۰)

یعنی عبادت اخلاص کے ساتھ ہی ہونی چاہیے، بغیر اس کے عبادت وعادت میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت معمار ملت کی ممتاز خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی ان کا اخلاص تھا، چنانچہ صاحبزادۂ عالی وقار، حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی کا بیان ہے:

''میں نے اپنے والد کے قریب رہ کر کئی چیزوں کو بڑے غور سے دیکھا اور محسوس کیا ہے، ان میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ ہر کام میں خلوص سے شامل ہوتے تھے، معاملہ چاہے جیسا بھی ہو وہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ میں کسی کو دکھانے یا جتانے کے لیے کچھ نہیں کرتا ہوں، میں جو بھی کرتا ہوں اللہ ورسول کی رضا کے لیے کرتا ہوں، بھلے ہی کوئی میرے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے، یا بداخلاقی کرے مجھے کوئی سروکار نہیں'' (مرجع سابق)

یہ آپ کا اخلاص ہی تھا کہ کہیں بھی پروگرام ہوتا تو اپنی گاڑی کر کے جاتے، اور بغیر نذرونیاز لیے واپس آجاتے، چھوٹا پروگرام ہو یا بڑا، ہر جگہ اسی جاہ وجلال سے جاتے، نہ پہلے ہی سے نذرانہ طے کرتے، نہ واپسی میں سلام رخصت کا انتظار کرتے، اور نہ ہی لفافے پر نگاہ رہتی، جو پایا رکھ لیا، آج کل کے پیشہ ور مقررین کی طرح نہیں تھے۔

ایک صاحب کچھوچھہ شریف کے اطراف کے مجھ سے ملے اور بتانے لگے کہ یار! نعیمی صاحب نے پورے جہانگیر گنج اور قرب وجوار کے ماحول کو خراب کر رکھا تھا، میں نے

پوچھا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا: آپ نہ تو نذرانہ طے کرتے تھے نہ ہی نذرانے کا انتظار کرتے تھے، پروگرام میں اخلاص کے ساتھ شامل ہوتے اور خاموشی سے واپس ہوجاتے، آج بھی وہی ماحول قائم ہے، لوگ مقررین کو نذرانہ نہیں دیتے ہیں، اور دیتے بھی ہیں تو نہ کے برابر، میں نے کہا حضرت یہ ماحول خراب کرنا ہے یا ماحول بنانا ہے؟

دینی غیرت: حضرت معمار ملت کی حق گوئی اور بے باکی بے نظیر تھی، کسی سے بھی خلاف شرع کام دیکھتے ٹوک دیتے، چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اس سلسلے میں حضرت کے بڑے چہیتے شاگرد اور ماہنامہ کنزالایمان کے مدیر مسئول حضرت مولانا ظفرالدین برکاتی صاحب اپنا ایک دلچسپ اور نصیحت آموز واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکبر پور کے قریب دوست پور کے ایک گاؤں میں حضرت کے ساتھ ہم نعت خوانی کے لیے گئے، دو نعت خوانوں کے بعد ہماری باری آئی، ہم نے بھوجپوری زبان میں ایک نعت پڑھی جس میں ایک جگہ تھا ''بھولے بھالے نبی ﷺ'' جب ہم یہ نعت پڑھ رہے تھے تو حضرت قیام گاہ پر کھانا تناول فرما رہے تھے، لیکن پوری نعت صرف اس لفظ کی وجہ سے غور سے سنی، جب اسٹیج پر تشریف لائے تو پوچھا کہ کون یہ نعت پڑھ رہا تھا؟ ناظم اجلاس، ہمارے ہم جماعت، آفتاب عالم نے بتایا کہ ظفرالدین صاحب، حضرت نے جب ہمارا نام سنا تو غصے میں آگئے، اور کہا کہ آج کے بعد کبھی بھی بھوجپوری زبان میں نعت مت پڑھنا، تمہیں پتہ ہے کہ تم نے اپنے نبی ﷺ پر کتنا بڑا الزام لگایا ہے، ہم تو خوف کے مارے ایسے دبکے کہ ان کی نظر سے چھپ گئے۔

حضرت نے تقریر شروع کی، خطبہ کے بعد کہا کہ ظفرالدین سامنے بیٹھو، کہاں گئے

؟اب جان چھڑانا مشکل ہوگیا، پھر حضرت نے پوری تقریر ہماری طرف اشارہ کر کے مکمل کی ،اور بار بار کہتے رہے کہ تمہیں پتہ ہے کہ بھولے بھالے کس کو کہتے ہیں ؟ سنو! بھولا بھالا وہ ہوتا ہے جو اس طرح بے حس ہوجائے کہ اس کے سامنے سچ بات کہی جائے تب بھی کوئی اثر نہ لے،اور غلط بات کہی جائے تب بھی اس پر کوئی فرق نہ پڑے،اس کے لیے دونوں پہلو برابر ہوں ،جائز اور حلال کام کیا جائے تو خوشی کا مظاہرہ نہ کرے ،اور ناجائز وحرام کیا جائے تو اسے غصہ نہ آئے ،یعنی حرام وحلال کے سامنے بھی وہ زبان نہ کھولے ،اب بتاؤ ہمارے نبی ﷺ ایسے ہی تھے کہ ناجائز وحرام کام پر بھی آپ کو غصہ نہ آتا ،تاریخ گواہ ہے کہ آپ کو ایسا جلال آتا کہ چہرۂ مبارک سرخ ہوجاتا ،اور تم جھوم جھوم کے گارہے ہو کہ ''بھولے بھالے نبی ﷺ'' یہ نعت نہیں بلکہ جہالت کا نمونہ ہے ،اس بعد کے پوری تقریر اسی طرح کے الفاظ وتعبیرات پر ہوئی۔(ماخوذ از مقالہ ''حضرت مولانا محمد کوثر خان نعیمی ،کچھ یادیں کچھ باتیں،مشمولہ سہ ماہی سواد اعظم دہلی شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء)

مذکورہ بالا واقعے سے حضرت کی غیرت ایمانی ،حق گوئی ،اور محبت رسول ﷺ کی تپش کا اندازہ آسانی سے لگایا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا انتظار احمد خاں نعیمی استاذ دارالعلوم غریب نواز برگدواسیف کا بیان ہے کہ میرے والد ایک بار سفر حج پر حضرت کے ساتھ گئے ،مدینہ طیبہ میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کا وقت تھا ،میرے ابا حضور ذرا بلند آواز سے بول دیئے ،حضرت کی غیرت ایمانی اور عشق رسول ﷺ نے اسے برداشت نہ کیا اور فوراً ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ حاجی صاحب یہ جائے ادب ہے ،یہاں تو بایزید وجنید رضی اللہ عنھما بھی سانسیں تھام کر آتے ہیں

،قرآن نے فرمایا کہ ''لاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی ان تحبط اعمالکم ''یعنی بارگاہ رسالت میں بلند آوازی اعمال کو برباد کردے گی۔

یوں ہی حضرت مولانا ظفرالدین برکاتی صاحب بیان فرماتے ہیں ،کہ اکبر پور سے آگے کسی بستی میں ایک جلسے میں شرکت فرمانے کے لیے حضرت تشریف لے جارہے تھے ،عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ،لیکن کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں نماز ادا کی جائے ،ایک غیر مسلم حلوائی کی دکان میں پہونچے ،اور دکاندار سے مسجد دریافت کی ،اس نے کہا یہاں کوئی مسجد نہیں ہے،اگر چاہیں تو میری دکان میں نماز پڑھ سکتے ہیں ،حضرت نے فرمایا یہاں مورتیوں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں ،ہم یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے ،اس نے ہماری نماز کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے فوراً دیوار پر آویزاں سبھی تصاویر کو اتارلیا ،جب ہم نے نماز ادا کرلی تو پھر دوبارہ دیوار پر لگادیا۔(ماخوذ از سہ ماہی سواد اعظم ص:۴۸،شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء)

پابندئ صوم وصلوٰۃ:ایک عالم بغیر عمل کے جسم بلا روح کے مانند ہے ،اسی لیے بزرگوں نے عالم دین کی تعریف میں عمل کی شرط بھی لگائی، "**العالم ھوالعامل**" کا یہی مطلب ہے۔

حضرت معمار ملت صرف نماز پر تقریر ہی نہیں کرتے تھے بلکہ نماز پڑھتے بھی تھے ،سفر وحضر ہو یا جلوت وخلوت ،مجمع عام ہو یا گوشۂ تنہائی ،ہر جگہ نماز کی پابندی فرماتے تھے ،ابھی حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی صاحب کا بیان گزرا کہ شدید بیماری کی حالت میں جب کہ ڈاکٹر نے زیادہ حرکت کرنے سے منع کردیا تھا تب بھی کامل نماز کی ادائیگی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

پوری رات جلسہ وجلوس میں گزارنے کے باوجود بھی نماز پڑھ کر ہی آرام فرماتے تھے،

میرے عزیز شاگرد، حضرت مولانا عبدالجبار علیمی صاحب نیپال کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت کے ساتھ پچپڑوا کے جلسے میں جانے کا اتفاق ہوا، رات میں شرکت کر کے واپسی کرنی تھی ،حضرت پوری رات جگنے کے باوجود نماز نہیں بھولے اور نماز فجر ادا کر کے ہی جہانگیر گنج کا سفر فرمایا۔

اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے ،وہ ہرجگہ اپنے رب کی بندگی کا خیال رکھتے ہیں ،انہیں سفر کی مشقتیں نماز سے نہیں روکتی ہیں ،شدید بیماریاں اس راہ میں حائل نہیں ہوتی ہیں ،گھریلو دشواریاں ان کے قدموں کی زنجیر نہیں بنتی ہیں۔

ابھی گزشتہ اوراق میں آپ نے مولانا ظفرالدین برکاتی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح حضرت نے ایک حلوائی کی دکان میں نماز عصر ادا فرمائی ،اور سفر میں ہونے کے باوجود بھی نماز کا اعلی اہتمام فرمایا،ظاہر ہے جو انسان سفر میں نماز کا پابند ہو وہ حضر میں نماز کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

ہمیشہ باوضو رہنا: حضرت معمار ملت ہمیشہ باوضو رہتے ،وضو ٹوٹا فوراً وضو فرماتے ،یہ صفت کم ہی لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے۔

نماز کی عملی تربیت: حضرت معمار ملت کے اندر ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جو کہتے وہ کرتے بھی تھے ،اور وہی کرنے کے لیے کہتے بھی تھے ،اور اگر سامعین صرف کہنے سے نہیں سمجھتے تو کر کے دکھاتے بھی تھے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا ظفرالدین صاحب برکاتی کا یہ بیان حد درجہ دلچسپ ہوگا کہ ایک بار حضرت معمار ملت ایک ایسے دیہات میں تشریف لے گئے جہاں کے لوگ نماز سے

حد درجہ غافل تھے ،اذان واقامت کا صحیح طریقہ بھی نہیں معلوم تھا، چنانچہ ایک صاحب آبادی کے اکلوتے نمازی تھے ،اقامت کہنے کھڑے ہوئے تو اذان کی طرح کان میں انگلی ڈال کر اقامت کہنے لگے ،لوگ ان کے اس عمل سے کافی محظوظ ہوئے ،اور ماحول مضحکہ خیز ہو گیا ،حضرت معمار ملت کو اس کی اطلاع ہوئی تو حضرت نے اس دن کے پروگرام میں ڈھائی گھنٹے کی تقریر صرف نماز پر فرمائی، اور سب کچھ کر کے دکھایا۔(سہ ماہی سواد اعظم شمارہ مذکورہ)

نماز میں وقار وطمانیت: اس بھاگ دوڑ بھری زندگی میں اولا تو انسان نماز پڑھتا ہی نہیں ،اور اگر پڑھتا بھی ہے تو بس مشین کی طرح ،بہت سارے حضرات لغویات میں وقت کی اہمیت کا لحاظ نہیں کرتے ہیں مگر عبادات میں ایک ایک منٹ گنتے ہیں ،مسجدوں میں گھڑیوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے ،ہوٹل پر ہوں تو ٹائم کا کوئی لحاظ نہیں ،مگر مسجد میں ایک ایک منٹ شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت معمار ملت ہر ایک کام کو مناسب وقت دیتے ،خاص طور سے جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اسلاف کرام کی یاد تازہ ہوجاتی ،آپ کے ایک چہیتے شاگرد حضرت مولانا محمد اطہر خان مصباحی مدھ نگر بلرامپور آپ کی عبادت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''آپ سفر وحضر میں نہایت ہی مواظبت کے ساتھ نماز پنج گانہ ،فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات ادا فرماتے ،نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو وقار وطمانیت کی ایسی تصویر بن جاتے جسے دیکھ کر ایسا لگتا گویا آپ حدیث رسول ﷺ ''أن تعبد الله كانك تراه ،فان لم تكن تراه فانه يراك'' کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

راقم السطور کو بار بار ہم سفر بننے کی سعادت ملی ہے ،آپ نے ہمیشہ حالت سفر میں ہر نماز

اس کے وقت پر پڑھی ہے، خواہ بس چلی جائے یا ٹرین چھوٹ جائے، آپ بغیر پرواہ کئے نماز پڑھتے، اگر دشواری پیش آتی تو گاڑی بک کر لیتے اور فرماتے تھے کہ میاں حالت سفر میں روزے رکھنا بہت آسان ہے، اس لیے روزے قضامت کیا کرو‘‘۔ (ماہنامہ کنز الایمان شمارہ اپریل ۲۰۱۲ء)

روزمرہ کے معمولات ومشاغل: اس حوالے سے حضرت مولانا اطہر خان مصباحی کا بیان ہے:

’’روزمرہ کا معمول تھا کہ اذان فجر سے قبل بیدار ہوتے، حاجات ضروریہ سے فارغ ہوکر بطریقۂ مسنون وضو فرماتے، اور کوشش یہی رہتی کہ ہر نماز باجماعت ادا کریں، کبھی کبھار نماز فجر اور دیگر نمازیں عذر شرعی اور ضعف ونقاہت کے بنا پر اپنے حجرۂ خاص میں بھی ادا فرما لیتے، نماز سے فارغ ہوکر اوراد وظائف اور دلائل الخیرات شریف پڑھتے، اور اکثر یہ دعا ’’یاحی، یاقیوم ،یااللہ‘‘ کا ورد فرماتے، درس وتدریس سے قبل غسل کرتے اور ناشتہ سے فارغ ہوکر اپنے منصب کی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے پوری تن دہی سے اساتذہ اور طلبہ کے تعلیم وتعلم ودیگر امور کی دیکھ بھال فرماتے، پھر درس کی شروعات کرتے، اوقات درس میں کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی، نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کے بعد ظہرانہ عموماً حضرت مولانا محمد یوسف قادری صاحب کے کمرے میں تمام اساتذۂ کرام کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر تناول فرماتے۔

آپ فرماتے کہ اگر کھانا سب مل کر ایک ہی دسترخوان پر کھایا کریں تو اس کی برکت سے آپسی اختلاف، چپقلش ختم ہوجاتی ہے، پھر مختصر قیلولہ کرتے، عموماً دینی ومذہبی کتابوں

کا مطالعہ فرماتے، بعد نماز عصر جامعہ کے وسیع صحن میں جلوہ بار ہوتے، یہ وقت دعا، تعویذ، اور لوگوں سے ملاقات کے لیے خاص تھا، وقت کے روسا وامرا کو خاطر میں نہیں لاتے، مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی خاص بھیڑ لگ جاتی، جس شخص کے اندر گھمنڈ ہوتا اسے تعویذ ہرگز نہیں دیتے، اور فرماتے کہ میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہوں جو فیس لے رہا ہوں، اگر آپ دین اسلام اور عالم دین کی عزت کرتے ہوئے باادب یہاں آؤ گے تو ہی میں تعویذ دوں گا ورنہ نہیں دوں گا، میں لوگوں کو دعا وتعویذ اس لیے دیتا ہوں تا کہ علما سے ملتے رہو اور ان کی دینی وملی اصلاح ہو سکے۔

شب قدر، شب براءت عبادت وریاضت میں گزارتے، قصبہ کے بااثر لوگ آپ کے ساتھ ہوتے، تہائی رات میں تبرکات کی زیارت کرواتے، اور ان تبرکات حسنہ کے وسیلے سے رو رو کر دعا مانگتے، بعدہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پر حاضری کے لیے روانہ ہوجاتے، اور اذان فجر سے قبل مدرسہ واپس آجاتے۔ (مرجع سابق)

ضیافت وسخاوت: یہ آپ کا خاص وصف تھا، ایک بار جو بھی حضرت کا مہمان بن گیا زندگی بھر آپ کے گن گاتا رہا، آپ ہر خرد وکلاں کی اس کی حیثیت کے مطابق ضیافت ومہمان نوازی فرماتے، حتی کہ نئے طلبہ جب آپ کے ادارہ میں داخلہ کے لیے جاتے تو آپ ان کی بھی بھرپور ضیافت فرماتے۔

چنانچہ آپ کے ایک شاگرد حضرت مولانا محمد رحمت علی مصباحی استاذ جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، قنوج کا بیان ہے کہ جب پہلی بار حضرت کے ادارہ جہانگیر گنج میں داخلہ کی غرض سے حاضر ہوا تو حضرت نے ایسی ضیافت اور کریمانہ برتاؤ فرمایا کہ سفر کی ساری کلفتیں یکلخت بھول گئیں، چنانچہ پہلی ملاقات کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حضرت کی زبان سے سب سے پہلا جملہ نکلا انہیں پانی پلاؤ، پھر خیریت دریافت فرمایا، اور چند جملے ارشاد فرمائے، یقین جانئے کہ وہ جملے نہیں تھے بلکہ سفر کی ساری صعوبتیں اور مشقتیں دور کرنے کے لیے تریاق تھے، ہم ساری صعوبتوں کو بھول گئے، تھوڑی دیر میں یہ احساس ہوا کہ جیسے آج پہلی بار نہیں بلکہ برسوں سے جانتے ہوں، اجنبیت کا کوئی احساس نہیں، اپنائیت ہی اپنائیت تھی، یہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو حضرت سے پہلی بار ملا ہو، وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت کی یہ کریمانہ محبت اور شفقت صرف دور سے آنے والے اور صاحبان ثروت اور بارسوخ کے لیے نہ تھی، سب کے لیے تھی، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، چاہے طالب علم ہو یا عالم دین، ہر ایک کے ساتھ یہ حسن سلوک تھا، یہی وجہ تھی کہ حضرت کے سالانہ بجٹ کا معتد بہ حصہ ضیافت میں خرچ ہوتا تھا، پہلی ملاقات سے ہی ہر آنے والا اپنا غم بھول جاتا اور حضرت کا گرویدہ ہو جاتا، ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا‘‘ (مرجع سابق)

مولانا موصوف مزید فرماتے ہیں:

’’انسان کی زبان دل کا ترجمان ہوتی ہے، حضرت کی زبان میں شیرینی و مٹھاس تھی اور اپنائیت تھی، جس سے آنے والا شخص گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہتا، سفر کی تھکان کو بھول جاتا، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گھنٹوں حضرت کی بات سننے کے باوجود دل کرتا کہ اور سنوں، گھنٹوں سننے کے بعد جب آدمی نکلتا تو وہ یہی سمجھتا کہ یہ جو ہوا وہ کم تھا اور ہر آنے والا شخص یہی تصور کرتا کہ حضرت کو ہم ہی سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ (مرجع سابق)

طلبہ پر شفقت اور ان سے محبت: حضرت کی حیات طیبہ کا اکثر حصہ طلبہ کے ساتھ ہی

گزرا، طلبہ ہی ان کی اولاد تھے، انہیں کو اپنی کمائی اور سرمایۂ آخرت تصور فرماتے تھے، ہمہ وقت ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں رہتے۔

طلبہ سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے سکھ دکھ میں شریک ہوتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، انہیں ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش فرماتے، چنانچہ آپ کے بڑے عزیز شاگرد حضرت مولانا محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ اس حوالے سے اپنے مضمون ’’میرے استاذ معمار ملت‘‘ میں بڑی قیمتی باتیں تحریر فرمائی ہیں، ان کی تلخیص حاضر خدمت ہے۔

’’۲۰۰۱ء میں میں نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جماعت خامسہ میں داخلہ لیا، ۲۰۰۴ء میں میری دستار بندی کے موقع پر حضرت نے شرکت فرما کر میرے لیے خوب دعائیں فرمائیں، پھر ۲۰۰۶ء میں تخصص فی الفقہ کی دستار بندی کے موقع پر بھی شرکت فرما کر دعاؤں سے نوازا، اور جب ۲۰۰۹ء میں شادی کا وقت آیا تو حضرت نے اس وقت بھی شرکت فرمائی، اور خطبۂ نکاح بھی پڑھا، دس منٹ کی تقریر بھی فرمائی، پھر دوسرے دن دعوت ولیمہ میں بھی شرکت فرمائی،‘‘ (کنز الایمان شمارہ اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت معمار ملت کی مصروفیت بھری زندگی دیکھیں، اور ایک شاگرد کے ساتھ آپ کی یہ محبت تو بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ آپ اپنے طلبہ سے کس قدر محبت فرماتے تھے، اور کس طرح ان کی زندگی کے ہر لمحے میں ان کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت کے بڑے معتمد شاگرد حضرت مولانا محمد انتظار احمد خاں نعیمی صاحب کے پاس جو حضرت کے خطوط محفوظ ہیں ان کو پڑھ کر میرے اس دعوی کی مزید تائید ہو جاتی ہے، تبرکا میں

نے ان میں سے چند خطوط کو اس کتاب میں بھی درج کر دیئے ہیں، جس کا مقصد اصلی یہی ہے کہ طلبہ پر آپ کی شفقت وعنایت کے کچھ نمونے نذر قارئین کر دیئے جائیں۔

فراغت کے بعد ایک طالب علم کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ اچھی جگہ کے حصول کا رہتا ہے،، حضرت معمار ملت اپنے طلبہ کو اچھی جگہیں دیتے، ان کی تدریس کا انتظام فرماتے، اور ان کی روزی روٹی کا بھی بندوبست فرماتے، شاید ہی کوئی طالب علم ہو جس نے آپ کی بارگاہ میں جگہ کا سوال کیا ہو اور آپ نے اسے اچھی جگہ نہ عنایت فرمائی ہو۔

طلبہ کی خصوصی تربیت: حضرت معمار ملت اپنے طلبہ کی صرف تعلیم وتدریس ہی پر توجہ نہیں دیتے تھے، بلکہ ان کی تربیت کا بھی بھرپور اہتمام فرماتے تھے، انہیں صحیح غلط اور حق ناحق کی پہچان کراتے، نماز روزہ اور اعمال وعبادت کی مشق کراتے، بزرگوں کے اخلاق وآداب سے آراستہ کرتے، اور ان کے اندر عملی زندگی میں مشکلات کا سامنا کرنے کی جرأت وہمت پیدا کرتے۔

چنانچہ طلبہ سے کہتے: میاں! اسلامی وضع قطع رکھو، ہر چھوٹے بڑے سے سلام میں پہل کیا کرو، اور خود کو اس قدر اسلامی ماحول میں ڈھال لو کہ تمہیں دیکھنے والا تم سے مرعوب ہو جائے، اور تمہاری عزت وقدر کرے، کیوں کہ دولت وشہرت کا حصول بے حد آسان ہے، لیکن عزت کمانا بہت مشکل امر ہے۔ (کنز الایمان اپریل ۲۰۱۲ء)

آپ کے سامنے جب بھی اولاد یا طلبہ کے بارے میں کوئی ایسی بات آتی جو شرعی احکام اور اصول کے خلاف ہوتی تو چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا، عشاء کی نماز کے بعد اساتذہ وطلبہ کو روکتے، کبھی سزا، اور کبھی مواعظہ حسنہ غرضے کہ جس موڑ پر جو طریقۂ کار مناسب لگتا اپنی

صواب دید کے مطابق اپناتے، اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے بارہا طلبہ کی روحانی، ذہنی، علمی، اور عملی تربیت فرما کر ان کا تزکیۂ نفس فرمایا ہے (مرجع سابق مضمون حضرت مولانا محمد اطہر خان مصباحی)

طلبہ سے اکثر فرمایا کرتے تھے، میاں علما کو ایسی جگہوں سے بچنا چاہیے جہاں عام لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوتا ہو، جیسے ہوٹل وبازار، کیوں کہ یہ تہمت کی جگہیں ہیں اور حدیث پاک میں ہے ''اتقوا مواضع التھم ''یعنی تہمت کی جگہوں سے بچو۔ (مرجع سابق)

طلبہ کی تربیت کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے، ہر اچھے کام پر انہیں سراہتے، دعاؤں سے نوازتے، اور انعام واکرام سے ان کی مسرت وشادمانی کا بھرپور سامان پیدا فرماتے۔

حضرت مولانا ظفر الدین برکاتی صاحب جو اس وقت کے نامور قلم کار اور ہر موضوع پر کھل کر لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ملک وبیرون ملک میں مقبول وموقر ماہنامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر مسئول ہیں وہ اپنی اس قلمی لیاقت کو حضرت معمار ملت کی خصوصی توجہ کا نتیجہ مانتے ہیں، چنانچہ مضمون نویسی کا آغاز انہوں نے جامعہ اظہار العلوم جہانگیر گنج میں حضرت ہی کے زیر سایہ رہ کر کیا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی بار آپ نے کسی عربی ماہنامے میں امام سیوطی کی کتاب مستطاب خصائص الکبری سے دو صفحے کے مضمون کا اردو میں ترجمہ کیا اور حضرت کو دکھایا، حضرت نے کئی اصلاحات کیں، اور خوبصورت تحریر میں لکھنے کو کہا، انہوں نے ایسا کیا، اور حضرت کی اصلاح وارشاد کے مطابق آپ نے اس مضمون کو ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں چھپنے کے لیے بھیجا، یہ مضمون ۲۰۰۱ء کے کسی شمارے میں شائع ہوا، اس سے مولانا برکاتی صاحب کا حوصلہ بڑھا،

پھر دھیرے دھیرے قلم میں زور پیدا ہوتا گیا، اور آج آپ کی قلمی صلاحیت سب کو معلوم ہے۔

یہ حضرت معمار ملت کی تعلیم وتربیت کی ایک ہلکی سی جھلک تھی، اس طرح سے نہ جانے کتنے پتھر تھے جنہیں تراش کر آپ نے کوہ نور بنا دیا تھا۔

طلبہ غلطی کرتے تو بر وقت اصلاح فرماتے، اس سلسلے میں حضرت مولانا ظفر الدین صاحب کا واقعہ ابھی گزرا کہ کس طرح حضرت نے ان کی بھوجپوری نعت میں واقع جملہ ''بھولے بھالے نبی'' پر ان کی اصلاح فرمائی۔

یوں ہی ایک سفر میں حضرت مولانا ظفر الدین صاحب برکاتی نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ جب ہم دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے تو ہم نے مچھلی کا سر منہ سے لگایا، لیکن کانٹے کے خوف سے الگ رکھ دیا، حضرت نے دیکھا تو اٹھا لیا، پھر فرمایا کہ اسے پھینکتے ہو! پتہ ہے جنت کی پہلی غذا یہی مچھلی کا مغز ہوگا، اس کے بعد اس کو کھا گئے، یہ دیکھ کر ہم پہلے تو شرمندہ ہوئے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے اور پھر حد درجہ متاثر ہوئے کہ مچھلی کے مغز کی اہمیت اپنی جگہ لیکن حضرت نے جو کردار پیش کیا وہ قابل تقلید ہے۔ (سہ ماہی سواد اعظم، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء)

حضرت مولانا انتظار احمد خان نعیمی صاحب کے پاس حضرت کے جو خطوط ہیں ان کو پڑھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت کس طرح سے اپنے طلبہ کی خاموش تربیت فرماتے تھے، چند خطوط اس کتاب میں بھی تبرکاً درج کر دیئے گئے ہیں۔

چنانچہ آپ اپنے ایک خط میں مولانا موصوف کو قیمتی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے عزیز! دنیاوی علوم، دنیاوی معاملات اور نظام دنیا سے متعلق اگرچہ کھلم کھلا نقصان ہو، ماں باپ پر اعتراض، تنقید، ناگواری نہیں کرنا چاہیے، بلکہ نقصان نظر آئے، اور

اطاعت سمجھ کر تسلیم کرے تو برکت بھی ہوتی ہے، اور آپ کو بھی اسی نظریے پر قائم رہنا چاہیے۔ (سواد اعظم ۲۰۱۳ء)

اولاد پر دین کو ترجیح: ایک مرد مومن کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ دین ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہے، حضرت معمار ملت کی بھی یہی شان تھی، اکثر اپنے بچوں سے دور رہ کر تبلیغ وتدریس میں ڈوبے رہتے، چنانچہ حضرت مولانا انتظار احمد نعیمی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت سے عرض کیا کہ حضور آپ اپنے گھر بار اور اولاد کے لیے بھی تو کچھ سوچا کریں، ان کے لیے بھی کچھ کیا کریں تو فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے لیے دین پسند کیا ہے اور اپنی اولاد کے لیے بھی دین ہی پسند کرتا ہوں، اور اس سے بڑی چیز میں ان کے لیے کیا چھوڑ سکتا ہوں۔'' (سہ ماہی سواد اعظم ۲۰۱۳ء)

حضرت معمار ملت نے دین کو اپنی اولاد پر ترجیح دی تو آج آپ کی اولاد بھی دین دار ہیں، آپ کے اکلوتے فرزند حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی صاحب ہیں، جو ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، اور تقوی اور دین داری میں حضرت معمار ملت کا عکس جمیل، آپ کے اخلاص اور بے نیازی ہی کا نتیجہ ہے کہ اپنے ابا حضور کے سالانہ عرس کے موقع پر بڑی سادگی کے ساتھ بس مزار پر ایک چادر ڈال کر عرس منا لیتے ہیں، معتقدین سے کہتے ہیں، جو پیسہ چادر گاگر میں خرچ کرنا ہے اسے غریبوں میں تقسیم کر دو، حضرت معمار ملت کی روح اس سے زیادہ خوش ہوگی۔

احترام اکابر: مشہور مقولہ ہے ''مخدوم بننے سے پہلے خادم بننا پڑتا ہے'' اس دنیا میں بڑا وہی ہوتا ہے جو بڑوں کے ساتھ چھوٹا بن کر رہتا ہے، حدیث شریف میں ہے ''**من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا**'' (ترجمہ) یعنی چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی

توقیر سنت رسول ﷺ ہے۔

اس خصوص میں حضرت معمار ملت کا جواب نہیں ،آپ ایک مقتدر شخصیت تھے، ہزاروں معتقدین تھے،مقبولیت کی ایسی منزل پر فائز تھے کہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کا دماغ آسمان پر ہوتا ،مگر حضرت کا معاملہ ہی کچھ اور تھا ،چھوٹوں کو دیکھتے تو سراپا شفقت بن جاتے ، بڑوں کو دیکھتے تو پیکر تکریم بن جاتے ،اکابر کی ایسی تعظیم فرماتے کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے ،آپ کے صاحبزادۂ عالی وقار حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی کا بیان ہے کہ ''والد صاحب کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے سبھی اساتذۂ کرام کے ہاتھوں کو چوما کرتے تھے، چاہے وہ ابتدائی استاذ ہوں یا کتب حدیث کے استاذ ہوں،سب کی عزت کرتے ،اور کہتے کہ جو استاذ کی عزت کرتا ہے وہ زمانے میں کامیاب ہوتا ہے'' (سہ ماہی سواد اعظم ۲۰۱۳ء)

جامعہ کے سالانہ جلسوں اور امتحانوں میں اپنے اساتذہ کو ضرور بلاتے ،بالخصوص حضور شارح بخاری تقریباً ہر تقریب کی زینت بنتے ،اپنے اساتذہ کو دیکھ کر آپ کا دل کِھل اٹھتا ،ان کے ساتھ اپنے شاگردوں کے سامنے ایسی نیاز مندی کا مظاہرہ فرماتے کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے۔

حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ کا بے حد احترام فرماتے تھے ،انہیں وقتاً فوقتاً دعوت محبت دے کر جامعہ میں بلاتے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے ،ایک بار حضرت بحر العلوم جامعہ میں جامع مسجد قادریہ کے جلسے میں تشریف لائے ،حضرت معمار ملت اپنے روایتی بیٹھک میں تخت نشیں تھے ،حضرت بحر العلوم سادگی کے ساتھ اندر داخل ہوئے ،کسی نے آپ کو پہچانا نہیں ،جب بالکل قریب پہونچ گئے تو حضرت معمار ملت

کی نظر پڑی ،جلدی سے اٹھے ،اور آگے بڑھ کر دست بوسی کی ، پھر طلبہ کی بھیڑ لگ گئی ،سب دست بوسی کرنے لگے ،کسی نے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کی کہ یہ کون حضرت ہیں ،بس سب اس لیے دست بوسی کرتے رہے کہ حضرت معمار ملت نے ان کی دست بوسی کی تھی (منقول از مولانا ظفر الدین برکاتی دہلی)

بلاشبہ یہ تکریم اکابر کی بڑی شاندار مثال تھی ،ساتھ ہی اس میں طلبہ کے لیے تعظیم اکابر کی ترغیب بھی تھی۔

تکریم والدین: تکریم اکابر ہی کے ضمن میں والدین کی توقیر وتبجیل بھی آتی ہے ،آپ والدین کے ساتھ ایک سعادت مند بیٹا بن کر پیش آتے ،ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ،اور بایں جاہ وجلال ان کے سامنے بچھ جاتے۔

چنانچہ اپنے ایک مضمون میں آپ اولاد پر والدین کے حقوق کے تعلق سے فرماتے ہیں ''اولاد کا فرض ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کرے ،اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے ، چلنے پھرنے ،اور بات چیت کرنے میں ان کا ادب ملحوظ رکھے ،اپنے ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے ،ماں باپ کی نافرمانی سے بچے ، اپنے ماں باپ کی خدمت کرے اور ان کی خدمت اپنے حق میں سعادت سمجھے ،اپنے ماں باپ کو خوش رکھے کہ ماں باپ کی خوشنودی اور رضامندی سے خدا خوش ہوتا ہے اور ان کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے ،اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ،اور ان کے احسانات کو فراموش نہ کرے ،ماں باپ کو اپنے لیے خدا کی نعمت سمجھے اور ان کی قدر کرے اور ان سے محبت کا برتاؤ کرے ،کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے ان کا دل دکھے ،اور ان کی زبان سے بد دعا نکلے اور اولاد کی بربادی کا باعث بنے اور ان کے

انتقال کے بعد ان کے لیے دعا و استغفار کرے اور ان کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرے
۔(مقالہ باتیں جو حیات کے لیے آب حیات ہیں، مشمولہ کنزالایمان اپریل ۲۰۱۲ء)

والد محترم کا کس درجہ احترام فرماتے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد اطہر خان مصباحی بلرامپوری کے اس بیان سے لگائیں، فرماتے ہیں:

''حضرت نعیمی صاحب قبلہ تین بھائی ہیں، اور تینوں الگ الگ، لیکن آپس میں لین دین اور صلہ رحمی کے معاملہ میں الگ ہونے کا کوئی تصور نہیں گزرتا، آپ سب کے مراتب اور ان کے بچوں کے جذبات کا خاص خیال رکھتے، آپ جب گھر پہونچتے تو سب سے پہلے اپنے والد محترم سے ملتے، ان کی ضرورت، خواہش اور پسند کی چیزیں پیش کرتے، پھر پیر دبا کر حق پسری ادا کرتے۔(کنزالایمان اپریل ۲۰۱۲ء)

احترام سادات: حضرت معمار ملت سادات کرام کا بے حد احترام فرماتے، اس بارے میں حضرت مولانا رحمت علی مصباحی کا یہ بیان دیکھیں، فرماتے ہیں:

''ایک سید کا کیا احترام ہونا چاہیے، حضرت کی ذات اس کے لیے نمونہ تھی،، خانقاہ بلگرام شریف، خانقاہ بیجاپور کرناٹک، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ وغیرہ کے سید زادوں کو پوری عقیدت و احترام کے ساتھ دینی تعلیم سے آراستہ کرنا، ان کے لیے الگ وقت مقرر کرنا، خود ان کے کمرے میں جا کر پڑھانا، ان کے کھانے پینے، رہنے، سہنے کا اپنے سے بہتر انتظام کرنا، اور خود ایک شاگرد کے پیچھے دست بدستہ چلنا ہم شاگردوں کے لیے اہل بیت اطہار کی تعظیم و توقیر کے تعلق سے بہتر نمونہ ہے۔(کنزالایمان، اپریل ۲۰۱۲ء)

ذوق مطالعہ: مطالعہ ہی سے انسان کو علمی غذا ملتی ہے، اس کے بغیر انسان کے اندر

علمی گہرائی و گیرائی آ ہی نہیں سکتی، اسی لیے ہمارے بزرگوں نے اس پر بہت زور دیا ہے، عملاً بھی اور قولاً بھی، حضرت معمار ملت زمانۂ طالب علمی ہی سے مطالعۂ کتب کے بے حد شوقین تھے، یہ شوق تاحیات باقی رہا۔

مطالعہ آپ کے معمولات میں شامل تھا، دوپہر قیلولے کے لیے جب بستر پر جاتے تو عموماً کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے محو استراحت ہوتے، آپ کے مضامین و مقالہ جات کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح سے اہل سنت و جماعت کی ہر چھوٹی بڑی کتاب آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔

آپ کی حیات میں شائع ہونے والے اخبارات و مجلّات بھی آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا ظفرالدین برکاتی صاحب کے بیان کے مطابق آپ کے یہاں روزنامہ اردو سہارا، ماہنامہ اشرفیہ، ماہنامہ کنزالایمان، عربی میں الرائد، اور البیان وغیرہ پابندی سے آتے تھے، اور حضرت ان کا مطالعہ فرما کر اپنے ذوق مطالعہ کو تسکین فراہم کرتے تھے۔

جامعہ اظہارالعلوم میں حضرت نے اپنی نگرانی میں ایک عظیم الشان لائبریری کی بنیاد رکھی، جس میں اپنے ذوق کے مطابق عربی، فارسی، اور اردو کی کتابوں کا ذخیرہ جمع فرمایا، ساتھ ہی ہزاروں درسی کتابیں فراہم کر کے طلبہ کے پڑھنے کے لیے شاندار انتظام فرمایا۔

اس لائبریری کا انتظام و انصرام آپ کے چہیتے شاگرد حضرت مولانا محمد یعقوب نعیمی صاحب قبلہ دیکھتے ہیں، حضرت کے پاس ذاتی کتابوں کا بہت شاندار ذخیرہ موجود تھا، جس میں فقہ و فتویٰ اور تصوف کی بہت ساری کتابیں ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی سے رابطہ ہوا تو حضرت نے مندرجہ ذیل کتابوں کا نام بطور مثال بتایا: فتاوی رضویہ

، بہار شریعت ، فتاوی عالمگیری ، فتاوی شامی ، کشف المحجوب ، قوت القلوب ، غنیۃ الطالبین ، احیاء العلوم ، مکاشفۃ القلوب ، مثنوی مولانا روم ، وغیرہ۔

ظرافت ومزاح: حضرت معمار ملت زاہد خشک نہیں تھے، بلکہ سماج ومعاشرے سے جڑے ہوئے ایک زندہ دل انسان تھے، حد بھر ظرافت ومزاح فرماتے جو عیب نہیں بلکہ ایک زندہ دل انسان کی علامت ہے، حضرت معمار ملت کے اندر یہ خوبی بھی پائی جاتی تھی، مگر اس خوبی سے آپ نے ہمیشہ اصلاح وارشاد کا کام لیا ہے، کبھی کسی کی دل آزاری نہیں فرمائی۔

چنانچہ اس حوالے سے حضرت مولانا ظفرالدین صاحب نے اپنے مقالہ ''حضرت مولانا کوثر خان نعیمی ، کچھ یادیں کچھ باتیں'' میں دو بڑے دلچسپ واقعات درج کیے ہیں، ناظرین کی تفریح طبع کے لئے میں انہیں کے الفاظ میں ان دونوں واقعات کو نقل کر رہا ہوں۔

پہلا واقعہ: ۱۹۹۸ء میں ہم جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج میں داخل ہوئے ، جماعت ثانیہ میں ہمارا داخلہ ہوا ، داخلہ امتحان اس کے صدر المدرسین، استاذ گرامی، حضرت مولانا محمد کوثر خان نعیمی بلرامپوری صاحب قبلہ نے لیا، انہوں نے پہلا سوال کیا کہ اس چھت سے اس چھت پر بندر ''کودی'' کون فعل ہے ؟ ہم چکرا گئے ، لیکن میزان ومنشعب ایسا یاد تھا کہ کھڑے کھڑے اس وقت سنا دیتا تھا ، اب بھول گیا ، ہم نے باب کرم یکرم سے ''کادیکود'' کی گردان لگائی تو اسم تفضیل مؤنث ''کودیٰ'' جوں ہی زبان پر آیا کہ بول پڑا ''فعل نہیں ، اسم ہے'' حضرت نے فرمایا کہ زیادہ کودنے کی ضرورت نہیں ، دوسرے سوال کا جواب دے دو پھر اچھلنا ، حضرت نے کہا ''البرد نہاناعن الغسل'' کا ترجمہ کرو ، ہم دوبارہ چکرا گئے کہ اب کیا ہوگا ؟ ہم نے سوچا کہ دونوں طرف عربی ، بیچ میں اردو کہاں سے آ گئی

؟ اس کا مطلب ہے کہ ''نہانا'' عربی ہے، لیکن جواب نہیں بن پڑا تو حضرت نے پوچھا کہ امرونہی پڑھا ہے؟ ہم نے جواب دیا جی ! حضرت نے کہا کہ نہیٰ فعل ماضی کی گردان کرو! ہم نے گردان لگانی شروع کی ، پھر جوں ہی جمع متکلم ''نہینا'' پر پہونچا تو خوشی آتے آتے رہ گئی اور خاموش ہو گیا، حضرت نے کہا کہ ضمیر متصل اور منفصل منشعب کے کس باب میں ہے؟ ہم نے کہا کہ یہ تو نحو میر میں ہم نے پڑھا ہے، تو حضرت نے ایک کاغذ پر دائیں طرف ''نھی'' اور بائیں طرف کچھ دور پر ''نا'' لکھ کر کہا کہ دونوں کو جوڑ کر بتاؤ کہ معنیٰ کیا ہوگا ؟ ہمارا دماغ کھٹکا ، فوراً جواب دیا کہ ''ٹھنڈی نے ہم کو نہانے سے روک دیا'' حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ محنت سے ضرور پڑھے ہو لیکن ابھی سب کچھ سمجھنا باقی ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت نعیمی صاحب قبلہ سارا کام اردو میں کرتے تھے اور پتہ وغیرہ ہندی میں ہی لکھتے تھے ، اور فون نمبر بھی ۹۸۹۱ کر کے بتاتے تھے ، 9891 کوئی کہتا تو جھاڑ دیتے کہ بڑا انگریزی جھاڑتا ہے ، ہمارے ایک دوست تھے امیر احمد رضوی ، ان کی پوری تعلیم اسکول میں ہوئی تھی ، باضابطہ سافٹ ویئر انجینئر تھے ، جب کہیں کہیں اس فن کے انجینئر پائے جاتے تھے ، وہ اس وقت رائے بریلی میں تھے اور ہم کو ہمیشہ خط لکھا کرتے تھے ، مگر اردو الفاظ کو انگریزی الفاظ میں جیسے ، Hum Khairiyat Se Hain, Aap ka kya hal hai ?

جب پہلا خط آیا تو نعیمی صاحب نے بلایا کہ تمہارا یہ خط انگریزی میں آیا ہے ، تم کو انگریزی آتی ہے ؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں ، حضرت نے فرمایا کہ تو پھر بے وقوف کون ہے ؟ خط لکھنے والا ، کہ وہ کہ جس کو خط بھیجا گیا ہے ؟ ہم نے منہ کھول دیا کہ نہ خط بھیجنے والا بے وقوف ہے ، نہ

خط پانے والا، ہم اس کو پڑھ نہیں پائیں گے تو کسی سے پڑھوالیں گے، حضرت نے فرمایا کہ پڑھنے یا پڑھوانے کے بعد جواب لکھنا تو یہ بھی لکھنا کہ اب اردو میں خط لکھا کرو، اردو نہیں آتی تو کسی سے لکھوالیا کرو، ہم نے عرض کیا کہ اس نے انگریزی میں لکھا ہے تو ہم جواب بھی انگریزی ہی میں دیں گے۔

اس خط کو لے کر آیا، پڑھنا شروع کیا تو پہلے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کیوں کہ اردو زبان کو رومن انگلش میں لکھا گیا تھا، جیسے ہی سمجھ میں آیا، پورا خط پڑھ گیا، اب مسئلہ تھا کہ جواب کیسے لکھوں؟ ہماری تحریر تو بڑی لاجواب تھی، ہمارے کمرے میں ہمارے ہی ضلع کشی نگر (یوپی) کے محبوب بھائی تھے جو ۲۰۰۷ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فارغ ہو کر مولانا محبوب عالم مصباحی ہو چکے ہیں، ان کی اردو، عربی، ہندی، انگریزی، ہر ایک زبان کی تحریر خوب صورت تھی، ان سے اس خط کا جواب لکھوایا، پھر حضرت نعیمی صاحب کو پڑھ کر سنا دیا، حضرت نے سننے کے بعد قہقہہ لگایا اور کہا "بے وقوف را بے وقوف می شناسد" اور ہم کو بھی بے وقوف بنا دیا اردو کو انگریزی میں لکھ کر۔

باب دوئم

نمایاں خدمات

تدریسی خدمات

حضرت معمار ملت کی زندگی کا بیشتر حصہ تدریس میں گزرا، آپ نے ۱۹۷۲ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک کم وبیش ۴۰ رسال تک تدریسی خدمات انجام دیئے ،آپ نے صرف مسجد ومدرسہ کی تعمیر نہیں کی ہے بلکہ بہت سارے بےنور پتھروں کو تراش کر کو نور بھی بنانے کا کام کیا ہے،آپ کے تلامذہ میں ایک سے بڑھ کر ایک ذی استعداد، باصلاحیت اور لائق وفائق اساتذہ ،قابل علما اور معروف ومقبول مشائخ طریقت نظر آتے ہیں۔

ذیل میں حضرت کی تدریسی زندگی پر معلومات کے مطابق روشنی ڈالنے کی کوشش کررہا ہوں۔

جامع مسجد قصاب پورہ فیض آباد میں : کچھ دنوں تک دارالعلوم فاروقیہ میں معین المدرسین کے طور پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد اپنے استاذ ومربی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی نشان دہی پر آپ جامع مسجد قصاب پورہ فیض آباد میں خطیب وامام کی حیثیت سے تشریف لے گئے ، وہاں پر مکتب کے بچوں کو بھی پڑھاتے تھے ،حضرت کی شاہین صفت طبیعت پرائمری کے بچوں کی تدریس سے اکتا گئی ،اس کا ذکر آپ نے اپنے استاذ حضور شارح بخاری سے کیا ،اور عرض کیا کہ حضور کوئی قاعدے کا مدرسہ ہو تو جگہ عنایت فرمائیں جہاں پر میں فوقانیہ وعالیہ کے طلبہ کو بڑی کتابیں پڑھا سکوں ،حضور شارح بخاری نے ارشاد فرمایا کہ مولانا! مکتب کی تعلیم بنیادی تعلیم ہوتی ہے ،اس سے صلاحیت نکھرتی ہے ،طلبہ کی تدریس میں جس صبر وتحمل کی ضرورت ہوتی ہے مکتب کی تعلیم سے وہ صبر وتحمل بہت جلد حاصل ہو جاتا ہے ،حضور شارح بخاری نے فرمایا کہ آپ کو حیرت ہوگی کہ تدریسی زندگی کی ابتدا علامہ

ارشد اور میں نے بھی مکتب سے کی ، میں ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے اساتذۂ کرام نے بھی اپنی تدریسی زندگی کا آغاز پرائمری کی تعلیم وتدریس سے کی ہے۔

حضرت کے اطمینان دلانے پر آپ وہاں پر ۶ رمہینے تک امامت وخطابت اور تدریسی کام کرتے رہے۔

دارالعلوم ندائے حق جلالپور امبیڈکر نگر میں : فیض آباد سے آپ ندائے حق ،جلال پور تشریف لے گئے ، یہ آپ کی تدریس کا نہایت زریں دور تھا ،اس ادارہ میں آپ کو دو عظیم عبقری شخصیتوں کے ساتھ تدریس کا شرف حاصل ہوا ،ان میں سے ایک صدرالعلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی ، سابق پرنسپل وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی ذات ستودہ صفات ہے ،اور دوسری عظیم ہستی آپ کے استاذ ومربی حضور شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی ہے۔

ان دونوں حضرات کے ساتھ تدریس سے آپ کے اندر اعلیٰ تدریسی لیاقت اور خود اعتمادی پیدا ہوگئی ،علمی زندگی کے ساتھ عملی زندگی میں زبردست انقلاب رونما ہوا ،ذہن ودماغ میں موجود دعوتی وتبلیغی جذبے کو تقویت ملی۔

آپ ہی کی مخلصانہ گذارش پر حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ جامعہ انوار القرآن بلرامپور سے ندائے حق ،جلال پور میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے ،جس کی تفصیل حضرت معمار ملت خود ہی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’ایسے ہی جامعہ انوار القرآن بلرامپور سے جب دل اچاٹ ہوا تو میں نے ندائے حق جلال پور میں تشریف لانے کی گذارش کی ،تو غایت کرم سے نوازتے ہوئے منظور فرمالیا، برادرم

مولانا حافظ عبدالحق صاحب اور مولانا انصار الرضا صاحب کو پہلے بھیج دیا، جب ان لوگوں نے بھی اطمینان کا اظہار کر دیا تو ۳؍جون ۱۹۷۵ء کو حضرت جلال پور رونق افروز ہوئے، لیکن یہی کرم اس وقت غضب سے بدل گیا جب کچھ دعوتوں میں حضرت کے ساتھ دیوبندی مولویوں کو بھی مدعو کیا گیا، اپنے تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کی بنا پر حضرت داعی کے گھر نہیں گئے، داعی نے اپنی جہالت سے برا اثر لیا'' (معارف شارح بخاری ص ۳۱۵)

جلال پور میں حضرت معمار ملت کی مدت تدریس چار سال ہے۔

یہیں پر آپ کے ساتھ معروف عالم دین حضرت علامہ عبیدالرحمٰن رشیدی سجادہ نشین خانقاہ رشیدہ جونپور بھی مصروف تدریس تھے۔

جامعہ اظہارالعلوم جہاں گیر گنج میں: مولانا ظفرالدین کے مطابق دیار مخدوم کچھوچھوی اشرف میں کچھوچھہ شریف جو تارک السلطنت، غوث العالم، میر اوحدالدین سید مخدوم اشرف کچھوچھوی کی روحانی سلطنت کی راجدھانی ہے اسی سے ۲۲؍کلومیٹر دور مشرق میں ایک مشہور قصبہ ہے، جس کا نام جہاں گیر گنج ہے، یہاں کے مسلمان کپڑے کی صنعت سے جڑے ہوئے ہیں، محنتی لوگ ہیں اس لیے عموماً خوش حال ہیں۔

اسی آبادی کے کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان نے ۱۹۲۷ء میں ایک مکتب کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد جہانگیر گنج اور قرب وجوار کے بچے، بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا، اس ادارے کی بنیاد اخلاص اور دین داری پر قائم تھی، اس لیے جلد ہی ترقی کر کے باضابطہ مدرسہ بن گیا۔

شروع میں شعبۂ حفظ کا قیام عمل میں آیا، اس شعبے میں ایک تجربہ کار نابینا حافظ صاحب تدریسی فرائض انجام دیتے تھے، جن کا نام حافظ نذیر احمد ادروی تھا، پرائمری درجات کی تعلیم

حسب سابق جاری تھی، درجۂ پنجم تک کی تدریس حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کے ذمہ تھی، جسے آپ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نبھاتے تھے، بعد میں حالات بدلتے رہے، مدرسہ میں اتار چڑھاؤ آتے رہے، حضرت مولانا عبدالحئی صاحب اپنے آبائی گاؤں ''پٹی بھیاؤں'' میں تعلیم وتدریس کا کام دیکھنے لگے، اور حافظ صاحب موصوف جہانگیر گنج سے قریب بستی ''نیواری'' میں واقع ایک قدیم ادارہ مدرسہ برکت العلوم میں حفظ کی تدریس کا کام انجام دینے لگے۔

ان دونوں حضرات کے یہاں سے جانے کے بعد مدرسہ جیسے تیسے چلتا رہا، دیگر مدارس کی طرح یہاں بھی تعلیم وتعلم کا سلسلہ چلتا رہا۔

دارالعلوم انوارالقرآن سے فراغت کے بعد تقریباً ۵؍سال تک جامع مسجد قصاب پور فیض آباد، اور ندائے حق جلال پور، امبیڈکر نگر جیسے اداروں میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے بعد ۱۹۷۷ء میں آپ پہلی بار جامعہ اظہارالعلوم جہانگیر گنج میں تشریف لائے، آپ کی آمد جامعہ کے لیے نیک فال ثابت ہوئی، ایسا لگ رہا تھا کہ جامعہ کی ہمہ جہت ترقی آپ کے قدوم میمنت لزوم کا انتظار کر رہی تھی، آپ یہاں صدرالمدرسین کی حیثیت سے تشریف لائے، اس وقت یہ مدرسہ باضابطہ رجسٹرڈ نہیں تھا، آپ نے ۱۹۷۸ء میں اس ادارہ کو جامعہ عربیہ اظہارالعلوم، جہانگیر گنج کے نام سے رجسٹرڈ کرایا، ۱۹۷۹ء میں الہ آباد عربی فارسی بورڈ یوپی سے اس کا الحاق کرایا، اور پھر مستقل منظوری بھی مل گئی، دور اول میں آپ کے ساتھ مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام جامعہ کے تدریسی اسٹاف میں شامل تھے۔

استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ محمد امام الدین مصطفوی کشی نگر، حضرت علامہ محمد سلطان صاحب عرف سلطان جی، حضرت قاری عبدالرشید صاحب رحمانی مصباحی، حضرت مولانا محمد شمیم

اختر مصباحی جھونسوی ،حضرت مولانا اظہار المصطفیٰ ادروی ،حضرت مولانا عبدالستار مصباحی صاحب۔

آپ کی آمد سے قبل جامعہ کا نظام تعلیم بہت زیادہ اطمینان بخش اور معیاری نہیں تھا،مگر آپ نے آتے ہی ادارہ کی تعمیری ترقی کے ساتھ تعلیمی بہتری کی طرف بھی توجہ فرمائی ،نظام امتحان، نظام داخلہ، اور نظام تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، اس طرح سے آپ کی ذات بابرکات اس ادارے کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی، اور جامعہ تعلیم ،تعمیر، اور تربیت کے میدان میں برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھنے لگا ، پہلے ہی سے آپ کی تدریسی لیاقت سے طلبہ متاثر تھے، اس لیے آپ کے یہاں آنے کے بعد طلبہ کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ بھی ہوا۔

جامعہ عربیہ اظہار العلوم میں آپ کا دور اول ۹ر سالوں پر مشتمل ہے۔

جامع العلوم انٹیا تھوک میں : شہزادۂ معمار ملت، حضرت مولانا محمد جیلانی مصباحی کے مطابق ۱۹۸۸ء میں ادارہ کے ارباب حل وعقد سے وقتی نااتفاقی کے سبب حضرت جامع العلوم انٹیا تھوک میں تشریف لے گئے، جہاں پر دو ماہ تک تدریسی خدمات انجام دیئے، اس کے بعد آپ کو جامعہ انوار العلوم تلشی پور سمیت کئی معیاری اداروں سے تدریس کی دعوت آئی، مگر آپ نے اپنے دیرینہ رفیق حضرت مولانا قاری محمد شفیق خاں نعیمی کی دعوت محبت کو ترجیح دی اور قاری صاحب کی نظامت میں چلنے والے ادارہ دار العلوم افضل المدارس ملدہ میں تشریف لائے ،جہاں پر چار سال تک تدریسی خدمات انجام دیئے۔

جامعہ اظہار العلوم میں دوبارہ آمد: ۱۹۹۳ء میں ایک بار پھر جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج کے ارباب بست وکشاد کی دعوت واصرار پر وہاں تشریف لے گئے۔

دور اول میں آپ نے یہاں کے تعلیمی نظام کے جو خطوط متعین فرمائے تھے، دوبارہ انہیں خطوط پر تعلیمی ڈھانچے کو ایستادہ کیا، اور آپ کی تدریسی وتعمیری سرپرستی میں علم کا کارواں ایک بار پھر سے بڑی تیزی کے ساتھ چل پڑا۔

دور اول ہی میں آپ نے ۱۶ر کمرے، ایک وسیع ہال، باورچی خانہ، اور پاسبان خانہ پر مشتمل ایک شاندار بلڈنگ کی تعمیر کرائی تھی ،جس میں طلبہ کی رہائش اور درس گاہ دونوں کا نظم تھا ،دور ثانی میں آتے ہی حضرت نے اس بلڈنگ کی تزئین وآرائش اور پلاسٹر وغیرہ کا کام کرایا۔

یہاں پر معیاری کتب کی فراہمی کے لیے آپ نے ایک شاندار لائبریری قائم فرمائی ،جس میں درسی وغیر درسی کتب کا شاندار ذخیرہ جمع فرمایا، ڈھائی سو سے زائد طلبہ اسی لائبریری کی کتابوں سے استفادہ کر کے خود کو علم وفضل کی دولتوں سے مالا مال کر رہے ہیں۔

آپ کی آمد سے قبل یہاں پر حفظ وقرأت کی دستار بندی کا باضابطہ اہتمام نہ تھا، بس یوں ہی ہو جایا کرتی تھی ،آپ نے اس پروگرام کو ’’جلسۂ دستار بندی‘‘ کے نام سے منظم فرمایا، اور تاحیات شاندار پیمانے پر اس کو کرتے رہے۔

اس جلسۂ دستار بندی کا انتظام وانصرام آپ خود فرماتے، تقسیم کار کر کے پوری دلجمعی اور بیداری کے ساتھ اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچاتے ،اس سالانہ پروگرام میں بڑی عظیم شخصیتیں شرکت کرتیں ،اور علاقے کے لوگ حضرت معمار ملت کی بدولت اپنے اکابر علما ومشائخ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ،حضرت مولانا ظفر الدین برکاتی صاحب کے مطابق اس پروگرام میں شریک ہونے والے پہلے مہمان خصوصی شارح بخاری، حضرت علامہ، مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تھے، جو بعد کے پروگراموں میں باضابطہ شرکت فرماتے رہے

،آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل علمائے کرام اس پروگرام میں شرکت فرما چکے ہیں۔

☆ حضرت مولانا حافظ وقاری سید اویس مصطفیٰ صاحب قبلہ ☆ حضرت شیخ طریقت، مفتی محمد مبین الدین قادری محدث امروہی ☆ حضرت شیخ طریقت سید محمد رضوان الدین نعیمی مرادآبادی، ☆ حضرت شیخ طریقت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی، مارہرہ شریف ☆ شارح بخاری، حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی ☆ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور ☆ شہزادۂ حافظ ملت، حضرت عزیز ملت، مولانا عبدالحفیظ عزیزی مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ☆ حضرت شیخ طریقت، سید عبدالحیٔ اشرفی، سابق سجادہ نشیں درگاہ شریف مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (بسکھاری) ☆ شیخ طریقت حضرت سید محمد فخرالدین اشرف اشرفی موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ بارگاہ مخدوم اشرف، کچھوچھہ شریف ☆ فنائے راہ مدینہ، اشرف المشائخ، حضرت شیخ طریقت، سید محمد انوار اشرف اشرفی، عرف مثنیٰ میاں (مدفون جنۃ البقیع) ☆ حضرت سید محمد عارف اشرف اشرفی کچھوچھوی ☆ حضرت سید شاہ محمد بادشاہ میاں، واسطی بلگرام شریف ☆ شیخ طریقت حضرت سید محمد تنویر اشرف ہاشمی، بیجاپور کرناٹک ☆ حضرت سید شاہ محمد فیضان میاں قادری واسطی، بلگرام شریف ☆ شیخ طریقت حضرت سید گلزار میاں، خانقاہ اسمٰعلیہ مسولی شریف ☆ حضرت مولانا سید محمد عالم چشتی جھونسی شریف، الہ آباد ☆ بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی، سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور ☆ صدرالعلما، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سابق صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور ☆ حضرت علامہ، مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا و ناظم مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، ☆ استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ

محمد امام الدین مصطفوی قادری شیخ الحدیث مدرسہ حشمت العلوم، رامپور، کٹرہ، بارہ بنکی وغیرہم۔

آپ نے یہاں کے نظام تعلیم میں عمدگی پیدا کرنے کے لیے نظام امتحان کو چست اور درست بنایا، ساتھ ہی نظام رہائش، نظام خورد ونوش اور نظام تعطیل میں بہتری پیدا کر کے یہاں کے نظام تعلیم کو بام عروج پر پہونچا دیا، سالانہ امتحان کے موقع پر تقریری امتحان کے لیے بہت سارے اکابر کو مدعو فرما کر طلبہ کو ان سے استفادہ کا موقع فراہم کرتے، ان اکابر شخصیات میں حضرت مولانا امام الدین مصطفوی، شیخ الحدیث مدرسہ حشمت العلوم، رامپور، کٹرہ، بارہ بنکی ، خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، چرہ محمد پور رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔

تاحیات اسی مدرسے کی خدمت فرماتے رہے، اب کی بار آپ ہمیشہ کے لیے یہاں تشریف لائے تھے، جامعہ سے محبت آپ کے رگ وریشے میں بھری تھی، اتنی زیادہ کہ بعد وفات اپنے وجود باوجود کو اسی کی خاک کا پیوند بنا دیا، اور جامعہ سے متصل جس عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر کا آغاز آپ نے فرمایا تھا اسی جامع مسجد کے گیٹ کے دائیں طرف آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

آج جامعہ میں جو بھی بہاریں ہیں، یہاں کا ہر گل وغنچہ حضرت معمار ملت کی خدمات پر گواہ ہے، آج بھی الحمدللہ حضرت اس ادارے کی روحانی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

انداز تدریس: آپ کے تلامذہ کے مطابق حضرت تدریس سے پہلے غسل فرماتے ، عالمانہ جاہ وجلال کے ساتھ درس گاہ میں تشریف لے جاتے، وہیں پر طلبہ آتے، اور پھر حضرت کی تدریس شروع ہوتی، سب سے پہلے سبق سنتے، پھر عبارت خوانی کرواتے، جہاں ضرورت

ہوتی اصلاح فرماتے ،اس کے بعد درسی تقریر فرماتے ،جس فن کی کتاب ہوتی اس فن کے تقاضوں کا بھر پور خیال فرماتے ،مثلاً وعظ ونصائح والی کتاب ہےتو ناصحانہ انداز میں تدریس ہوتی ،سلوک وتصوف کی کتاب ہوتی تو اسی لب ولہجے میں پڑھاتے ،گویا آپ فن میں ڈوب کر پڑھاتے ۔

عموماً آپ کے پاس حدیث کی کتابیں رہتی تھیں ، بخاری ،مسلم ،ترمذی ،وغیرہ کتب حدیث کو بڑے شوق سے پڑھاتے ،حدیث رسول ﷺ سے خصوصی شغف آپ کے عشق رسالت کا تقاضہ تھا ،اوراس تقاضے کو وہ پورا بھی کررہے تھے ،کتب حدیث پڑھاتے تو محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر پڑھاتے ، بزرگوں کی یادتازہ ہوجاتی ،ایسا اہتمام کرتے کہ طلبہ مسحور ہوجاتے ،بس یہی جی چاہتا کہ حضرت پڑھاتے جائیں اورہم سنتے جائیں ۔

راویان حدیث ،اقسام حدیث ،درجات حدیث ،اوراحادیث کی اسناد پر کھل کر بحث کرتے ،استنباط مسائل کا بھر پور خیال فرماتے ، جہاں کہیں مشکل الفاظ ہوتے ان کی تشریح فرماتے ،اورسبق کونہایت آسان بنا کر پیش فرماتے ،اس طرح کہ پڑھنے والے کو بوجھ نہ محسوس ہو،کسی بھی مسئلہ میں مذہب حنفی کی ترجیح پر خصوصی دھیان دیتے ،ترجمہ کے بعد خوبصورت انداز میں جامع مانع تشریح فرماتے ، جوسبق کا خلاصہ ہوتا ،اس طرح درس گاہ ہی میں طلبہ کوسبق ازبر ہوجاتا۔

معروف تلامذہ : حضرت سید شاہ اویس مصطفیٰ واسطی قادری ،سجادہ نشین ، بلگرام شریف ،مولانا عرش محمد قادری ،صدر مدرس مدرسہ ادری مئو ،مولانا خوش محمد قادری ،صدر مدرس جامعہ رضویہ شمس العلوم پیرا کنک کشی نگر ،مولانا محمد عالم قادری ،سابق صدر مدرس مدرسہ غوثیہ

امدادالعلوم تمکوہی راج ،کشی نگر ،مولانا خلیل اللہ قادری ،صدر مدرس مدرسہ حشمت العلوم ،رام پور، کٹرا ، بارہ بنکی ،صوفی کلیم اللہ رضوی ،صدر مدرس مدرسہ غوثیہ ،انوارالعلوم ،ملسی ، دیوریا ،مولانا محمد عمر قادری امام وخطیب نوری مسجد ،شہر بنگلہ قبرستان کاشی پور ،کولکاتا ،مولانا نفیس احمد مصباحی ،شعبۂ ادب وثقافت ،مولانا اختر کمال مصباحی شعبۂ ادب (درس نظامی) جامعہ اشرفیہ مبارک پور ،مولانا شکیل احمد برکاتی ،مولانا محمد یوسف قادری ،مولانا محمد یعقوب نعیمی اساتذہ جامعہ عربیہ اظہارالعلوم جہانگیر گنج ،مولانا محمد ذاکر حسین رضوی استاذ جامعہ رضویہ شمس العلوم پیرا کنک ،مولانا حافظ علی احمد رضوی استاذ مدرسہ غوثیہ فیض العلوم میںہر وا ، دودہی ،مولانا علی امام قادری رام پور ،کٹرہ ، بارہ بنکی ،مولانا عبدالعزیز نعیمی استاذ مدرسہ فیض نعیمی سریاں اعظم گڑھ ،مولانا حبیب الرحمٰن قادری ،استاذ مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ،مولانا محمد افضل قادری ،مولانا محمد انوار قادری بسکھاری امبیڈکر نگر ،مولانا حافظ شاکر علی رضوی استاذ مدرسہ معراج العلوم ، بدھوخاں ، دیوریا ،مولانا عبدالجلیل رضوی ،حافظ طاہر علی ملسی ، دیوریا ،مولانا خلیل اللہ قادری مدرسہ رشیدیہ اشاعت العلوم جموان گھاٹ کشی نگر ،مولانا شفیع اللہ نعیمی بک ڈپو پچپڑ وا ،مولانا انتظار احمد خاں نعیمی غریب نواز برگدوا سیف پچپڑوا ،مولانا حافظ حمیدالحق صاحب جانشین شارح بخاری ،مولانا ظفرالدین ،مولانا مبین ممبئ ، مولانا تنویر صاحب ،مولانا ابرار صاحب جلال پور ،مولانا محمد احمد برکاتی ، حضرت مولانا ولی اللہ صاحب شریفی چمبور ممبئ ،حضرت مولانا عرش محمد صاحب صدر مدرس ضیاءالعلوم ادری مئو ،حضرت مونا عبدالعزیز صاحب صدر مدرس فیض نعیمی سریّا اعظم گڑھ ،حضرت مولانا محمد اطہر صاحب مصباحی دہلی ،حضرت مولانا محمد انوار صاحب بسکھاری ،حضرت مولانا محمد افضال صاحب بسکھاری ،حضرت مولانا حافظ نورالہدیٰ صاحب مدرس ضیاء العلوم گورکھپور

،حضرت مولانا محمد مبین صاحب ساکی ناکہ ممبئی ،حضرت مولانا ابوطلحہ صاحب بھیونڈی مہاراشٹرا
،شہزادۂ معمارملت حضرت مولانا محمد جیلانی خان برکاتی مصباحی ۔

تعمیری خدمات

حضرت معمار ملت کی نمایاں ترین خدمات میں ان کی تعمیری خدمات بھی ہیں ،آپ نے اپنی تدریسی وتبلیغی زندگی میں قوم وملت کی دینی ،مذہبی ،سماجی ،ومعاشرتی تعمیر کے ساتھ بہت سارے مدارس ومکاتب کی تعمیر وتشکیل میں اہم کردار ادا کیا ،آپ کی تعمیری خدمات کو دیکھتے ہوئے شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے آپ کو’’ معمار ملت ‘‘ کا گراں قدر خطاب عطا فرمایا تھا۔

یوں تو آپ نے علاقۂ بھانبھر کے بہت سارے دینی ،سنی اداروں کی تاسیس اور ان کی تعمیر وترقی میں حصہ لیا ،مگر آپ کی تعمیری زندگی کا سب سے نمایاں کارنامہ جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج کی نئے سرے سے تعمیر وترقی ہے ،لوگ بزرگوں کی کرامتیں دیکھ کر ان کی بزرگی کا معیار طے کرتے ہیں ،اگر ایسا ہے تو بلا شبہ حضرت معمار ملت اپنے دور کے بہت بڑے بزرگ تھے ،اور آپ کی سب سے بڑی کرامت جامعہ عربیہ اظہار العلوم ہے ،کرامتیں وقتی اور عارضی بھی ہوتی ہیں ،مگر آپ کی یہ ایسی کرامت ہے جس کا فیض ان شاء اللہ صبح قیامت تک بٹتا رہے گا ،میں نے حضرت کی تدریسی خدمات کے ضمن میں جامعہ کا بارہا ذکر کیا ہے ،اس باب میں جامعہ کا ذکر ذرا تفصیل سے کروں گا تاکہ حضرت کی تعمیری خدمات پر کماحقہٗ روشنی پڑ سکے۔

جامعہ عربیہ کے سالانہ روداد کے مطابق اس ادارے کو ۱۹۲۷ء میں مکتب کی شکل میں قائم کیا گیا ،یہ ادارہ ضلع امبیڈکر نگر اور اعظم گڑھ کے سنگم پر حضرت مخدوم سمناں میر سید اوحدالدین اشرف جہانگیر سمنانی کے نام نامی سے منسوب ومشہور قصبہ جہانگیر گنج میں واقع ہے ،یہ قصبہ کچھوچھہ شریف سے تقریباً ۲۲ رکلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے ،اسی آبادی کے سنی صحیح

العقیدہ لوگوں نے مکتب کی شکل میں مذکورہ جامعہ کی بنیاد رکھی، عروج وزوال کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا آج ملک کے قابل ذکر اداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، اہل جہانگیر گنج کی مخلصانہ جدوجہد اور حضرت ممار ملت کی بےلوث خدمات کے طفیل آج اس ادارہ کو ہندوستان میں نامی گرامی مدارس وجامعات کی فہرست میں جگہ دی جاتی ہے۔

اس جامعہ میں حضرت ممار ملت کی آمد سے قبل نہ تو کوئی قابل ذکر عمارت تھی، نہ ہی دورۂ حدیث تک تعلیم کا باضابطہ انتظام وانصرام تھا، آپ کی آمد اس ادارہ کے لیے نیک فال ثابت ہوئی اور تعلیم کے ساتھ تعمیر میں بھی خوش گوار ترقی کا آغاز ہوا، چند کمروں پر مشتمل یہ ادارہ، متعدد روشن وکشادہ کمروں، ایک خوبصورت لائبریری، ایک شاندار وسیع وعریض مسجد اور ایک معیاری نسواں اسکول پر مشتمل ہے، جس میں انٹر تک بچیوں کی تعلیم کا انتظام ہے، یہ سب حضرت ممار ملت کی تعمیری خدمات کا نتیجہ ہیں، آج الحمدللہ اس ادارے کی تعمیری وتعلیمی ترقی دیگر اداروں کے لیے قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

حضرت مولانا حافظ فرید الزماں علیمی علیگ جہانگیر گنج کے ذریعہ دیئے گئے معلومات کے مطابق جامعہ کے موجودہ اعداد وشمار مندرجہ ذیل ہیں:

تعلیمات : درس نظامیہ، درس عالیہ، مولوی، عالم، فاضل، منشی، کامل، (لکھنؤ عربی، فارسی بورڈ) حفظ وناظرہ، درجات پرائمری اوّل تا پنجم، جونیر، نسواں انٹر تک۔

تعداد اساتذہ وملازمین : ۲۸؍ اساتذہ، ا کلرک، چپراسی، اور باورچی وغیرہ کو ملا کر کل ۳۳؍ کا اسٹاف موجود ہے۔

طلبہ کی تعداد : جامعہ میں ۹۰۰؍ سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان میں سے اکثر طلبہ

بیرونی ہیں جو ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کی تعلیم، رہائش، خورد ونوش، درسی کتب، دوا علاج، روشنی، پانی اور دیگر سہولیات کا ادارہ مفت انتظام کرتا ہے۔

لائبریری : اس ادارے میں ایک شاندار لائبریری ہے، جس کی بنیاد حضرت ممار ملت نے ہی رکھی تھی، اس وقت یہ لائبریری مدارس اہل سنت کی لائبریریوں میں اپنا الگ مقام رکھتی ہے، اس میں موجودہ درسی وغیر درسی کتابیں حضرت ممار ملت کے ذوق مطالعہ اور شوق کتب بینی پر شاہد ہیں، متعدد زبانوں اور علوم وفنون پر ہزاروں کتابیں اس لائبریری کی زینت ہیں۔

شعبۂ تبلیغ : حضرت ممار ملت کو رب قدیر نے تبلیغی ودعوتی ذہن عطا فرمایا تھا، آپ کی تبلیغی خدمات آج علاقۂ جہانگیر گنج اور آس پاس کے علاقوں میں نمایاں طور سے محسوس کی جا سکتی ہیں، اپنے ادارہ کے اساتذہ وطلبہ کے لیے آپ نے اس ادارہ میں ایک دعوتی شعبہ قائم فرمایا، اس شعبۂ تبلیغ کے پلیٹ فارم سے آج بھی یہاں کے اساتذہ وطلبہ جہانگیر گنج اور قرب وجوار میں فی سبیل اللہ دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے ہیں، انہیں کی خدمات ومساعی جمیلہ کے سبب سے آج علاقہ میں سنیت کا بول بالا ہے، اور یہاں پر لوگ اپنے تشخص اور نماز روزہ پر قائم ہیں۔

مشقی اجلاس : یہاں کے طلبہ کی معیاری تعلیم کے ساتھ نعت خوانی، وعظ وتقریر، اور دعوت وتبلیغ میں مشق وممارست نیز ادعیۂ ماثورہ اور اوراد ووظائف یاد کرانے کی غرض سے طلبہ کی بہت ساری بزمیں، اور تنظیمیں کام کرتی ہیں، جن میں بزم نعیمی، بزم قادری، بزم برکاتی، اور بزم مصباحی وغیرہ قابل ذکر ہیں، ہر جمعرات کو ان مشقی اور تربیتی بزموں کا انعقاد ہوتا ہے۔

مسجد قادریہ : مدرسہ سے متصل تقریباً ۵۴۴۳؍ اسکوائر فٹ میں جامع مسجد قادریہ

حضرت معمار ملت کی تعمیری ذوق کا اعلیٰ شاہکار ہے، اس مسجد کی رونق دیکھتے ہی بنتی ہے، ابھی حال ہی میں ۲۰۱۷ء کے عرس نعیمی کے موقع پر حاضری کی سعادت ملی، اسی مسجد میں پروگرام کا انعقاد ہوا تھا، اس مسجد کی خوبصورتی دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، ہر کام بڑی نفاست اور قرینے سے کیا گیا ہے، اسی مسجد کے دروازے کے بائیں سمت میں حضرت کا مزار پر انوار ہے، یقیناً اس مسجد میں جب تک عبادت الٰہی ہوتی رہے گی تب تک حضرت معمار ملت کی تربت اطہر پر رحمت خداوندی کی برسات ہوتی رہے گی۔

اس مسجد کی تعمیر میں حضرت معمار ملت نے بہت محنت فرمائی، حضرت مولانا محمد انتظار خان نعیمی کے مطابق اس میں دروازہ اور کھڑکی وغیرہ کے لیے حضرت اپنے علاقے (تلشی پور اور پچپڑوا) ہی سے لکڑی وغیرہ لے کر گئے تھے، اس سے حضرت کے تعمیری ذوق وشوق اور آپ کی جدوجہد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مگر اتنی بڑی مسجد کی تعمیر میں آپ نے کبھی اپنی خودداری کا سودا نہیں کیا، پوری مسجد بن گئی مگر آپ کسی کے دروازے پر چندہ کے لیے نہیں گئے، لوگ کہتے کہ حضرت آپ چندہ نہیں فرماتے ہیں، تو کس طرح اس مسجد کے تعمیری مصارف پورے ہوں گے؟ حضرت فرماتے اللہ کا گھر ہے، اسی نے تعمیر شروع کروائی ہے تو وہی اس کی تعمیر مکمل بھی کروائے گا، جس کو خانۂ خدا سے محبت ہوگی وہ خود ہی چندہ لاکر دے گا، اللہ پاک نے آپ کی عزت نفس اور خودداری کی حفاظت فرمائی، اور اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی، کچھ تعمیری کام باقی ہے جو ان شاء اللہ اپنے وقت پر ہو ہی جائے گا۔

حضرت مولانا ظفر الدین برکاتی صاحب کے زرنگار قلم نے اس مسجد کی تعمیر وتاسیس

کے حالات ومراحل کا نقشہ کچھ اس انداز میں کھینچا ہے:

"۱۹۹۹ء میں باب جامعہ کے ٹھیک سامنے قدیم عیدگاہ کو شہید کر کے "جامع مسجد قادریہ" کی سنگ بنیاد حضرت پیر طریقت سید شاہ محمد حامد اشرف اشرفی جیلانی اور بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی شیخ الحدیث جامعہ اہل سنت شمس العلوم گھوسی کے دست مبارک سے رکھی گئی، حضرت نعیمی صاحب نے ایک ماہر انجینئر سے اس مسجد کی چار منزلہ عظیم الشان عمارت کا نقشہ تیار کرا کے چار رنگی منقش فریم میں اپنی قیام گاہ کی دیوار پر لگا رکھا تھا، آج بھی وہ نقشہ آویزاں ہے، ہر شخص اسے دیکھ کر یہی عرض کرتا کہ حضرت! آپ اس نقشے کو زمین پر کب اتاریں گے؟ آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ یہ خدا کے گھر کا نقشہ ہے، جب خدا چاہے گا، اپنا گھر اپنی زمین پر اتار دے گا، سنگ بنیاد کی نورانی محفل میں ہم بھی حاضر تھے، اس وقت مہمانوں کا استقبال اور ہدیۂ تشکر کے خطاب میں جس لب ولہجے کا استعمال کیا تھا، اس سے ہر کسی کو جامع مسجد قادریہ کی تعمیر وتکمیل سے متعلق ان کے جذبۂ خیر کا اندازہ ہوگیا ہوگا، جامع مسجد کی تعمیر ابھی نامکمل ہے لیکن بنیادی کام مکمل ہو چکا ہے اور پہلی منزل تیار ہوچکی ہے، خوشخبری یہ ہے کہ ۲۳/ مارچ ۲۰۱۲ء کو آپ کے عرس چہلم کے موقع پر چشم وچراغ سادات بلگرام، حضرت سید شاہ اویس مصطفیٰ قادری واسطی کے دست مبارک اور نماز جمعہ کی امامت سے اس کا باضابطہ افتتاح ہونے جا رہا ہے۔

اس کی تعمیری تکمیل سے اس کے دروازے کی دائیں طرف آرام فرما ہمیشگی کی قیام گاہ میں حضرت نعیمی صاحب کی روح مزید خوش ہوگی، ہم نے ۱۹۹۹ء میں بقرہ عید کی نماز حضرت نعیمی صاحب کی امامت میں اس عیدگاہ میں پڑھی تھی، جب آپ نے اپنی تقریر میں اس عیدگاہ کی

جزوی شہادت اور جامع مسجد قادریہ کے سنگ بنیاد کا اعلان کیا تھا ، اس دن تقریر کا لب ولہجہ قدرے مختلف تھا ، ہم ان کے ان الفاظ پر توجہ گڑائے بیٹھے تھے جنہیں وہ بولتے بولتے ہضم کر جاتے تھے ، آدمی جب جذباتی ہوتا ہے تو اکثر جملے کے اخیر میں جو لفظ آتا ہے اس کا آخری حرف یا پورا لفظ ہی بولنے میں یوں محسوس ہوتا ہے گویا حذف ہو گیا ، یہی صورت حال ان کی تقریر کی تھی'' ۔(کنز الایمان اپریل ۲۰۱۲ء ص:۳۵)

جامع مسجد غوثیہ کی تعمیر: یہ مسجد جہانگیر گنج بسکھاری روڈ پر واقع ہے ، نوے کی دہائی کے قریب حضرت معمار ملت کی خواہش پر اس کی بنیاد رکھی گئی ، بڑی تیزی کے ساتھ اس کی تعمیر مکمل ہوئی ، حضرت جمعہ کی نماز ، اور تقریری خطبہ کے بعد جمعہ کی امامت بھی فرمایا کرتے تھے ۔(کنز الایمان اپریل ۲۰۱۲ء)

درجات پرائمری کے لیے نئی بلڈنگ کی تعمیر: ۱۶ ر کمروں پر مشتمل بلڈنگ کی تعمیر کے بعد جب یہ عمارت طلبہ کے لیے تنگ پڑ گئی تو آپ نے درجات پرائمری کے لیے پانچ کمروں پر مشتمل اس نئی عمارت کی بنیاد رکھی ، ۲۰۰۰ء میں اس کی تعمیر مکمل ہوگئی ، بروقت اس میں درجۂ اول تا پنجم کی تعلیم ہوتی ہے ۔

نسواں جونیئر ہائی اسکول کی عمارت کی تعمیر: جامعہ سے ملحق ایک نسواں اسکول بھی چلتا ہے ، جس میں انٹر تک کی تعلیم ہوتی ہے ، نسواں کے لیے آپ ہی کی حیات میں چھ بڑے کمروں پر مشتمل ایک عمارت کی تعمیر ہوئی ، جس میں آج دختران قوم زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں ۔

مدرسہ فیض نعیمی سریا کی تعمیر وترقی میں غیر معمولی کردار: یہ مدرسہ ۱۹۸۱ء سے

پہلے برکت العلوم کے نام سے مکتب کی شکل میں چل رہا تھا ، یکم مئی ۱۹۸۱ء کو حضرت معمار ملت نے اس ادارہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی کے لیے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کو وہاں پر بھیجا ، اس وقت کے اراکین بالخصوص قاری محمد اصغر مرحوم ، رحمت اللہ خاں مرحوم ، محمد ابراہیم خاں مرحوم وغیرہ کی محنت ولگن ، اور غیر معمولی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب نے حضرت معمار ملت کے رائے ومشورہ سے اس مکتب کو دار العلوم کی شکل دیا ، اور حفظ ودرس نظامیہ کی باضابطہ تعلیم ہونے لگی ۔

بروقت یہ ادارہ ایڈیڈ ہے ، ۱۵ ر کا اسٹاف ہے ، دو سائنس ٹیچر ہیں ، ایک باورچی وباورچن ہے ، طلبہ کی تعداد تقریباً ۳۰۰ ر ہے ، موجودہ کمروں کی تعداد برآمدہ کے ساتھ ۱۸ ر ہے ، اس وقت یہ ادارہ حضرت مولانا عرش محمد خاں صاحب کی سربراہی میں شان وشوکت کے ساتھ رواں دواں ہے ۔

اس ادارہ کا نام حضرت معمار ملت نے ہی ''فیض نعیمی'' رکھا تھا ، حضرت کو اس ادارہ سے بڑی محبت تھی ، اکثر وہاں پر تشریف لے جاتے ، اس کی تعلیمی وتعمیری ترقی کا جائزہ لیتے تھے ، اور مناسب ہدایت ورہنمائی فرماتے تھے ۔

تبلیغی خدمات

دعوت وتبلیغ نہایت مقدس فریضہ ہے ،اللہ رب العزت جس کو چاہتا ہے اس کو اس سعادت سے سرفراز فرماتا ہے ،کما حقہ اس فریضے کی ادائیگی وہی کرسکتا ہے ،جس کو اللہ پاک نے ذہن ثاقب ،قلب طاہر ،ایمان خالص ،اورعمل صالح جیسی عظیم دولتوں سے مالا مال فرمایا ہوگا ،ایک داعی کے اندر علم کے ساتھ عمل کا جذبہ بھی ہونا ضروری ہے ،بغیر اس کے وہ تبلیغی فرائض انجام ہی نہیں دے سکتا ہے۔

حضرت معمار ملت کو اللہ رب العزت نے بہت ساری سعادتوں کے ساتھ دعوت وارشاد کی سعادت سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا ،آپ کی زندگی کا ہر لمحہ بس اسی فکر میں گزرتا کہ کس طرح امت مسلمہ کی اصلاح کی جائے ،کس طرح ان کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھایا جائے ،اورکس طرح ان کے اندر عمل صالح کی روح پھونکی جائے۔

آپ کی تبلیغی کاوشیں مبنی بر اخلاص ہوتی تھیں ،میں نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا کہ آپ کسی بھی جلسہ جلوس میں جاتے تو نیت دعوت وارشاد ہی کی ہوتی تھی ،نہ کبھی نذرانہ کی خواہش کی نہ ہی اس کا مطالبہ کیا۔

شعبۂ تبلیغ کا قیام: آپ نے تبلیغی ذوق کے ناتے اپنے جامعہ میں ''شعبۂ تبلیغ'' کے نام سے ایک دعوتی شعبہ کو قائم فرمایا جو آج بھی سرگرم عمل ہے ،اسی شعبے کے تحت جامعہ کے طلبہ واساتذہ آج بھی دعوتی وتبلیغی امور انجام دے رہے ہیں ،جس کا خوش گوار نتیجہ بھی برآمد ہورہا ہے۔

جہانگیر گنج واطراف میں تبلیغ کا اثر: حضرت مولانا محمد اطہر خاں مصباحی صاحب

کے بقول جہانگیر گنج اوراطراف میں آپ کی محنت شاقہ ،مساعئ جمیلہ اورعمل پیہم سے ایسا اسلامی ماحول پیدا ہوگیا تھا کہ رفتہ رفتہ پورا علاقہ اسلامی ماحول اور مسلکی رنگ میں رچ بس گیا ،داڑھی رکھنا ،مدارس کے طلبہ کو کھانا کھلانا ،مساجد میں اپنی پیشانیاں ٹیکنا ،اور دیگر دینی وملی امور میں پیش پیش رہنا لوگوں نے اپنا نصب العین سمجھ لیا ،جیسا کہ استاذ گرامی نے ایک موقع پر فرمایا کہ یہاں اکثر وبیشتر افراد نے میرے کہنے پر داڑھی رکھی ،اور آج الحمدللہ نئی نسلیں بھی اسی سنت نبوی ﷺ کو اپنا رہی ہیں۔(کنزالایمان اپریل ۲۰۱۲ء)

مسلک رضا کی ترویج: مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں ہمہ دم سرگرم عمل رہتے ،یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جامعہ عربیہ اظہار العلوم کی عمارتوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے بلند کیا ہے ،میرا یہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب وپاسبان ہے ،اس میں وہی طلبہ حصول علم کے مجاز ہیں جو مسلک رضا کی ترویج واشاعت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں۔(مرجع سابق)

اصلاح لوجہ اللہ: آپ بروقت اصلاح فرماتے ،جہاں ضرورت محسوس فرماتے فوری طور سے اصلاح وارشاد فرماتے ،اور جو بھی کرتے اخلاص کے ساتھ کرتے ،آپ کے مخلصانہ اصلاحی جذبے کی یہ داستان قابل دید ہے جسے آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد اطہر خاں مصباحی نے قلم بند فرمایا:

''ایک بار گورکھپور کے کسی دیہات سے کچھ لوگ آپ کے پاس تعویذ لینے آئے ،جب آپ نے نام پوچھا تو ان میں سے ایک بولا کہ میرا نام ''بابولال'' اور میرے والد کا نام ''منجیت'' ہے ،آپ نے ہندو سمجھ کر تعویذ لکھنا شروع کیا ،اسی اثنا اس شخص کو چھینک آئی تو اس نے ''الحمدللہ''

کہا،آپ نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ کہاہاں میں مسلمان ہوں،فرمایایہ نام توغیر مسلم کاہےاورتم نے آتے وقت نمستے کہاہے،کہنے لگا حضرت مجھےاورمیرے بستی والوں کوصرف اورصرف اتنامعلوم ہے کہ ہم مسلمان ہیں، باقی ہم ویساہی کرتے ہیں جیسے اس گاؤں کے ہندوکرتے ہیں،ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا تھا کہ ہم مسلمان ہیں،آپ نے فرمایاکلمہ یاد ہے؟ کہنے لگاکلمہ کیاہوتاہے؟ آپ نے ان لوگوں کوکلمہ پڑھایا،اسلام کے بنیادی عقائد بتائے اوران کی ضیافت کی اوراپنی جیب خاص سے کچھ پیسے دیئے اوران کی بستی میں مسجد کی جگہ دلوائی ،اورایک مولاناکوان کے یہاں بھیجا تاکہ ان کی اصلاح ہوسکےاورفرمانے لگے کہ میں نے ان کی عزت افزائی محض دین کے لیے کی ہے تاکہ یہ لوگ ہم سے جڑے رہیں اورہم انہیں راہ راست پرلاسکیں۔(کنزالایمان اپریل ۲۰۱۲ء ص:۴۸)

ردبدمذہبیت: حضرت اپنوں کے لیے شبنم صفت تھے توالله ورسول کے دشمنوں کے لیے شمشیر برہنہ تھے،آپ نے اپنی تحریروتقریر میں جابجابدمذہبوں کی تردیدفرمائی،علاقۂ جہانگیرگنج میں آپ سے وہابیت ودیوبندیت کی روح کانپتی تھی،چنانچہ وہاں کے لوگوں کابیان ہے کہ جہانگیرگنج کے قریب ایک دیوبندی مدرسے کامتولی آپ سے اس قدرڈرنے لگا کہ آپ کوآتادیکھ کرکئی مجلسوں سے رفوچکرہوگیا۔(مرجع سابق)

طلبہ کی اصلاح وتربیت: طلبہ کی بھی اصلاح فرماتے،انہیں اسلامی وضع قطع رکھنے ،روزہ نماز کی پابندی کرنے،اورعلم دین کی تحصیل کی تاکیدفرماتے۔

آپ نے تقریر کے ساتھ تحریر کے ذریعہ بھی امت مسلمہ کی رہنمائی کافریضہ انجام دیا ،چنانچہ جامعہ کے سالانہ کلینڈراورعیدوبقرعید کے موقع پر نکلنے والے اشتہارات میں آپ نے

حسب ضرورت گراں قدردعوتی مضامین قلم بندفرماکر شائع کروائے،ان اشتہارات میں ایمانیات،طیبات،راہ نجات،حسنات،موت وحیات،خدمات،اوررضائے الٰہی اورحصول جنت کاآسان راستہ نامی اشتہارات میں خالص داعیانہ رنگ وآہنگ میں تحریریں ملتی ہیں۔

تصنیفی خدمات

حضرت معمار ملت کی عمر عزیز کا بیشتر حصہ تعمیری مشاغل اور دعوتی اسفار میں گزرا، تدریسی مصروفیات ان پر مستزاد تھیں، گوناگوں مصروفیات ومشغولیات نے آپ کو باضابطہ تصنیف وتالیف کا موقع نہیں دیا، تاہم موقع ومحل اور مقتضائے حال کے مطابق آپ کے خامۂ فیاض سے نہایت قیمتی اور حد درجہ مفید تحریریں معرض وجود میں آئیں، جو ملک کے موقر جرائد واخبار کی زینت بنیں۔

حضرت مولانا محمد انتظار خان نعیمی کے پاس حضرت کا ایک مختصر سا کتابچہ بھی ہے جو شادی اور اس کے مراسم سے متعلق ہے، اس کتابچے میں شادی کا صحیح اسلامی طریقہ، شادی کی غلط رسموں کی تردید، اور جہیز وغیرہ کی قباحت وشناعت کا بیان ہے، نہایت دل گداز تحریر میں نئی نویلی دلہن کے لیے نصیحتیں ہیں، اور قرآن وسنت کی روشنی میں نکاح کے فضائل ومسائل کا اختصار کے ساتھ بیان ہے، مولانا نعیمی صاحب کا عزم ہے کہ اس کو جلد ہی زیور طباعت سے آراستہ کرا کے ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

حضرت کی تحریری خدمات کا زریں باب آپ کی ترتیب وتلخیص کے ساتھ شائع ہونے والے وہ اشتہارات ہیں جو جامعہ اظہار العلوم سے مسلسل ۱۵ رسالوں تک اشاعت پذیر ہوئے، عموماً یہ اشتہارات عید، بقرہ عید اور رمضان المبارک کے موقع پر شائع ہوتے، ان اشتہارات کی حیثیت ایک رسالے جیسی ہوتی تھی، جن میں حسب ضرورت کسی خاص عنوان پر قیمتی معلومات یکجا کر کے شائع کئے جاتے، ان اشتہارات کی سب سے بڑی خوبی اختصار وجامعیت ہے۔

حضرت معمار ملت خودنمائی وشہرت کے بجائے مذہبی وملی ضرورت کو ترجیح دیتے،

اگر چاہتے تو ان تحریروں کو پھیلا کر اور متعدد کتب ورسائل لکھ کر ''صاحب تصانیف کثیرہ'' بن جاتے، مگر ان کے اندر ریاکاری نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں، پھر وہ ایسا کیوں کر کرتے۔

آپ کی تحریریں عموماً آسان، شستہ، اور عام فہم اسلوب میں ہوتی تھیں، ان میں دعوتی واصلاحی رنگ غالب ہوتا تھا، ان سے ایمان کی بھی اصلاح ہوتی تھی، اور عمل کی بھی۔

میں نے شروع ہی میں ذکر کیا تھا کہ آپ کا یہ طریقۂ کار نہایت موثر اور مفید ثابت ہوا، بہت سارے لوگوں نے ان تحریروں کو پڑھ کر اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کی، اور راہ راست پر گامزن ہو گئے۔

امین ملت سید ڈاکٹر محمد امین میاں زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف نے آپ کے ایک اشتہار ''معمولات اہل سنت'' کو دیکھ کر بے پناہ خوشی کا اظہار فرمایا تھا، اور فرمایا تھا کہ اس طرح کی تحریروں کی اشاعت بے حد ضروری ہے۔

ان اشتہارات کی قدر وقیمت اور ان کا مختصر تعارف حضرت مولانا غلام مصطفی نعیمی ایڈیٹر سہ ماہی سواد اعظم دہلی کی اس تحریر میں ملاحظہ فرمائیں:

''یوں تو آپ کی باضابطہ کوئی تصنیف وتالیف میرے علم میں نہیں ہے، ہاں مگر ہر سال رمضان المبارک کے موقع پر اوقات سحری وافطار بتانے کے لیے جو پوسٹر شائع کئے جاتے ہیں آپ نے اپنی جودت طبع سے کام لیتے ہوئے ایک خوبصورت اضافہ فرمایا، وہ اس طرح کہ ہر سال کسی اہم موضوع یا علاقے میں درپیش مسائل پر مشتمل ایک مضمون ترتیب دیتے یا ذیلی عناوین کے تحت عقائد حقہ پر سادے انداز میں مسائل تحریر فرماتے، اس سے ''ایک پنتھ دو کاج'' والی کہاوت صحیح ثابت ہوتی کہ رمضان میں لوگوں کو سحر وافطار کا وقت بھی معلوم ہو جاتا، اب

ایک نظران پوسٹرز کے عنوانات پر بھی ڈالتے چلیں تاکہ اندازہ ہوجائے کہ حضرت معمار ملت کا اندازفکر کس قدر بلند تھا۔

(۱) **ایمانیات:** سال طبع ۱۹۹۷ء، وندے ماترم اور حب الوطنی سے متعلق ایک اہم اور نفیس تحریر۔ (۲) **طیبات:** سال طبع ۱۹۹۸ء، زکوٰۃ، صدقہ وخیرات کے ضروری مسائل پر مشتمل۔ (۳) **راہ نجات:** سال طبع ۱۹۹۹ء، دین ودنیا کی سعادتوں کے حصول کے لیے رہنما خطوط کا بیان۔ (۴) **حسنات:** سال طبع ۲۰۰۰ء، نیک اعمال اوراچھے کاموں پر ابھارنے والی ایک دل پذیر تحریر۔ (۵) **موت وحیات:** سال طبع ۲۰۰۱ء، زندگی اور موت کی حقیقت، دونوں کے تقاضے اور آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ کرتی ایک عمدہ تحریر۔ (۶) **معمولات اہل سنت:** سال طبع ۲۰۰۲ء، ہندوستان میں مروج معمولات اہل سنت کی کڑیاں اسلاف سے ملاتی ایک تحقیقی تحریر۔ (۷) **عید کب منائیں:** سال طبع ۲۰۰۳ء احادیث اوراقوال فقہا کی روشنی میں رویت ہلال کے موضوع پر ایک چشم کشا تحریر۔ (۸) **معمولات اہل سنت:** سال طبع ۲۰۰۴ء، یہ پوسٹر سال ۲۰۰۲ء کے پوسٹر کا تکملہ ہے۔ (۹) **القرآن الکریم خدا کا کلام:** سال طبع ۲۰۰۵ء، عیسائیوں کے ذریعہ قرآن کے متبادل کے طور پر پھیلائی جارہی نقلی کتاب ''فرقان الحق'' کی تردید کرتی اورقرآن مقدس کے کلام ربانی ہونے کو عمدہ انداز میں بیان کرتی ایک یادگار تحریر۔ (۱۰) **ردمنکرات:** سال طبع ۲۰۰۶ء، کردار وعمل کی خرابی، غیر اسلامی رسوم اور معاشرے کی غلطیوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتی ایک اصلاحی تحریر۔ (۱۱) **خدمات:** سال طبع ۲۰۰۷ء، اس مضمون میں آپ نے اہل قرابت کے حقوق عمدہ انداز میں بیان کئے ہیں، اس

طرح کی تحریر بار بار شائع ہونی چاہیے۔ (۱۲) **امام احمد رضا قادری کے اخلاق:** سال طبع ۲۰۰۸ء، اس پوسٹر میں آپ نے مجدد اعظم امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اخلاقی خوبیوں کو احسن انداز میں پیش کرکے ایک نئے زاویئے سے تعارف اعلیٰ حضرت کرایا ہے جو بہت محمود ومستحسن ہے۔ (۱۳) **جان ایمان:** سال طبع ۲۰۰۹ء، اس پوسٹر میں آپ نے جان ایمان سید عالم ﷺ سے عشق ومحبت کو ''جان ایمان'' قرار دیا ہے، اورمحبت رسول ﷺ ہی کو زندگی کا حاصل مانا ہے، اور صحیح معنیٰ میں ایمان کا مطلب ہی محبت رسول ﷺ ہے۔ (۱۴) **اقامت:** سال طبع ۲۰۱۰ء، وقت اقامت ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کا بیان عمدہ اور مضبوط دلائل کے ساتھ۔ (۱۵) **رضائے الٰہی اورحصول جنت کا آسان راستہ:** سال طبع ۲۰۱۱ء، اللہ عزوجل کی رضا اور حصول جنت کے لیے ضروری باتوں اور طریقوں کو بیان کرتی ایک صوفیانہ تحریر۔

ناظرین کرام! یہ معمار ملت کے ذریعہ ترتیب دیئے گئے ان پوسٹرز کے عنوانات ہیں جن کا سلسلہ آپ نے سال ۱۹۹۷ء سے شروع کیا اور وقت وصال تک جاری رکھا، کبھی بھی اس کا ناغہ نہیں ہوا اور ہوتا بھی کیسے؟ آقا کا فرمان جو ہے کہ کام بھلے ہی تھوڑا ہو مگر پابندی سے ہو، اس لیے آپ نے لگاتار پندرہ سال یہ سلسلہ جاری رکھا، ان اشتہارات سے آپ کے لگاؤ کے بارے میں آپ کے شاگرد مولانا ظفرالدین برکاتی لکھتے ہیں ''حضرت نعیمی صاحب قبلہ کو اپنے ان اشتہارات سے اتنا لگاؤ تھا کہ اپنی قیام گاہ کی دیوار پر ہر طرف سے انہیں فریم میں آویزاں کرر کھا ہے، آج بھی انہیں دیکھا جاسکتا ہے''۔ (ماہنامہ سواد اعظم، جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء ص: ۳۸،۳۷)

معمارملت کے قلم سیال سے نکلے ہوئے وہ مکتوبات بھی قابل مطالعہ ہیں جو آپ نے متعدد لوگوں کے پاس وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے، کچھ خطوط دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، جو حضرت مولانا محمد انتظار احمد خان نعیمی کے پاس حضرت نے ارسال فرمائے تھے، ان خطوط میں بھی آپ اصلاحی انداز اختیار فرماتے، اوران کے ذریعہ اپنے احباب، معاصرین، اور تلامذہ کی اصلاح اور مناسب رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے، کچھ خطوط میں نے تحریری خدمات کے باب میں درج کردیا ہے، قارئین ان کو پڑھ کر ضرور مستفیض ہوں گے۔

آپ کی جابجا منتشر تحریریں اس لائق تھیں کہ ان کو یکجا کیا جاتا، اور ایک کتابی شکل میں شائع کرکے حضرت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا جاتا، رب قدیر کا بے پناہ شکرو احسان کہ مجھے اس کام کی سعادت ملی، اور میں اپنی تلاش وجستجو کے مطابق حضرت کی جو تحریریں دستیاب ہوئیں، اس کتاب کے ''تبرکات'' کے باب میں یکجا کردیا ہے، اس طرح حضرت کی تحریریں محفوظ و مامون ہوجائیں گی، اور حضرت کی قلمی خدمات پر کما حقہ روشنی بھی پڑجائے گی۔

بروقت آپ کی تحریری خدمات کے تعلق سے بہت کچھ نہ کہہ کر بس اتنی گزارش ہے کہ دعویٰ کے بجائے دلیل کا مطالعہ فرمائیں ''تحریری خدمات'' کا باب بنام ''تبرکات'' ملاحظہ فرمائیں، آپ کو خود ہی حضرت کی قلمی صلاحیت کا اندازہ ہوجائے گا۔

باب سوئم

تبرکات

جان ایمان

عشق کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے،عشق نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے،عشق نے بہت سی لاعلاج بیماریوں کا کامیاب علاج کیا ہے،عشق کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ،مدینہ کے پرآشوب ماحول میں پیغمبر اسلام ﷺ کا وصال ہو چکا ہے ،اطراف مدینہ میں بہت سے لوگ دین اسلام سے پھر گئے، دشمنوں نے شہر رسول ﷺ پر چڑھائی کی تیاریاں مکمل کرلیں ،اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلے پر خود رسول ﷺ مرض وفات میں بھیج چکے تھے،سیاسی حالات نے سنگین رخ اختیار کرلیا ہے،صحابۂ کرام کی رائے تھی لشکر واپس بلالیا جائے لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے برخلاف پکار کر کہا،قسم اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ،ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے آگے بھیجا ہے،خواہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ لیں ،مگر رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلاسکتا اور اپنے آقا کا باندھا ہوا پرچم میں کھول نہیں سکتا،عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے بالکل متصادم تھا،لیکن دنیا نے دیکھا جب عشق کا فیصلہ نافذ ہوگیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں ،دشمنوں کے حوصلے شکست خوردہ ہوگئے اور سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔

عشق رسول ﷺ اگر پورے طور پر دل میں جاگزیں ہو تو اتباع رسول ﷺ کا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے،احکام الٰہی کی تعمیل اور سیرت نبوی ﷺ کی پیروی عاشق کی رگ وریشہ میں سما جاتی ہے ،دل ودماغ اور جسم وروح پر کتاب وسنت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے ،مسلمانوں کی معاشرت سدھر جاتی ہے،آخرت نکھرتی ہے،تہذیب وثقافت کے جلوے بکھرتے

ہیں اور بے مایہ انسان میں وہ قوت رونما ہوتی ہے جس سے جہاں بینی وجہاں بانی کے جوہر کھلتے ہیں۔

اسی عشق کامل کے طفیل صحابۂ کرام کو دنیا میں اختیار واقتدار اور آخرت میں عزت ووقار ملا،یہ ان کے عشق کا کمال تھا کہ مشکل سے مشکل گھڑی میں اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی انہیں اتباع رسول ﷺ سے انحراف گوارہ نہ تھا،وہ ہر مرحلہ میں اپنے محبوب آقا علیہ التحیۃ والثنا کا نقش پا ڈھونڈھتے اور اسی کو مشعل راہ بنا کر جادہ پیمارہتے،یہاں تک کہ صحابۂ کرام سے تابعین نے یہ گراں بہا دولت حاصل کی ،انہوں نے صحابہ کی رفاقت وصحبت میں رہ کر عشق رسول ﷺ سیکھا،دل میں بسایا،سیرت میں اتارا،رزم وبزم میں نکھارا اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارا،آج عشق کی یہ لو مدھم ہوتی جارہی ہے اور نئی نسل جان عالم ﷺ کے بجائے کہیں اور دل لگا بیٹھی ہے،جیسے اسے خبر ہی نہ ہو کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا مرکز عشق وعقیدت کہاں ہے،عقل بے مایہ،علم بے عمل ،جہل بے ثمر،اور لہو بے ہنر نے ہمارا کاروان ظفر تاراج کررکھا ہے اور اپنی بے بسی اور بے کسی کا حل بھی نظر نہیں آتا،ضرورت ہے کہ ہم صحابہ کی محفل میں چلیں ،فتح وظفر جن کے قدم چومتی تھی،عشق رسول جن کی متاع زندگی،اتباع رسول ﷺ جن کا سرمایۂ حیات اور جہاں بانی جن کی تقدیر بن چکی تھی ،ہم انہیں دیکھیں کہ ذات رسول ﷺ سے ان کا کیسا والہانہ تعلق تھا ،ان کی بارگاہ میں پہونچ کر ان سے درس محبت حاصل کریں ،مگر اب وہ محفلیں ،وہ رفاقتیں ،وہ سعادتیں کہاں نصیب؟ وہ بے بہا دولت ،وہ جہاں آراء محبت ،وہ حشر بداماں شرار عشق ہماری خاکستر میں آئے تو کیوں کر آئے؟ میں کہتا ہوں کہ ہم اپنی نگاہ بصیرت تیز کریں اور صحابۂ کرام کے واقعات میں ان کی چلتی پھرتی زندگی دیکھیں ،بارگاہ رسول ﷺ میں ان کی مقدس

وباعظمت اداؤں کا مشاہدہ کریں ،چشم تصور سے لوح دل پر ان کے پاکیزہ عشق کا نقشہ اتاریں ،اس طرح گویا ہم بھی صحابۂ رسول ﷺ کی محفل میں ہوں گے اور ان کا فیضان عشق کچھ ہمارے بھی اوپر جلوہ بار ہوگا''اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم '' کا مژدۂ جانفزا ہماری خاکستری میں بھی کچھ شعلے فروزاں کرے گا،عشق اور عشق کی حیرت انگیز تاثیر ہمارے قافلۂ حیات کو بھی علم وہنر، جہد وعمل اور فلاح وظفر سے آشنا کرے گی۔

رب کریم مسلمانوں کے سینے عشق رسول ﷺ کے بحر بے کراں سے بھر دے اور انہیں اتباع حبیب واتباع فدایان حبیب سے دونوں جہاں میں سرفرازی وسرخ روئی نصیب کرے ،انہیں جینے مرنے کا سلیقہ عطا کرے اور غیروں کے بجائے رسول اکرم رحمۃ للعالمین ،خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ امت نواز سے ہرلمحہ وہرآن وابستہ رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے ،آمین ،آمین بجاہ حبیبہ سیدی المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

رَدّ منکرات

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم ۔نحن عباد محمد صلی علیہ وسلم ۔

اللہ رب العزت جل وعلا اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے :''وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ''،(ترجمہ)تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے ،اور اہل کشف صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ کسی درخت کا پتہ نہیں توڑا جاتا جب تک اس سے گناہ نہ ہو،لہذا جب ہم پر کوئی مصیبت آئے ، جب ہر طرف ناامیدی ومایوسی کے بادل چھا جائیں ،دوست بھی دشمنی پر آمادہ ہوں ،اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ چکا ہو ،جان ومال اور عزت آبرو پر بن آئی ہو،کوئی مونس وغمخوار، چارہ گر، ودم ساز نہ ہو،تو ایسے وقت میں اپنی تمام عمر کے گناہوں ،نافرمانیوں اور بدکاریوں کو یاد کرکے اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کریں ،سرخم ،نگاہیں جھکی جھکی ،دل خوف خدا سے لبریز اور اس رؤف الرحیم کے رحم وکرم پر یقین کامل رکھتے ہوئے قلب کی گہرائیوں میں حبیب خدا ﷺ کی عظمت وعقیدت ،الفت ومحبت کی شمع فروزاں کیے ہوئے اس عالم تاریکی میں اپنے لیے ہرسو اجالا بکھیریں ،داغ غلامیٔ مصطفیٰ ﷺ کا اجالا جو ہر آنکھ کا نور اور ہر دل کا سرور ہے ،وہ اجالا جو مہد سے لحد تک اور قیامت سے جنت الفردوس تک ساتھ دینے والا ہے ،بمصداق فرمان اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ :

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے ☆ اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

سید الانبیا،حضور نبیٔ رحمت رسول کریم ،رؤف الرحیم ارشاد فرماتے ہیں :''الدین نصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم ''،(ترجمہ) دین خیر خواہی

ہے،اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور عام مسلمانوں کے لیے،اللہ تعالیٰ کے ساتھ نصیحت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی ذات وصفات پر ایمان لائیں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں،نہ ذات،نہ صفات،نہ عبادت میں،اسے صفات جمال وکمال کے ساتھ متصف مانیں،ہر عیب ونقص سے اسے منزہ مانیں،اس کی کتاب کو حق مانیں،اس کی کما حقہ تلاوت کریں،اس پر عمل کریں،اس کی نشر واشاعت کریں،رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت کی تصدیق کریں،ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہ کریں،ان کے احکام کی پابندی کریں،جن چیزوں سے منع فرمایا ہے اس کے قریب نہ جائیں،ان کی ہمیشہ حمایت کریں،ان کی سنت زندہ رکھیں،ان کے آداب واخلاق کو عادت بنائیں،ان کے اصحاب واہل بیت سے محبت کریں،اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ نصیحت حقیت میں بندے اور امتی کی طرف راجع ہے،اللہ اور رسول ﷺ ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہیں۔

سلاطین وحکام کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ہر جائز حکم میں ان کی اطاعت کریں،اور ہر حق بات میں ان کی مدد کریں،غلطی پر نرمی سے سمجھائیں،بلاضرورت شرعیہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں،وغیرہ وغیرہ۔

ائمۂ مجتہدین کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ان کی روایت قبول کریں،احکام میں ان کی تقلید کریں،ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔

عامۂ مسلمین کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ان کی دنیا وآخرت میں رہنمائی کریں،خیر کی تقلید کریں،برائی سے روکیں،انہیں دین کی تعلیم دیں،نیکی میں ان کی مدد کریں،ان کے عیوب چھپائیں،ان پر شفقت کریں۔

عقیقہ: (مسئلہ) ہندوستان میں بچہ پیدا ہونے پر چھٹی کی جاتی ہے،بعض لوگوں میں اس موقعہ پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں،مثلاً عورتوں کا گانا بجانا،ایسی باتوں سے بچنا،اوران کو چھوڑنا لازم وضروری ہے،بلکہ مسلمانوں کو وہ کام کرنا چاہیے جو حضور ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہو،عقیقہ سے بہت زائد رسوم میں خرچ کردیتے ہیں،اور عقیقہ نہیں کرتے،عقیقہ کریں تو سنت بھی ادا ہو جائے،اور مہمانوں کو کھلانے کے لیے گوشت بھی ہو جائے۔

مسئلہ: عوام میں یہ بہت مشہور ہے،کہ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں باپ،دادا،دادی،نانا،نانی نہ کھائیں یہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

شادی: (مسئلہ) شادی کے سلسلے میں کچھ لوگ رسموں کی اتنی پابندی کرتے ہیں،کہ ناجائز فعل پڑے تو پڑے مگر رسم نہ چھوٹے،جیسے لڑکی جوان ہے اور رسموں کے ادا کرنے کو روپئے نہیں تو نہ کریں گے کہ رسمیں چھوڑ دیں اور نکاح کردیں کہ بوجھ اترے اور بے آبروئی کا ڈر جاتا رہے،برسوں گزار دیتے ہیں،اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ: اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں،گاتی بجاتی ہیں،یہ حرام ہے،کہ اوّلاً تو ڈھول بجانا ہی حرام،پھر عورتوں کا گانا،اس سے بڑھ کر عورتوں کی آواز نامحرموں کو پہونچانا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق ومحبت کے گیت،اس سلسلہ میں رت جگا بھی ہے کہ رات بھر گاتی ہیں،گلگلے پکاتی ہیں،صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں،یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے،ناچ باجہ،آتش بازی حرام ہے،کون ان کی حرمت سے واقف نہیں،مگر بعض لوگ اتنے منہمک ہوتے ہیں،کہ یہ نہ ہو تو گویا شادی ہی نہ ہوئی،یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے،دوسرا مال برباد کرنا،تیسرے تماشائیوں کے گناہ کا یہی

سبب ہے اور سب کے مجموعے کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ۔

مسئلہ: جہیز کی مقدار طے کرنا بلکہ مقدار نہ بھی متعین ہو کہیں شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے، اور رشوت مانگنا ہے، جو مال لیا رشوت لیا، فرض ہے کہ اسے واپس کرے، اس کو استعمال میں لانا حرام ہے ہماری شریعت نے نکاح میں عوض مرد کے ذمہ رکھا ہے، کہ بغیر مہر کے نکاح درست نہیں، حتیٰ کہ اگر مرد وعورت نے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کیا بلکہ اگر یہ شرط کردی کہ کچھ مہر نہ ہوگا جب بھی مہر مثل واجب ہے، اگر نکاح کے بعد وطی یا خلوت صحیحہ ہوگئی، عورت یا عورت کے اولیا سے مال مانگنا یہ قلب موضوع اور الٹا ہے، شریعت نے تو یہاں تک پابندی عائد کی تھی کہ ماں باپ بخوشی حسب حیثیت جو کچھ لڑکی کو جہیز میں دیں وہ لڑکی کی ملک ہے، مگر مرد سب جہیز کو اپنی ملک سمجھتا ہے، نقد اڑاتا ہے اور سامان بیچ کر برباد کرتا ہے، یہ حرام اور بے غیرتی کی باتیں ہیں۔

دعوت: (**مسئلہ**) دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے، جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو ولعب نہیں ہے، اور یہ معلوم ہو کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے، جانے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہیں تو واپس آجائے اور اگر مکان کے دوسرے حصہ میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے، کھانا کھا سکتا ہے، پھر یہ انہیں روک سکتا ہے تو روک دے، اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے، یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو، اور اگر مقتدا اور مذہبی پیشوا ہو مثلاً علما و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں، نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں، اور پہلے ہی معلوم ہو کہ وہاں یہ

چیزیں ہیں تو مقتدا ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں۔

میت: (**مسئلہ**) جہلا میں یہ مسئلہ بہت مشہور ہے کہ اگر حالت نزع میں ہو تو اس کا شوہر اس کے پاس نہیں جا سکتا اور بعد موت نہ کندھا دے سکتا، نہ منھ دیکھ سکتا ہے، یہ بالکل بے اصل ہے، جب تک عورت کے جسم میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع میں ہو بلاشبہ اس کی زوجہ ہے، اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے، بعد موت بھی دیکھنے کی اجازت ہے، البتہ بے حائل اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا، باقی کندھا بھی دے سکتا ہے اور قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔

مسئلہ: میت کے گھر والے تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز ہے اور بری بدعت ہے، شرع میں دعوت خوشی کے وقت ہے نہ کہ غم کے وقت، لیکن اگر فقیروں ومحتاجوں کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ: میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کے کھلائیں۔

مسئلہ: میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے، زیادہ نہیں، اوروں کو وہ کھانا کھانا منع ہے، اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے، اس کے بعد مکروہ۔

مسئلہ: مرنے کی آرزو کرنا اور اس کی دعا مانگنا مکروہ ہے، جب کہ کسی دنیوی تکلیف کی وجہ سے ہو، اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ لوگوں کی حالتیں خراب ہوگئیں، مصیبت میں مبتلا ہیں، اسے بھی اندیشہ ہے کہ گناہ میں پڑ جائے گا تو آرزوئے موت مکروہ نہیں۔

محرم الحرام :(مسئلہ)عشرۂ محرم میں مجالس منعقد کرنا اورواقعات کربلا بیان کرنا جائز ہے، جب کہ روایت صحیحہ بیان کی جائیں،مگراس مجلس میں صحابۂ کرام کا بھی ذکر خیر ہونا چاہیے تا کہ اہل سنت اورشیعوں کی مجالس میں فرق وامتیاز رہے۔

مسئلہ:محرم کے مہینے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ،اورشہداے کربلارضی اللہ عنہم کے مقدس روضوں کی تصویر یانقشہ بنا کر رکھناان کو دیکھنایہ تو جائز ہے،کیوں کہ یہ ایک غیر جاندار کی تصویر ہے،لہذا جس طرح کعبہ، بیت المقدس،نعلین شریفین وغیرہ کی تصویریں یا نقشے رکھنے کوشریعت نے جائزٹھہرایاہے،اسی طرح شہدائے کربلا کے روضوں کی تصویریں اور نقشے بھی یقیناً جائز ہی رہیں گے،البتہ طرح طرح کے ڈھانچے،مروجہ خرافات کرنا،بازاری عورتوں اورمردوں کا ہجوم کرنا،تعزیئے دسویں تاریخ کومنصوعی کربلامیں لے جا کر دفن کرنا،گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کرآئے ،حضرت قاسم کی مہندی نکالنا ،اس سلسلے میں کسی کا پیک بن کر کمر سے گھنگھرو بندھوانا،کسی بچےکوفقیر بنا کر گلے میں جھولی ڈالنااور گھرگھرا سے بھیک منگوانا،اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کی جاتی ہیں ، یہ سب لغو،خرافات اورناجائز وگناہ ہیں ،اللہ تعالیٰ صدقۂ شہدائے کربلامسلمانوں کونیک توفیق دےاور بدعات سے توبہ کی توفیق دے۔آمین

صفر:(مسئلہ)ماہ صفرکولوگ منحوس جانتے ہیں ،اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے ،لڑکیوں کورخصت نہیں کرتے اوربھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اوران کوتیرہ تیزی کہتے ہیں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں،حدیث میں فرمایا کہ ذیقعدہ کے مہینے کو بہت لوگ براجانتے ہیں اوراس کوخالی کا مہینہ کہتے ہیں ، یہ بھی اور ہرمہینہ میں ۳/ ۱۳/ ۲۳/ ۸/ ۱۸/ ۲۸/کومنحوس جانتے ہیں یہ بھی لغویات سے ہے۔

زینت:(مسئلہ)چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہومرد کو پہننا جائز ہے،اوردوانگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی ناجائز ہے ،سونے کی انگوٹھی بھی مرد کو ناجائز ہے ،کانسے ،پیتل ،لوہے ،تانبے کی مردعورت دونوں کو ناجائز ہے،عورتوں کوسونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کا زیور ناجائز ہے۔

مسئلہ:ریشم کے کپڑے مرد کے لیےحرام ہیں،ہاں اگرتانا ریشم ہواور بانا سوت ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ:سرخ یا زرد خضاب اچھا ہےاورزرد بہتر ہےاورسیاہ خضاب کوحدیث میں فرمایا کافرکاخضاب ہے،دوسری حدیث میں ہےاللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کردے گا۔

مسئلہ:انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کرعورت کے بالوں میں گوندھے یہ حرام ہے،حدیث میں اس پرلعنت آئی ہے۔

مسئلہ:لڑکیوں کے ناک،کان چھیدنا جائز ہے اوربعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اورزیور پہناتے ہیں ، یہ ناجائز ہے ،یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز ہے اوراسے زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ:عورتوں کا ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا نہ چاہیے،لڑکیوں کے ہاتھ پیر میں لگا سکتے ہیں جس طرح ان کوزیور پہنا سکتے ہیں۔

مسئلہ:مرد کو جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے اورسفید بالوں کو اکھاڑنا یا قینچی سے چن کرنکلوانا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں، اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے۔

لہو ولعب: (**مسئلہ**) مزامیر یعنی آلات لہو لعب، بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں ،جس کی حرمت اولیا، علما دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح ہے، ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے۔

مسئلہ: متصوفۂ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں، اور کبھی اچھلنے کودنے، ناچنے لگتے ہیں، اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے، ایسی محفل میں جانا وہاں بیٹھنا ناجائز ہے، مشائخ سے اس قسم کے گانے کا ثبوت نہیں۔

مسئلہ: اہل ہنود کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقًا ناجائز ہے، اگر ان کا مذہبی میلہ ہے (رام لیلا، دشہرہ وغیرہ) جس میں وہ اپنا کفر وشرک کریں گے، کفر کی آوازوں میں چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام، منجملہ کبائر ہے، پھر بھی کفر نہیں، اگر کفری باتوں سے نافر ہے، ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے ورنہ فاسق، اس پر بھی وعید شدید ہے، اور اگر مذہبی میلہ نہیں ہے، لہولعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات وقبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشہ بنانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جانوروں کو لڑانا مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے، بھینسے وغیرہ، ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں حرام ہے، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریچھوں کا بھی لڑانا حرام ہے کہ بلاوجہ بے زبانوں کو ایذا دینا ہے، اور اس میں شرکت کرنا یا اس کا تماشہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

پردہ: جو لباس کی وضع اور طریقۂ پوشش اب عورتوں میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو، اس طرح سوا خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے۔

مسئلہ: اندھے سے بھی پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے، اور اس کا گھر میں جانا، عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔

مسئلہ: غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں، محض جاہلانہ رسم ہے، نہ ان کے نشان کی کوئی اصل۔

شکار: شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک عام قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ مچھلی کا، روز آنہ ہو، خواہ گاہ گاہ، مطلقا بالاتفاق حرام ہے ،حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کے ہو۔

مسئلہ: کشتی لڑنا اگر لہولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لیے ہو کہ جسم میں قوت آئے اور کفار سے لڑنے میں کام دے یہ جائز و مستحسن و کار ثواب ہے، بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو ،آج کل برہنہ ہو کر ایک لنگوٹ یا جانگیہ پہن کر لڑتے ہیں کہ ساری رانیں کھلی ہوتی ہیں یہ ناجائز ہے۔

حقوق (مسئلہ): جس کے ذمہ اپنا حق ہو اور وہ نہ دیتا ہو تو اگر اس کی ایسی چیز مل جائے جو اسی جنس کی ہے جس جنس کا حق ہے تو لے سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر جان، مال، آبرو کا اندیشہ ہے، ان کے بچانے کے لیے رشوت دیتا ہے

یا کسی کے ذمہ اپنا حق ہے جو بغیر رشوت دیئے وصول نہیں ہوگا اور یہ اس لیے رشوت دیتا ہے کہ میرا حق وصول ہو جائے، یہ دینا جائز ہے، یعنی دینے والا گنہ گار نہیں مگر لینے والا ضرور گنہگار رہے۔

مسئلہ: لوگوں کے ساتھ مدارات کے ساتھ پیش آنا، نرم باتیں کرنا، کشادہ روئی سے کلام کرنا مستحب ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ مداہنت نہ ہو، بد مذہب سے گفتگو کرے تو اس طرح نہ کرے کہ وہ سمجھے کہ میرے مذہب کو اچھا سمجھنے لگا، برا نہیں جانتا۔

مسئلہ: باپ کو اس کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے کہ ادب کے خلاف ہے، اسی طرح عورت کو یہ مکروہ ہے کہ شوہر کا نام لے کر پکارے، بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ عورت اگر شوہر کا نام لے لے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ غلط ہے۔

مسئلہ: چھت پر چڑھنے میں دوسروں کے گھروں میں نگاہ پہونچتی ہے تو وہ چھت پر چڑھنے سے منع کر سکتے ہیں، جب تک پردہ کی دیوار نہ بنوالے یا کوئی ایسی چیز نہ لگالے جس سے بے پردگی نہ ہو، اور اگر دوسرے لوگوں کے گھروں میں نظر نہیں پڑتی مگر وہ لوگ جب چھت پر چڑھتے ہیں تو سامنا ہوتا ہے، تو اس کو چڑھنے سے منع نہیں کر سکتے بلکہ ان کی مستورات کو یہ چاہیے کہ خود چھتوں پر نہ چڑھیں تاکہ بے پردگی نہ ہو۔

سلام (مسئلہ): خط میں سلام لکھا ہوتا ہے اس کا بھی جواب دینا واجب ہے، اور یہاں جواب دو طرح ہوتا ہے، ایک یہ کہ زبان سے جواب دے، دوسری صورت یہ ہے کہ سلام کا جواب لکھ کر بھیجے، مگر چونکہ جوابِ سلام فوراً دینا واجب ہے، تو اگر جواب فوراً تحریر نہ ہو تو زبان سے فوراً جواب دے دے تاکہ تاخیر سے گناہ نہ ہو۔

اقامت میں ”حیّ علی الصّلوٰۃ، حیّ علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کا حکم

احادیث مبارکہ اور معتبر و مستند کتب فقہ سے جملہ فقہائے کرام خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، کا مسلک واضح ہے کہ اقامت میں جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ پر پہونچے اس وقت امام و مقتدی کھڑے ہوں، شروع اقامت سے نہ کھڑے ہوں کہ یہ خلاف سنت ہے اور مکروہ فعل ہے، جو لوگ اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں اور حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ فقہ حنفی پر عمل بھی کریں۔

اقامت کے وقت قیام: وقت اقامت نماز کے لیے کھڑے ہونے کی چار صورتیں ہیں:

اوّل☆ امام محراب میں ہو یا محراب کے قریب اور خود اقامت نہ کہہ رہا ہو تو اس وقت امام اور مقتدی سب اقامت بیٹھ کر سنیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ **دوم**☆ امام خود اقامت کہہ رہا ہو تو پوری قوم اقامت بھر بیٹھی رہے، جب اقامت پوری کر لے تو لوگ کھڑے ہوں۔ **سوم**☆ امام خود تکبیر نہ کہہ رہا ہو اور مسجد سے باہر ہو تو مقتدی بیٹھ کر اقامت سنیں اب اگر امام اگلی صف سے مسجد میں آ رہا ہو تو مقتدیوں میں جس کی نگاہ امام پر پڑے کھڑا ہو جائے۔ **چہارم**☆ صورت یہی ہو اور امام صف کے پیچھے سے آئے تو سب مقتدی اقامت کے وقت بیٹھے رہیں، امام جس صف کے پاس سے گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے۔

اقامت (تکبیر) کے وقت سب کو بیٹھے رہنا چاہیے، جس وقت تکبیر کہنے والا ”حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح“ پر پہونچے اس وقت سب لوگ کھڑے ہو جائیں، یہ حکم امام و مقتدی دونوں کے لیے ہے، اس کے ثبوت کے لیے کتب احادیث و فقہ کی کچھ عبارات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) صحیح بخاری جلد اول میں ہے :''عن عبداللہ بن قتادۃ عن ابیہ قال:قال رسول اللہ ﷺ: اذااقیمت الصلوٰۃ فلاتقوموا،حتی ترونی وعلیکم السکینۃ ۔''(یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب اقامت کہی جائے توتم لوگ کھڑے نہ ہوجاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو(کہ میں حجرے سے باہرآ گیا)اورسکون کے ساتھ رہو)۔

اس حدیث کی تشریح صاحب نزہۃ القاری یوں فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نماز کے لیے جمع ہوجاتے اور جماعت کا وقت ہوجاتا توحضرت بلال اجازت لے کراقامت شروع کردیتے ،ابتدا میں صحابۂ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے ہوجاتے ، اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب تک یہ دیکھ نہ لوکہ میں حجرہ مبارکہ سے باہرآ گیا کھڑے نہ ہو،اگر چہ اقامت ختم ہوجائے ،اس بنا پرعلمانے فرمایا کہ اگراقامت کے وقت امام مسجد میں ہوتو جب تک امام کو نہ دیکھ لیں کھڑے نہ ہوں ،اگر چہ اقامت پوری ہوجائے ،اور جب امام ومقتدی مسجد ہی میں ہوں تواقامت کے وقت سب بیٹھے رہیں، جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ تک پہونچے توکھڑے ہونا شروع کریں ،حی علی الفلاح پرسیدھے کھڑے ہوجائیں ،کھڑے ہوکراقامت سننا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات، عالمگیری،شامی میں ہے۔

(۲) صحیح مسلم میں ہے:''عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ ﷺ: اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتیٰ ترونی ''(یعنی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جب اقامت کہی جائے توتم اس وقت تک نہ کھڑے ہوجب تک مجھے نہ دیکھ لو۔)

(۳) مشکوٰۃ شریف میں ہے:''عن النعمان ابن بشیر قال :کان رسول اللہ ﷺ: یسوی صفوفنا اذاقمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبر ۔[ص:۹۸] نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست کرتے تھے، جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے توہم سیدھے ہوجاتے توآپ اللہ اکبر کہتے تھے۔

(۴) اورحدیث کی مشہور کتاب مؤطاامام محمد ''**باب لتسویۃ الصف**''[ص:۸۸] میں ہے:''قال :محمد ینبغی للقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح ان یقیموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف ''(یعنی محررمذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہنے والا جب حی علی الفلاح پر پہونچے تومقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں اورپھرصف بندی کرتے ہوئے صفوں کوسیدھی کریں)۔

مسائل فقہیہ: (۱) مالابد منہ [ص:۴۰] میں ہے :''طریق خواندن نماز وجہ سنت آں است کہ اذان گفتہ شودوا قامت ونزدحی علی الصلوٰۃ برخیزد۔''(یعنی نماز ادا کرنے کامسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان کہی جائے اوراقامت اورحی علی الصلوٰۃ پرکھڑاہو)۔

(۲) نورالایضاح و(۳) کنز میں ہے:''والقیام حین قیل حی علی الفلاح۔''(یعنی کھڑاہونااس وقت ہے جب حی علی الفلاح کہاجائے)۔

(۴) فتاویٰ عالمگیری جلد اول [ص:۵۳] میں ہے:''اذادخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذابلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح ۔''(یعنی اگرکوئی شخص تکبیر کے وقت آیا تواسے کھڑے ہوکرانتظارکرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہونچے تواس وقت کھڑاہو)

(۵)ردالمحتار میں ہے:"دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد"۔ (یعنی جو شخص تکبیر کہے جانے کے وقت مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے) اس عبارت کے تحت:

(۶)شامی جلداوّل[ص:۲۶۸] میں ہے:"یکرہ له الانتظار قائما و لکن یقعدثم یقوم اذابلغ المؤذن حی علی الفلاح"۔(یعنی اس کے لیے کھڑے ہوکرانتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ وہ کسی جگہ بیٹھ جائے، پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو) اور یہی حکم امام کے لیے ہے جیسا کہ:

(۸)فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل [ص ۵۳] میں ہے :"یقوم الامام والقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح عندعلمائنا الثلثة وهوالصحیح"۔(یعنی علمائے ثلاثہ حضرت امام اعظم ،امام ابو یوسف ،اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے اوریہی صحیح ہے)

(۹)درمختار مع شامی جلداوّل[ص:۳۲۲] میں ہے:"والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح ۔"(یعنی امام ومقتدی کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا سنّت مستحبہ ہے)

(۱۰)شرح وقایه مجیدی جلداوّل[ص:۱۳۶] میں ہے:"یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰة ۔"(یعنی امام ومقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں)

(۱۱)مراقی الفلاح میں ہے:"قیام القوم والامام ان کان حاضر لقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حی علی الفلاح"۔(یعنی

امام اگر محراب کے پاس حاضر ہوتو امام ومقتدی کا مکبّر کے حی علی الفلاح کہتے وقت کھڑے ہونا آداب نماز میں ہے)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے اور مستحب اس فعل کو کہتے ہیں جس کے کرنے میں ثواب ہو،تواہل سنت وجماعت نمازیوں کو زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں ،بعض مذہب حنفی کے دعوے دار اہل سنّت وجماعت کے ساتھ عناد کی وجہ سے کھڑے ہوکر اقامت سنتے ہیں ،جب کہ حنفی ہونے کے مدعی بھی ہیں، یہاں تک کہ قریب قریب یہ مسئلہ اہلسنّت کے شعار کی حد تک پہونچ گیا ہے۔

عید کب منائیں

رویت ہلال اور توقیت: چاند کی رویت کے سلسلہ میں بعض لوگ علما پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہیں کہ نماز کے اوقات بلکہ خود روزے کے افطار اور سحری میں علم توقیت اور ہیئت کا اعتبار کرتے ہیں، مگر عید کے سلسلہ میں اعتبار نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں ایک ہی شہر میں دو دن عید ہوتی ہے، جب قدیم قواعد میں جو خامیاں تھیں وہ بار بار تجربہ کر کے دور کردی گئی ہیں اور اب ان میں ایسی پختگی آ گئی ہے کہ ان میں تخلف نہیں ہوتا، تو جیسے اوقات طلوع وغروب اور نماز میں علم توقیت پر اعتماد کرلیا گیا، رویت ہلال کے بارے میں ان جدید قواعد پر بھی اعتماد کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

جواب: اس پر گذارش یہ ہے کہ نئی تعلیم وتحقیق کے ماہرین اپنی ہمہ دانی کے نشہ میں اپنی عقل سے شرعی احکام میں دخل دینے لگتے ہیں، بلکہ مجتہد سے بھی آگے بڑھ کر قرآن واحادیث کی صریح ارشادات کے خلاف فتویٰ دینے کی جسارت کرنے لگتے ہیں مجتہدین بھی اس کے پابند تھے کہ ہر قضیے کا حکم پہلے قرآن مجید میں تلاش کریں، اس میں نہ ملے تو اجماع امت دیکھیں، اب اگر اس قضیے میں اجماع امت نہیں یا سرے سے کوئی حکم صحابہ وتابعین سے منقول نہیں تو قیاس سے کام لیں، وہ بھی انہیں اصول کی پابندی کے ساتھ جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں، قرآن واحادیث مذہب اسلام کے غیر متبدل دستور اساسی کی حیثیت سے رکھتے ہیں، قرآن واحادیث کے معارض بڑے سے بڑے ہمہ داں محقق کی ذاتی رائے کو مذہبی حکم کی جگہ دینا نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کے مرادف ہے، رویت ہلال کے سلسلے میں جو لوگ **رصد گاہوں** کی تحقیق پر اعتماد کی وکالت کر رہے ہیں ان لوگوں کا یہی حال ہے کہ وہ لوگ **کیلر اور نیوٹن اسٹائن** کی

کی کدوکاوش اور نکتہ آفرینیوں کو اتنا یقینی اور قطعی جانتے ہیں کہ اس کے مقابل قرآن وحدیث کے ارشادات کی کوئی حیثیت نہیں۔

خالص عبادات کی ہیئت ارکان واوقات میں عقل کو دخل نہیں: اس سلسلے میں ہم دین دار، دین پسند مسلمانوں کی توجہ اس پر مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ روزہ، نماز، عیدین، صدقۂ فطر، قربانی، حج خالص عبادات ہیں اور جس طرح ان عبادات کے ارکان اور ہیئت کے تعین میں عقل انسانی کو کوئی دخل نہیں بلکہ یہ اسی وقت صحیح اور معتبر ہوں گے جب انہیں ارکان اور ہیئت کے ساتھ ادا کئے جائیں جو من جانب شارع مقرر ہیں اسی طرح ان عبادات کے اوقات بھی وہی معتبر ہوں گے جو شارع نے بتائے ہیں، اپنے جی سے نئے اوقات مقرر کر کے ادا کئے جائیں گے تو وہ صحیح نہ ہوں گے، بعینہ اسی طرح ان اوقات کے معلوم کرنے کا اگر شارع نے کوئی خاص طریقہ بیان فرما دیا ہے تو خاص اسی طریقہ سے ہٹ کر ہم اور آپ کوئی نیا طریقہ ایجاد کریں تو اس طریقہ سے معلوم کئے ہوئے اوقات ان عبادات کے اوقات نہیں ہوسکتے اور ان میں ادائیگی حقیقت میں ازروئے شرع ادائیگی نہ ہوگی۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ عبادات کے ارکان، ہیات اور اوقات کی طرح اگر اوقات کے جاننے کا کوئی طریقہ شارع نے مقرر کردیا ہے تو اسی طریقے سے دریافت کیا ہوا وقت اس عبادت کا وقت ہے، اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے دریافت شدہ وقت اس عبادت کا وقت نہ ہوگا خصوصاً ایسے طریقے سے جسے شارع نے مسترد کردیا ہو، ہاں اگر اوقات معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا ہے تو پھر اپنی صواب دید سے دریافت کردہ اوقات میں عبادت کی ادئیگی صحیح ہوگی۔

اتنی بات ذہن نشین کرنے کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ کسی بھی مہینے کی ابتدا اورانتہا جاننے کا طریقہ شریعت نے مقرر فرمایا ہے یا نہیں، اور نجوم وہیئت کو اس خصوص میں لغو اورنا قابل اعتبار قرار دیا ہے یا نہیں، آیئے آگے بڑھئے، قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''یسئلون عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج۔'' [بقرہ آیت ۱۸۹]

(ترجمہ) تم سے لوگ چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرمادو یہ لوگوں کے (اپنے) کاروبار اور حج کے اوقات جاننے کا ذریعہ ہے۔

سوال اصل میں یہ تھا کہ چاند گھٹتا بڑھتا کیوں ہے، پہلی شب کو باریک نظر آتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ غروب ہوجاتا ہے، اس کا سبب نہ بتا کر اس کا فائدہ بتایا گیا، اس میں بہت خوش اسلوبی سے لوگوں کو چاند کے طلوع وغروب، ہلال وبدر میں تبدیلی کی علت اور سبب جاننے کی کوشش سے روکا گیا ہے اور اس روکنے میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ اس کا سبب دریافت کرنا بے فائدہ ہے، اس سے کوئی دینی فائدہ وابستہ نہیں، اس سے اقتضاءً ثابت ہوا کہ ہیئت ونجوم کے اصول چاند کے سلسلے میں غیر معتبر ہیں۔

رویت کے بارے میں احادیث: امام احمد نے اپنے مسند میں، امام مالک نے اپنی مؤطا میں، امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں، امام ترمذی نے اپنی جامع میں، امام ابن ماجہ، امام دارمی نے اپنی اپنی سنن میں، سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الشھر تسعۃ وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتیٰ تروہ فان غم فاکملوا العدۃ ثلثین''۔ (ترجمہ) مہینہ ۲۹؍رات کا ہے، جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو، اگر ابر ہو تو ۳۰؍کی گنتی پوری کرلو۔

اورامام بخاری، امام مسلم نے اپنی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صوموالرویتہ وافطروالرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین''۔ (ترجمہ) چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی ۳۰؍گنتی پوری کرو، اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''لاتصوموا حتیٰ تروالھلال ولاتفطروا حتیٰ تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ''۔

(ترجمہ) جب تک چاند دیکھ نہ لو روزے نہ رکھو اور جب تک چاند دیکھ نہ لو روزے نہ چھوڑو، اگر ابر ہو تو مقدار پوری کرو۔

ابوداؤد میں: ''فاقدروا لہ ثلثین'' ہے یعنی ۳۰؍دن کی مقدار پوری کرو، اس مضمون کی احادیث متعدد حضرات سے مروی ہیں۔

چاند کی رویت میں حساب غیر معتبر: اسی سے ثابت ہوگیا کہ اس خصوص میں دوسرے ذرائع شرعاً کالعدم ہیں، مگر شارع علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ''فان غم علیکم'' فرمایا، اس ارشاد نے براہ راست دوسرے ذرائع معلومات کے کالعدم ہونے پر مہر فرمادی، اس لئے کہ ''غُمَّ'' کے معنیٰ ڈھانک لینے کے ہیں، غم کو غم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دل ڈھانک لیتا ہے، اور اسی مناسبت سے بادل کو غمامہ کہتے ہیں کہ آسمان کو ڈھانک لیتا ہے، ''ان غم علیکم'' کا ترجمہ یہ ہوا کہ چاند تم سے ڈھانک اور چھپا لیا جائے اور چھپائی وہی چیز جاتی ہے جو موجود ہو تو حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ چاند افق سے اوپر ہو اور وہ کسی چیز سے ڈھنک جائے، چھپ جائے، مثلاً بادل، کہرا، گرد وغبار وغیرہ کی وجہ سے نظر نہ آئے، اور اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں

تونظر آتا مگران چیزوں میں سے کسی وجہ سے دکھائی نہیں دے رہا ہے، تو حدیث میں قطعی حکم
موجود ہے کہ ایسی حدیث میں ۳۰ رکی گنتی پوری کرو، ان حسابات سے یہی معلوم ہوا کہ اگر چاند
افق سے اتنا اونچا ہوگیا کہ اگر پوری چیز حائل نہ ہوتی تو ضرور نظر آتا مگر جب نظر نہیں آیا تو شارع
علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ ختم نہ ہوا، باقی ہے، ایک دن اور پورا کرو۔

شکایت: بعض لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ نماز کے اوقات نیز سحری اور افطار میں اس
حساب کا اعتبار کیا جاتا ہے، پھر مہینے کی ابتدا اور انتہا کے سلسلے میں کیوں نہ اعتبار کیا جائے؟

اس پر گذارش ہے کہ نماز، سحری، اور افطار میں شریعت نے روایت پر مدار نہیں رکھا
ہے بلکہ سورج کے طلوع، غروب، زوال، اور اس کے دومثل سایہ ہونے اور صبح صادق کے طلوع
اور شفق کے غروب پر رکھا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ دیکھ لو کہ صبح صادق طلوع کر آئی ہے تو روزہ
دار کھانا پینا چھوڑ دے اور نماز فجر کا وقت ہوگیا اور جب یہ دیکھ لے کہ سورج غروب ہوگیا تو روزہ
توڑ دے اور مغرب کا وقت ہوگیا، بلکہ فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع سے روزہ دار کھانا پینا
چھوڑ دے اور نماز فجر کا وقت ہوگیا اور غروب آفتاب پر روزہ افطار کرلے اور مغرب کا وقت ہوگیا
علیٰ ہذا القیاس، اگر دیکھے بغیر بھی صبح صادق کے طلوع اور آفتاب کے غروب کا علم ہوجائے تو ان
سے جو احکام وابستہ ہیں وہ ثابت ہوں گے، اس کو یوں کہئے کہ ان اوقات کے معلوم کرنے کا کوئی
خاص طریقہ شریعت نے مقرر نہیں فرمایا ہے، مثلاً یہی کہ رویت ہو، اس لیے ہم کسی طریقے سے
بھی ان اوقات کو جان لیں کافی ہے، مگر مہینے کی ابتدا اور انتہا معلوم کرنے کے لیے طریقہ معین
فرمادیا کہ وہ عینی رویت ہی ہو اور دوسرے طریقوں کو غیر معتبر قرار دے دیا، اس لئے یہاں
رویت کے علاوہ دوسرے طریقے کالعدم ہوں گے۔

اہل سنت سے گذارش: اہل سنت وجماعت کے افراد کو یہ بتانا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے
ہیں کہ آخر ہم لوگ شاہی امام، دہلی جیسے شہرت یافتہ کا فیصلہ کیوں نہیں مانتے، ہمارا گریجویٹ طبقہ
، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے ماسٹران، پروفیسران، وکلا، بیرسٹران، ڈاکٹران اس سلسلے
میں علما پر سخت تنقید کرتے ہیں کہ موت وزیست، آمدورفت وغیرہ ہر معاملے میں ریڈیو، ٹیلی فون
کی خبر معتبر ہے مگر چاند کے معاملے میں کیوں معتبر نہیں ہے؟ ان کے لہجے میں ان کا جواب یہ ہے
کہ ”مسٹر گاندھی کو ناتھورام گوڈسے نے قتل کیا اور اس وقت ملک کی سب سے بڑی شخصیت
پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم نے ریڈیو اسٹیشن سے اعلان کیا کہ ہمارے باپو کو ناتھورام
گوڈسے نے قتل کردیا، لیکن حیرت ہے کہ صرف اس اعلان پر گوڈسے کو سزا نہیں دی گئی جب تک
کہ وزیر اعظم سے بہت کم تر درجہ جج کی کچہری میں قانونی طور پر گواہوں نے آکر چشم دید گواہی
نہیں دی، آخر بات کیا ہے؟ تو نہایت ہی طنز آمیز لہجہ میں گریجویٹ حضرات فرماتے ہیں کہ قتل
کے کیس اور چاند ہونے یا نہ ہونے میں کیا علاقہ ہے؟ ہمیں افسوس ہے کہ ایسی بات وہ لوگ کہتے
ہیں جو اپنے آپ کو معزز مسلمان سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک روزہ اور نماز آلو ٹماٹر کے برابر ہیں
کہ فون پر بھاؤ آگیا اور تسلیم کرلیا، کاش وہ لوگ مذہب کی روح کو سمجھتے نماز وروزہ کی اہمیت
جانتے تو نماز وروزہ کو آلو ٹماٹر کے برابر نہیں جانتے، اب آیئے ہم سے سنئے، شوال کے چاند
کا معاملہ بہت اہم ہے، ایک طرف یہ ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے، مگر یہ ایک گناہ ہے
، دوسری طرف یہ ہے کہ اگر ۲۹ رکا چاند ثابت نہیں اور کسی نے دوسرے دن روزہ نہیں رکھا اور عید
کرلی تو چار چار گناہ کا مرتکب ہوا ☆ غیر شرعی طریقے کو معتبر مان کر اس پر عمل کیا، یہ ایک گناہ ہوا
☆ دوسرے دن روزہ فرض تھا، اسے چھوڑا، یہ دوسرا گناہ ☆ اس دن ۳۰ ر رمضان تھی اور نماز عید

پڑھ لی، جس کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا، تو یہ عید نہ ہوئی، نفل ہوئی، اور جس طرح نماز عید پڑھی جاتی ہے اس طرح کوئی نماز نفل مشروع نہیں، تو جو چیز حقیقت میں صحیح نہیں اسے عبادت سمجھ کر کرلیا، یہ تیسرا گناہ ہوا ☆ یکم شوال کو نماز عید واجب تھی اسے پڑھا نہیں یہ چوتھا گناہ ہوا۔

غلط اعلان کا جواب: دیوبندی مذہب کے افراد اپنے مذہب کے مطابق چاند کا اعلان کر کے یہ چلاتے چلاتے گلا پھاڑ لیتے ہیں کہ آج عید ہے، عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، اہلسنت کو چاہیے کہ ان کے جواب میں یہ بھی اعلان کریں کہ آج ۳۰ ر رمضان ہے، آج روزہ رکھنا فرض ہے، آج کے دن روزہ چھوڑنا، نماز عید پڑھنا چار چار گناہ کا مجموعہ ہے، اہلسنت بغور ملاحظہ کریں، نماز و روزہ آلوٹماٹر کے مثل نہیں ہیں، یہ دونوں عبادت ہیں اور ان دونوں کے لیے من جانب اللہ وقت مقرر ہے اور اس کا وقت جاننے کا طریقہ بھی۔

جب مطلع صاف ہو تو چاند کے ثبوت کا طریقہ: شریعت نے چاند کے ثبوت کے لیے جب کہ مطلع صاف ہو یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اتنی بڑی جماعت چاند دیکھے جن کی خبر پر یہ یقین حاصل ہوجائے کہ واقعی چاند ہوا ہے، اکٹھے اتنے آدمی جھوٹ نہیں بول سکتے، دو چار دس آدمیوں کے کہنے سے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے ثبوت نہیں ہوگا، جیسا کہ امسال بہت سی جگہوں پر ہوا ہے اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے علاوہ ۱۱ ر مہینے کے چاند کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں قاضی کے پاس آکر یہ گواہی دیں کہ ہم نے امسال فلاں وقت، فلاں دن، فلاں مہینے کا چاند دیکھا ہے، مثلاً اس سال کے بارے میں یہ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس سال کے شوال کا چاند کل یا آج مغرب سے پہلے یا مغرب کے بعد دیکھا ہے، وہ بھی قاضی کے سامنے آکر، اس میں دو باتیں بنیادی ہیں: ☆ یہ کہ

خاص یہ لفظ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اور اگر خاص یہ لفظ نہ ہوں، بلکہ یہ کہے کہ میں حلفیہ بیان دیتا ہوں تو معتبر نہیں، سب لوگ جانتے ہیں کہ بیان حلفی الگ چیز ہے اور گواہی الگ چیز، ☆ یہ کہ ایسا لفظ ضرور کہے جس سے متعین ہوجائے کہ جس مہینے کے چاند کے بارے میں نزاع ہے اسی کے بارے میں یہ گواہی دے رہا ہے، مثلاً اگر کہا کہ میں نے شوال کا چاند دیکھا ہے تو بیکار، جب تک تعین نہ کرے کہ اس سال کے شوال کے متنازع چاند کی گواہی دے رہا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ جب تک وہ بات معین نہ ہو، جس بارے میں گواہی دی جارہی ہے گواہی بیکار ہے، رہ گئی یہ بات کہ اس صورت خاص میں گواہی کی ضرورت ہے اس خصوص میں فقہائے کرام کے عقلی استدلال سے قطع نظر کرتے ہوئے حدیث پیش کرتا ہوں۔

امام ابوداؤد اور امام عبداللہ یزید بن ماجہ قزوینی نے اپنی اپنی سنن میں اور امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یہ حدیث روایت کی ہے:

''ان الهلال خفی علی الناس فی آخر شهر من رمضان فی زمن نبی ﷺ فاصبحوا صیاما ،فشهدوا عندالنبی ﷺ بعد زوال الشمس انهم راوالهلال اللیلة الماضیة ،فامر رسول ﷺ الناس بالفطر ،وافطروا تلك الساعة وخرج بهم من الغد صلاة العید''۔[جلد اول صفحہ ۱۸۸]

(ترجمہ) رمضان کے مہینے کے آخر دن چاند لوگوں سے چھپ گیا، دوسرے دن سب لوگوں نے روزہ رکھا، اس کے بعد کچھ لوگوں نے زوال کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گواہی دی کہ ان لوگوں نے گذشتہ رات چاند دیکھا ہے، اس پر رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ روزہ توڑ دیں، سب لوگوں نے اسی وقت روزہ توڑ دیا، دوسرے دن صبح کو عید کی

نماز پڑھائی۔

ابوداؤد میں ہے ''جاء رکبا'' کچھ سوار آئے، جو یہ گواہی دے رہے تھے، ابن ماجہ میں ''بعد زوال الشمس'' کے بعد ہے ''آخر النہار'' دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

اب یہاں غور طلب یہ ہے کہ یہ چاند کی خبر لانے والے صحابۂ کرام تھے اور وہ بھی ایک نہیں کم از کم تین مگر حضور اقدس ﷺ نے صرف ان کی خبر پر اکتفا نہیں فرمایا، کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ صحابۂ کرام جھوٹ بولیں گے، وہ بھی حضور اقدس ﷺ کے سامنے جب کہ صحابۂ کرام کا عالم یہ تھا کہ عہد رسالت میں کھل کر اپنی عورتوں سے بات چیت نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود رسول ﷺ نے صرف خبر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب ان لوگوں نے گواہی دی تو قبول فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ عید کے چاند کی رویت کے ثبوت کے لیے جب مطلع صاف نہ ہو تو بقدر نصاب چاند دیکھنے والوں کی گواہی ضروری ہے اور اسی کے حکم میں دوسرے مہینے بھی ہیں، البتہ رمضان کا چاند مستثنیٰ ہے، جب مطلع صاف نہ ہو تو صرف ایک مسلمان کی خبر کافی ہے، جب کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ فاسق ہے، جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے، جب عید کے چاند کے ثبوت کے لیے شہادت شرط ہوئی تو محض خبر کا اعتبار ساقط، خواہ وہ خبر دینے والا کوئی بھی ہو، خواہ وہ خبر کسی بھی شخص کی ہو، حتیٰ کہ اگر دو چار آدمی کسی شہر سے آکر یہ خبر دیں بلکہ شہادت بھی دیں کہ فلاں جگہ کے لوگوں نے چاند دیکھا ہے تو معتبر نہیں، ردالمحتار میں حموی سے ہے: ''بخلاف ما اذا اخبر ان اہل بلدۃ کذا رواہ لانہ حکایۃ''

(ترجمہ) اگر دو شخصوں نے یہ خبر دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے دیکھا ہے تو معتبر نہیں اس لئے کہ یہ حکایت ہے۔ (شہادت نہیں) درمختار میں ہے: ''لا لو شھدوا برویتہ غیرہ لانہ

حکایۃ''۔

(ترجمہ) دوسرے لوگوں کے چاند دیکھنے کی بہت سے لوگوں نے گواہی دی تو معتبر نہیں اس لئے کہ یہ حکایت ہے (شہادت نہیں)۔

تو جب دو چار ثقہ متدین افراد کی یہ شہادت وہ بھی قاضی کے سامنے حاضر ہو کر معتبر نہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں فلاں لوگوں نے ۲۹ر کا چاند دیکھا ہے تو ریڈیو ٹیلی فون کی خبر کیا معتبر ہوگی۔

چند سال پہلے کی بات ہے آل انڈیا ریڈیو سے ۲۸ر رمضان گزار کر رات میں یہ خبر نشر ہوئی کہ امام شاہی مسجد نے اعلان کر دیا ہے کہ آج شوال کا چاند ہو گیا ہے، کل عید ہے اور ان کے ماننے والوں نے عید کر ڈالی، جب کہ اس تاریخ کو چاند کی رویت ممکن نہیں اور عید بالکل ہی غلط باطل اور حرام ہوئی، مگر جہالت اور روزہ گھٹانے کے شوق کا کیا علاج۔

مطلع صاف نہ ہونے پر چاند کے ثبوت کا طریقہ: مطلع صاف نہ ہونے یا رویت سے کوئی مانع ہونے کی صورت میں دوسری جگہ کے چاند کے معتبر ہونے کے لیے پانچ طریقے ہیں:

جن لوگوں نے چاند دیکھا ہے خود قاضی کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دیں اور وہ سب کے سب لائق قبول شہادت ہوں اور کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

شہادۃ علی القضا: دو شخص قاضی کے اجلاس میں موجود تھے، ان کے سامنے بقدر نصاب گواہوں نے آکر گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھا ہے، اس کے مطابق قاضی نے حکم دے دیا پھر یہ دونوں شخص دوسرے شہر کے قاضی کے پاس آئیں اور قاضی کے اجلاس

میں گواہی دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے یہاں ہماری موجودگی میں گواہان بقدر نصاب نے یہ گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھا ہے اور قاضی نے ان کی گواہی قبول کر کے اس کے مطابق حکم دے دیا ہے۔

شہادۃ علی الشہادۃ: کسی شہر کے لوگوں نے چاند دیکھا، ان دیکھنے والوں میں سے کم ازکم مثلاً دو مردوں نے دو مردوں کو اپنی شہادت کا شاہد بنایا جس کی صورت یہ ہوگی کہ دو مردوں کے سامنے چاند دیکھنے والوں میں سے ہر ایک یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے امسال کے شوال کا چاند کل یا فلاں روز دیکھا ہے اور میں تم دونوں کو اپنی اس گواہی پر گواہ بناتا ہوں، پھر دوسرے شاہد دوسرے شہر میں آکر قاضی کے اجلاس میں یوں گواہی دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں ابن فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں ابن فلاں ساکن محلہ فلاں نے ہمارے سامنے یہ گواہی دی کہ امسال شوال کا چاند میں نے کل یا فلاں تاریخ کو دیکھا ہے میں تم دونوں کو اپنی اس گواہی پر گواہ بناتا ہوں پھر دوسرے شاہد دوسرے شہر میں آکر قاضی کے اجلاس میں یوں گواہی دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں ابن فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں ابن فلاں ساکن محلہ فلاں نے ہمارے سامنے یہ گواہی دی کہ امسال شوال کا چاند میں نے کل یا فلاں تاریخ کو دیکھا ہے، میں تم دونوں کو اپنی اس گواہی پر گواہ بناتا ہوں اس کے معتبر ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔

(۱)......اصل گواہ اتنی دور ہوں کہ اس شہر میں آکر گواہی دے کر شام تک گھر نہ پہونچ سکیں اور اس میں اعتبار اوسط چال سے پیدل چلنے کا ہے، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جدالممتار میں دلائل قاطعہ سے ثابت فرمایا ہے کہ مدت مسافت ۵۷ صحیح پانچ بٹے آٹھ میل ہے

، جو موجودہ اعشاریہ میل سے ۹۲ رکلومیٹر ہوتا ہے، تو اصل گواہ کو کم ازکم اتنی دور رہنا چاہئے کہ آمد ورفت مل کر ۰ ۳ رکلومیٹر اور ۶۶۶ میٹر سے کچھ زائد ہو۔

(۲)......گواہان فرع بھی یہ ضرور کہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں۔

(۳)......اصل گواہوں کے والد اور ان کے دادا کا نام بھی لیں، چاہیں سکونت وتعیین محلہ بھی بیان کریں، یعنی ان کا نام اس طرح لیں کہ وہ بالکل معین مشخص ہوجائیں جس میں کوئی شک وشبہ یا التباس نہ رہے۔

(نوٹ)......گواہی پر گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہونچے۔

کتاب القاضی الی القاضی: (قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام) یعنی قاضی شرع کے سامنے شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی، اور اس خط میں اپنا مکتوب اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا ہو، جس سے کافی امتیاز واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط فلاں شہر کے قاضی کے نام ہے، آپ کے بعد وہ گواہان باحتیاط اس خط کو مکتوب الیہ کے پاس لائیں اور ان الفاظ میں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خط آپ کے نام فلاں شہر کے قاضی نے ہم کو دیا اور ہم کو گواہ بنایا کہ یہ خط اس کا ہے تو دوسرے شہر کے قاضی کو اس کی اجازت ہے کہ اس کے خط کے مطابق فیصلہ کر دے اور بہتر یہ ہے کہ پہلا قاضی خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے اور خط بند کر کے ان کے سامنے سربمہر کردے اور اولیٰ یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں اور دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دیں

کہ اس خط میں یہ مضمون ہے، فتویٰ خیریہ میں ہے کہ یہ ضروری ہے کہ قاضی اول گواہوں کے سامنے خط لکھے۔

استفاضہ: کسی شہر کی متعدد جماعتیں آئیں اور سب نے بیک زبان اپنے علم سے خبر دیا کہ وہاں فلاں دن، چاند دیکھ کر روزہ شروع ہوا ہے یا عید کی گئی محض بازاری خبر اڑ گئی یا بڑی کوشش کی گئی تو کسی نامعلوم مجہول کا پتہ بتایا گیا اس طرح کی محض بازاری افواہ نامعتبر ہے۔

استفاضہ میں جب یہ شرط ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آکر خبر دیں تو معلوم ہوا کہ ٹیلی فون کی خبریں غیر معتبر اور اسی طرح ریڈیو کی بھی، پھر اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ جس شہر سے یہ جماعتیں خبر لائیں وہاں کوئی ایسا قاضی ومفتی مرجع خلائق موجود ہو جس کے حکم سے لوگ روزہ رکھتے ہوں اور عید کرتے ہوں وہ خود پابند شرع، خداترس، صاحب استقامت ہو جو دنیادار رؤسا کے دباؤ میں نہ آئے، ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرے اور لوگ روزہ وعید کے عمل میں اس کے احکام کے پابند ہوں۔

مذکورہ بالا طریقوں کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم میں مطبوعہ رسالہ مبارکہ ''طرق اثبات الھلال'' میں بیان فرمایا ہے اور ہر مسئلے کو کتب فقہ کے حوالے سے مدلل فرمایا ہے، اگر کسی صاحب کو اس پر اطمنان نہ ہو تو کتب فقہ کے رویت ہلال کا باب اور کتاب الشہادۃ کا مطالعہ کریں۔

موت کے احکام ومسائل

بیماری کا بیان: بیماری ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کے منافع بے شمار ہیں، اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہونچتی ہے، مگر حقیقتاً راحت وآرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے، یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے، حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہیے، بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کسی قدر خدا کو یاد کرتا، اور توبہ استغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں، جیسے راحت کا، مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ صبر واستقلال سے کام لیں اور جزع فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی، پھر اتنے بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے، بہت سے نادان بیماری میں نہایت بیجا کلمے بول اٹھتے ہیں، بلکہ بعض کفر تک پہونچ جاتے ہیں، معاذ اللہ، اللہ عزوجل کی طرف ظلم کی نسبت کر دیتے ہیں، یہ تو بالکل ہی ''خسر الدنیا والاخرۃ'' کے مصداق بن جاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان کو جو تکلیف، وہم، وحزن، واذیت، وغم پہونچے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کو چبھے اللہ تعالیٰ ان کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

موت آنے کا بیان: دنیا گزشتنی اور گزاشتنی ہے، آخر ایک دن موت آنی ہے، جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو وہاں کی تیاری چاہیے جہاں ہمیشہ رہنا ہے، اور اس وقت کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دنیا میں ایسے

رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا، تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور اگر راہ گیر راستہ کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ راہ کھوٹی ہوگی اور منزل مقصود تک پہونچنے میں ناکامی ہوگی اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی کے حاصل کرنے میں آڑے آئیں، اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ اس کی یاد دنیوی تعلقات کی بیخ کنی کرتی ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا: ''اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت'' مگر کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ اس کی ممانعت آئی ہے اور ناچار کرنی ہی ہے تو یوں کہے: الٰہی مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے خیر ہو اور موت دے جب موت میرے لیے بہتر ہو، البتہ موت کا خوف جائز ہے جب دین کے فتنے کا خوف ہو۔

جب روح نکل جائے: تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جاکر گرہ دے دیں کہ منھ کھلا نہ رہے، اور آنکھیں بند کردی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کردیئے جائیں، یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کرسکتا ہو، باپ یا بیٹا وہ کرے۔

(**مسئلہ**): مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے کہ موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا، اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات سمجھ میں نہ آئی کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی کے لیے پوری بات صاف طور پر ادا کرنا دشوار ہوتا ہے۔

(**مسئلہ**): اس کے ذمہ قرض یا جس قسم کے دین ہوں جلد سے جلد ادا کردیں کہ حدیث میں ہے کہ میت اپنے دین میں مقید ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس کی روح معلق رہتی

ہے جب تک دین نہ ادا کیا جائے۔

(**مسئلہ**): میت کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے، جب کہ اس کا تمام بدن کپڑے سے ڈھکا ہو، اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔

میت کے نہلانے کا بیان: میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے، بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہوگیا۔

نہلانے کا طریقہ: یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا رادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں، یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنے تک کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر نماز کا سا وضو کرائے، یعنی منھ، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر پاؤں دھوئیں، مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا پھر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں، پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں، یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانے کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے، ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے، پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہونچ جائے، پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یوں ہی کریں اور بیری کے پتے سے جوش دیا ہوا پانی ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے، پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں، اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں وضو اور غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں، پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔

(مسئلہ): ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے، اور تین مرتبہ سنت، جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوائے نہلانے والوں اور مددگاروں کے کوئی دوسرا نہ دیکھے، نہلاتے وقت اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں، نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا، یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے کسی کے سامنے بیان کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضا میں تغیر آیا تو اسے ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا کہ اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور اس کی برائیوں سے باز رہو۔

(مسئلہ): اگر کوئی بدمذہب مرا اور اس کا رنگ سیاہ ہوگیا یا اور کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو اس کو بیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عبرت ونصیحت ہوگی۔

(مسئلہ): نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے کہ اگر میت کے بدن سے بو آئے تو اسے پتہ نہ چلے، ورنہ گھبرائیگا، نیز اسے چاہیے کہ بقدر ضرورت اعضائے میت کی طرف نظر کرے بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے، ممکن ہے کہ اس کے بدن میں کوئی عیب ہو کہ جس کو وہ چھپاتا تھا۔

(مسئلہ): عورت مرجائے تو شوہر نہ اسے چھوسکتا ہے اور نہ اسے نہلاسکتا ہے، اور دیکھنے کی ممانعت نہیں، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر نہ عورت کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے، نہ منھ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے، صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

(مسئلہ): نہلانے کے بعد اگر ناک، کان، منھ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھدیں

تو کوئی حرج نہیں مگر بہتر ہے کہ نہ رکھیں۔

(مسئلہ): میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں، سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔

(مسئلہ): بعض جگہ ناف کے نیچے اس طرح رکھتے ہیں جیسے نماز کے قیام میں، یہ بھی نہ کریں۔

(مسئلہ): بعض جگہ دستور ہے کہ میت کے غسل کے لیے کورے گھڑے، بدھنے لاتے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، گھر کے استعمالی گھڑے اور لوٹے سے بھی غسل دے سکتے ہیں۔

کفن کا بیان: اپنی طرف سے میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے، مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں (۱) لفافہ (۲) ازار (۳) قمیص، اور عورت کے لیے پانچ، تین یہ اور اوڑھنی، سینہ بند۔

(مسئلہ): لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں، اور ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک، یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جو بندش کے لیے زیادہ تھا اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے، چاک اور آستین اس میں نہ ہوں، مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے، مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لیے سینہ کی طرف، اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہیے، یعنی ڈیڑھ گز سینہ بند سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو، سفید کفن بہتر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے

مردے سفید کپڑے میں کفناؤ۔

کفن پہنانے کا طریقہ: یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں، اس سے زیادہ نہیں، پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ ،اور گھٹنے وقدم پر کافور لگائیں، پھر ازار یعنی تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے ، پھر لفافہ لپیٹیں ، پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے، عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر اور سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منھ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے، کہ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک رہے، اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے، اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اوڑھا دیتے ہیں یہ محض بے جا اور خلاف سنت ہے، پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔

جنازہ لے چلنے کا بیان: جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔

(**مسئلہ**): سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں، ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائینتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔

(**مسئلہ**): سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے، ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے، پھر داہنی پائینتی، پھر بائیں سرہانے، پھر پائینتی، اور دس دس قدم چلے، تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے کہ جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے، نیز حدیث میں ہے کہ جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمائے گا۔

(**مسئلہ**): جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہیے اور احوال واہوال قبر کو پیش نظر رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں، نہ ہنسیں اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں، اور بلحاظ زمانہ اب علما نے ذکر جہری کی بھی اجازت دی ہے۔

(**مسئلہ**): میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(**مسئلہ**): جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہیں ہونا چاہیے اور نماز کے بعد اولیاے میت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیا سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

نماز جنازہ کا بیان: نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت موکدہ ہیں، اللہ عزوجل کی ثنا، نبی کریم ﷺ پر درود، میت کے لیے دعا۔

کان تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے: ''**سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك وجل ثناءك ولا الہ غيرك**'' پھر ہاتھ بغیر اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے،

بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں، پھر اللہ اکبر کہہ کر اور میت بالغ ہو تو اپنے اور میت اور تمام مومنین و مومنات کے لیے یہ دعا پڑھے: ''اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا و کبیرنا وذکرنا وانثانا، اللھم من احییتہٗ منا فاحیہٖ علی الاسلام ومن توفیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان'' اور اگر میت مجنوں اور نابالغ لڑکا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: ''اللھم اجعلہٗ لنا فرطاً وّاجعلہٗ لنا اجراً وّ ذخراً وّاجعلہ لنا شافعاً وّ مشفعاً'' اور اگر لڑکی ہو تو: ''اِجْعلہٗ'' اور شافعاً وّمشفعا '' کے بجائے: ''اِجْعلھا شافعۃ وّمشفعۃً'' پڑھے، مجنوں سے مراد وہ مجنوں ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنوں ہوا کہ وہ کبھی مکلف ہی نہ ہوا، پھر چوتھی تکبیر کہے بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیرے۔

(مسئلہ): جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

(مسئلہ): مستحب یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔

(مسئلہ): جس کی تکبیریں فوت ہو گئیں وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے لوگ میت کو کندھے اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دعائیں چھوڑ دے اور چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہے۔

قبر و دفن کا بیان: میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔

(مسئلہ): قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔

(مسئلہ): قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا

ہے۔

(مسئلہ): قبر کے اس حصے میں کہ میت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے، اللہ عزوجل مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے، آمین۔

(مسئلہ): جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے یوں نہیں کہ قبر کی پائینتی رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔

(مسئلہ): عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہوں، یہ نہ ہوں تو دیگر رشتے والے یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں مضائقہ نہیں۔

(مسئلہ): میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں ''بسم اللہ وباللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ ﷺ'' میت کو داہنی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منھ قبلہ کو کریں اور کفن کی بندش کھول دیں۔

(مسئلہ): تختہ لگانے کے بعد مٹی دی جائے، مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں اور پہلی بار کہیں ''منھا خلقناکم'' دوسری بار ''وفیھا نعیدکم'' تیسری بار ''ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ'' باقی مٹی ہاتھ یا کھرپی پھاوڑے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر میں ڈالیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ): مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سرہانے ''الٓمٓ'' سے ''مفلحون'' تک اور پائینتی ''اٰمَنَ الرسول'' سے ختم سورہ تک پڑھیں اور میت کے لیے دعا کریں۔

(مسئلہ): قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا حرام ہے، قبرستان پر جوتے چپل پہن کر نہ چلیں۔

(مسئلہ): قبر میں شجرہ یا عہد نامہ رکھنا جائز ہے، اور میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف

اورسینہ پر کلمۂ طیبہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ‘‘ لکھنا بہتر ہے

(**مسئلہ**): تعزیت مسنون ہے، افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو۔

(**مسئلہ**): دفن کے بعد قبر پر اذان دینا مستحب ہے۔

(**مسئلہ**): تیجہ اور پنجشنبہ کو فاتحہ اور چالیسواں سالانہ فاتحہ یہ سب جائز و بہتر ہیں۔

اوقات صلوٰۃ

اوقات مکروہہ: جن میں صرف نفل نمازیں مکروہ ہیں:

☆ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک سوائے فجر کی دو سنتوں کے۔

☆ نماز عصر کے بعد فرض مغرب تک۔

☆ خطبہ کے لیے امام کے نکلنے کے وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک۔

☆ عین خطبہ کے وقت خواہ پہلا یا دوسرا جمعہ کا ہو یا عیدین کا، کسوف کا ہو یا استسقا کا ،حج کا، یا نکاح کا ہو۔

اوقات مکروہہ: جن میں صرف نفل نمازیں مکروہ ہیں:

☆ اقامت شروع ہونے سے ختم جماعت تک، البتہ فجر کی سنتیں جائز ہیں بشرطے کہ قعدہ ملنے کی امید ہو۔

☆ نماز عیدین سے پہلے، اور نماز عیدین کے بعد۔

☆ عرفات و مزدلفہ کی ان نمازوں کے درمیان جن کو جمع کیا جاتا ہے۔

☆ وقت اتنا تنگ رہ گیا ہو کہ صرف فرض ادا کر سکیں۔

☆ ایسی بات کے موجود ہوتے ہوئے جس سے کہ دل بٹے، جیسے پیشاب، پاخانہ ،ریاح کا غلبہ وغیرہ۔

مسائل اوقات

وقت فجر: صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے۔

صبح صادق: اس روشنی کو کہتے ہیں، جو آفتاب نکلنے سے پہلے آسمان کے کناروں میں اس مقام پر چمکتی ہے جہاں سے آفتاب نکلنے والا ہوتا ہے، پھر جنوباً یا شمالاً بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پھر پھیل جاتی ہے اور صبح کاذب وہ ایک دراز سفیدی ہے جو صبح صادق سے کچھ پہلے مشرق سے مغرب کی طرف مطلع کے اوپر نمودار ہوتی ہے مگر اس وقت آسمان کے کناروں پر سیاہی ہوتی ہے۔

ضحوۂ کبریٰ یا نصف النہار شرعی: صبح صادق سے غروب آفتاب تک شرعی دن کہلاتا ہے ،اوراس کے بیچ کو نصف النہار شرعی یا ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں ،رمضان شریف اورنذر معین اورنفلی روزے کے لیے ضروری ہے کہ ضحوۂ کبریٰ سے قبل روزہ کی نیت کرلی جائے ورنہ روزہ نہ ہوگا۔

نصف النہار حقیقی: طلوع آفتاب سے غروب آفتاب کے بیچ یعنی ٹھیک دوپہر کو نصف النہار حقیقی کہتے ہیں، ہر شی کا سایہ سب سے کم اسی وقت ہوتا ہے اس وقت کے سایہ کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

وقت ظہر و جمعہ: نصف النہار حقیقی کے بعد (سورج ڈھلنے) سے اس وقت رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوگنا ہوجائے۔

وقت عصر: ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

وقت مغرب: غروب آفتاب سے غروب شفق تک رہتا ہے ’’شفق‘‘ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مغرب کی طرف سے سرخی غائب ہونے کے بعد جنوباً شمالاً ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد جو لمبی سفیدی شرقاً غرباً باقی رہتی ہے اس کا اعتبار نہیں، وہ صبح کاذب کی طرح ہے۔

وقت عشاء: غروب شفق سے صبح صادق تک رہتا ہے۔

وقت تہجد: عشاء کی نماز پڑھ کر سونے کے بعد صبح صادق سے پہلے جس وقت بھی آنکھ کھل جائے وہی تہجد کا وقت ہے۔

اوقات مستحبہ: احناف کے نزدیک نمازوں میں تاخیر مستحب ہے، البتہ مغرب میں اور جاڑوں کی ظہر میں اور ابر کے دن عصر وعشاء میں تعجیل مستحب ہے، عصر میں اتنی تاخیر کہ آفتاب زرد ہوجائے ، یا مغرب میں اتنی کہ کثرت سے تارے نکل آئیں یا عشا میں نصف شب سے زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔

اوقات ممنوعہ: جن میں ہر نماز فرض وواجب، نفل، ادا، قضا، حتی کہ سجدۂ تلاوت وسجدۂ سہو بھی منع ہے:

☆ طلوع آفتاب سے ۲۰ رمنٹ تک۔

☆ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک۔

☆ غروب آفتاب میں ۲۰ رمنٹ باقی رہنے سے غروب آفتاب تک، لیکن اس دن کی عصر جائز ہے، اگرچہ اتنی تاخیر حرام ہے، اسی طرح ان اوقات میں نماز جنازہ بھی بلا کراہت جائز ہے جب کہ نماز جنازہ اسی وقت تیار ہو۔

چار اہم مسائل

حضور سید عالم ﷺ کے آبا و امہات میں از حضرت آدم وحوا علیہ السلام تا حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کوئی زانی نہیں گزرا۔ حضور علیہ السلام ہر زمانے میں بہترین لوگوں کی پیشانیوں میں جلوہ گر رہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے سارے آبا واجداد میں اہل سنّت کے علمائے محققین کے نزدیک کوئی بھی مشرک وبت پرست نہیں گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نہیں بلکہ تارخ ہیں۔ آزر ان کا چچا ہے۔ عرب کے محاورات میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں جو آتا ہے کہ حضور نے فرمایا: ''ان ابی واباك في النار'' یعنی تمہارا اور میرا باپ جہنم میں ہے۔ اس میں بھی ابی سے ابوطالب وغیرہ مراد ہیں۔ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور ﷺ اپنی والدہ طاہرہ آمنہ خاتون کے مزار پاک پر گئے اور بہت روئے اور فرمایا ہم نے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی اور مل گئی، مگر اجازت چاہی کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کریں اس سے منع کردیا گیا۔ اس سے ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ دعائے مغفرت گنہگار کے لیے کی جاتی ہے اور وہ گنہگار نہیں ہیں۔ اگر معاذ اللہ وہ کافر ہوتیں تو حضور ﷺ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ ملتی، کیوں کہ کفار کی قبروں کی زیارت بھی حرام ہے، الاشباہ والنظائر میں ہے کہ ہر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرگیا ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے کیوں کہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زندہ فرمایا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ ان کی قبر کے پاس روئے اور ایک خشک درخت زمین میں بو دیا اور فرمایا کہ اگر یہ درخت ہرا ہوگیا تو اس بات کی علامت ہوگی کہ ان کا ایمان لانا ممکن ہے۔

چنانچہ وہ درخت ہرا ہوگیا۔ پھر حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ دونوں اپنی قبروں سے نکل کر ایمان لائے اور پھر اپنی قبروں میں واپس تشریف لے گئے۔ ان دونوں کا زندہ ہونا اور ایمان لانا نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیوں کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہوکر اپنے قاتل کا نام بتایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے بھی کئی مردے زندہ ہوئے، جب یہ سب باتیں ثابت ہیں تو حضور ﷺ کے والدین کے زندہ ہوکر ایمان لانے میں کون سی چیز مانع ہوسکتی ہے۔ ملّا علی قاری نے حضور ﷺ کے والدین کے کفر پر بہت زور دیا ہے لیکن اخیر میں رجوع کرلیا اور توبہ کرکے دنیا سے رخصت ہوئے۔ فقہ اکبر کی عبارت: ''ماتا علی الکفر'' میں مضاف حذف ہے، پوری عبارت اس طرح ہوگی: ''ماتا علیٰ عهد الکفر'' یعنی حضور ﷺ کے والدین کی موت اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر وجاہلیت کا زمانہ تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ معاذ اللہ بحالت کفر مرے ہوں۔ بہرحال یہ حضرات موحد تھے اب مومن ہیں۔ اگر مشرک ہوتے تو ان کا اسم شریف عبداللہ یا آمنہ نہ ہوتا بلکہ کفار کا سا نام ہوتا اور رب تعالیٰ فرماتا ہے ''ولسوف یعطیك ربك فترضی'' یعنی رب تمہیں دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ وہ کون سعادت مند بیٹا ہے جو اپنے والدین کے جہنمی ہونے پر راضی ہو۔ حضور ﷺ نے حضرت انس کے دسترخوان سے ہاتھ پونچھ لیے تھے تو وہ تنور آگ میں نہیں جلتا تھا۔ تو کیا جن پستانوں کو حضور ﷺ نے چوسا ہو وہ جہنم میں جل سکتے ہیں؟ کیا یہ رب کو پسند ہوگا کہ عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام اپنی اپنی والدہ کو جنت میں دیکھیں اور محبوب ﷺ کی والدہ جہنم میں جائیں۔ اس مسئلے کی تحقیق میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے: شمول الاسلام لابائہ الکرام۔

غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنا کیسا ہے؟

غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے، جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم، ص ۴۸۰ میں ہے۔ ترجمہ: صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ علما ومشائخ کے لیے راجح مذہب پر رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے۔

اور نسیم الریاض، جلد سوم، ص ۵۰۹ میں ہے، ترجمہ: اور انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ائمہ وغیرہ علما ومشائخ کو غفران ورضا سے یاد کیا جائے تو ''غفر اللہ لھم، رضی اللہ تعالیٰ عنھم'' کہا جائے۔ معلوم ہوا کہ رضی اللہ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بڑے بڑے علما اور بزرگوں کے لیے بھی جائز ہے۔ علما و محققین نے رضی اللہ عنہ کا لفظ غیر صحابہ کے لیے استعمال بھی کیا ہے، جس پر چند شواہد درج ہیں:

(۱) حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں جلد چہارم، ص ۳۴۷ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔ ان کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی۔

(۲) حضرت علامہ شامی نے شامی جلد اول میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو چھ جگہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور حضرت امام اعظم بھی تابعی ہیں، ان کی ملاقات چند صحابہ سے ہوئی اور اسی کتاب میں حضرت امام شافعی کو سات جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور حضرت سہیل بن عبداللہ تستری کو بھی ایک جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے، حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہیں تھے۔

(۳) درمختار مع ردالمحتار میں جلد اول، صفحہ ۴۵ پر حضرت امام شافعی کو اور صفحہ ۴۳ پر

حضرت عبداللہ بن مبارک کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات جلد اول میں پندرہ مقامات پر حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

(۵) حضرت علامہ نورالدین علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر رضی اللہ عنہ لکھا ہے، ان کے علاوہ بہت سے شواہد ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ رضی اللہ عنہ کا لفظ صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اگر یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہوتا اور غیر صحابہ کے ساتھ لکھنا یا کہنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ ہرگز نہ لکھتے، یہاں تک کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی تذکرۃ الرشید جلد اول، صفحہ ۲۸ پر رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے۔

قرآن کریم میں بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے، سورۂ بینہ میں ہے کہ: رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ، ذٰلک لمن خشی ربہ۔ یعنی رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈریں اور فرمایا گیا: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ یعنی اللہ کے بندوں میں علما کو رب کی خشیت حاصل ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اس کے لیے ہے جسے خشیت الٰہی حاصل ہو اور خشیت الٰہی صرف علماے حق کو حاصل ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جلیل القدر علما ومشائخ کے لیے ہے نا کہ بے عمل علما کے لیے کہ وہ صرف نام کے عالم ہیں، حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔ لہٰذا اسے ہر ایک کے لیے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے صحابہ وتابعین اور بڑے علما ومشائخ کے لیے ہی استعمال کیا جائے، جیسا کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔

عرب میں کافر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

زمانۂ موجودہ میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ پر وہابیوں کا تسلط ہے اور نجدی وہابی وہ قوم ہے جو صرف اپنے کو مسلمان سمجھتی ہے، یہ لوگ اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک کہتے ہیں اور ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ شامی جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب کے ماننے والے نجد سے نکلے اور مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ پر زبردستی قبضہ کرلیا، یہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کریں وہ مشرک و کافر ہیں۔ اسی سبب سے وہ لوگ اہل سنت و جماعت اور ان کے علما کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں“۔

اور دیوبندی مسلک کے شیخ الاسلام، مولانا حسین احمد ٹانڈوی، سابق صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند ”الشہاب الثاقب“ میں بہت تفصیل سے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ان تحریروں سے اچھی طرح ظاہر ہے کہ وہابیہ عقائدِ باطلہ اور خیالات فاسدہ رکھتے ہیں اور اہل سنت کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے مالوں کو چھین لینا جائز بلکہ واجب ٹھہراتے ہیں“۔

یہی وجہ ہے کہ وہابیوں نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں بے انتہا مظالم ڈھائے اور یہاں تک کہ مدینہ شریف کی قبرستان جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی، دائی حلیمہ، بی بی فاطمہ، امام حسن، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بہت سے جلیل القدر صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم

کے مزارات کو ہتھوڑوں اور پھاؤڑوں سے توڑ کر، کھود کر پھینک دیا اور مکہ معظّمہ کے قبرستان جنت المعلّٰی میں بی بی خدیجہ کے مزار مبارک کے گنبد کو توڑ دیا اور عالی شان مزار کو کھود کر پھینک دیا، بیچ قبرستان سے صحابۂ کرام کی قبرستان پر پختہ سڑک بنادی۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کے مزار کے اوپر پکّی سڑک بنادی، یہاں تک کہ جن مسجدوں کو قرآن شریف میں اللہ کی مساجد فرمایا گیا، سورۂ جن میں ہے: ”**وان المساجد للہ**۔ وہابیوں نے انھیں بھی گرادیا۔ مسجد شجرہ جہاں درخت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کی گواہی دی تھی اسے کھود کر پھینک دیا اور غار سجدہ، مسجد کبش، مسجد بلال کو ڈھادیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنبدِ خضریٰ کے بھی توڑنے کا پروگرام بناتے رہے۔ **العیاذ باللہ**۔

بعض لوگ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں کہ عرب میں کوئی کافر نہ ہوگا اور نہ کافروں کی حکومت ہوگی، لہٰذا وہابیوں نجدیوں کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کے حوالے سے یہ بات کہتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں: **ان الشیطٰن قد أیس من ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب ولکن فی التحریش بینھم**۔ اسی حدیث کا ترجمہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے ایک مترجم نے یوں کیا ہے: شیطان اس امر سے مایوس ہوگیا ہے کہ مصلّی (مومن) جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں (یعنی بت پرستی میں مبتلا رہیں) اور اس کی وجہ سے وہ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کرتا ہے، اس ترجمے سے واضح ہوگیا کہ شیطان کی عبادت کا مطلب بت پرستی میں مبتلا رہنا یعنی جزیرۂ عرب کے مسلمان بت پرستی میں مبتلا رہیں ایسا نہ ہوگا، محقق شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات، جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں: ترجمہ: علامہ طیبّی نے فرمایا کہ مصلیوں سے مومنین مراد ہیں اور شیطان کی

عبادت سے پوجا مراد ہے اور اگرچہ مسیلمہ کے ساتھی اور مانعینِ زکوٰۃ مرتد ہوں لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی تھی، ان شروح سے حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہوگیا کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے مسلمان اپنے دین سے پھر کر بت پرستی نہ کریں گے، لہذا جزیرۂ عرب کے لوگوں کا کسی وقت مرتد ہوجانا یا اس پر کسی زمانے میں مرتدوں کا تسلط ہوجانا حدیث شریف کے خلاف اور منافی نہیں، جیسا کہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانے کے بعد فوراً مسیلمہ کذاب، اس کے متبعین اور مانعینِ زکوٰۃ جزیرۂ عرب ہی میں مرتد ہوئے اور ۳۲۰ھ میں عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں ابوطاہر قرامطی مرتد کے فتنے کے سبب حج بند ہوگیا، اس نے خاص حج کے زمانے میں مکہ معظّمہ میں غلبہ حاصل کیا اور مسجد حرام کے اندر ہزاروں حاجیوں کو شہید کرڈالا اور حجر اسود پر اپنا گرز مار کر توڑ ڈالا، اس کو اٹھا کر اپنے دارالسلطنت ''ہجر'' میں لے گیا، بیس برس تک حجر اسود کعبہ شریف سے جدا رہا۔ پھر عباسی خلیفہ مطیع کے زمانے میں جب قرامطہ مغلوب ہوئے تو پھر حجرِ اسود ''ہجر'' سے لاکر کعبہ شریف کی دیوار کے کونے میں بدستور سابق جوڑا گیا۔ اور پھر خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ منورہ پر رافضیوں کا قبضہ رہا۔ اسی زمانے میں مسجد نبوی شریف میں ایسی بھیانک آگ لگ گئی کہ مسجد اور اس کے زیب و زینت کا سامان جل کر راکھ ہوگیا۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوگیا کہ زمانۂ موجودہ یا آئندہ میں اگر مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ پر کافروں، مرتدوں کا تسلط ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی کہ پہلے زمانے میں بھی ایسا کئی کئی سال تک رہا۔ پھر جب خدائے تعالیٰ نے چاہا حرمین طیبین کو ان کے قبضے و تسلط سے پاک فرمادیا۔

بدعت

ہر وہ کام ہے جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانۂ پاک کے بعد ایجاد ہوا۔

بدعت دو طرح کی ہوتی ہے: ۱۔ بدعت حسنہ ۲:۔ بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ: وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو، جیسے علم نحو کا سیکھنا، اور محفل میلاد، اور دینی مدارس، قرآن شریف پر اعراب لگانا، قرآن مجید اور دینی کتابوں کا پریس میں چھپوانا، نیاز و فاتحہ دینا، بزرگوں کا عرس کرنا وغیرہ۔

بدعت سیئہ: وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف ہو، جیسے غیر عربی میں خطبۂ جمعہ و عیدین پڑھنا، سلام و قیام وغیرہ۔

امور حسنہ کے منکرین حدیث ''کل بدعة ضلالة'' سے دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امور قرونِ ثلاثہ یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں نہ تھے۔ لہذا بدعتِ ضلالت ٹھہرے کہ ان کاموں میں اگر کوئی خوبی ہوتی تو وہ بھی کرتے۔ حالانکہ حدیث شریف میں اسی بدعت کو ضلالت کہا گیا ہے جو سنت کے خلاف ہو۔

محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ جو بدعت اصول و قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوئی ہے وہ حسنہ ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ ضلالت اور گمراہی ہے۔

تمام منکرین اس مرض میں مبتلا ہیں کہ قرآن و حدیث میں جس بات کا ذکر صراحۃً نہیں جب وہ قرون ثلاثہ میں ہو تو کچھ بری نہیں اور اس کے بعد ہو تو ضلالت اور گمراہی ہے۔ حالانکہ شرعاً اور عقلاً کسی طرح زمانے کو احکام شریعت یا کسی فعل کے اچھا یا برا ہونے پر قابو نہیں۔ نیک با

ت کسی بھی وقت میں ہو نیک ہے اور برا کام کسی بھی زمانے میں ہو برا ہے۔ آخر مصر کے بلوائیوں کا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا، میدان کربلا میں فرات کے کنارے نواسۂ رسول کا بھوکا پیاسا شہادت پانا، یزید پلید وغیرہ کے اقتدار میں مدینہ طیبہ ومکہ معظّمہ میں لرزا کر دینے والے واقعات کا رونما ہونا، خارجیوں کی بدعتوں، رافضیوں کی شناعتوں، ناجیوں کی خباثتوں اور معتزلہ کی خرافتوں کا ظہور میں آنا۔ اسی طرح دوسرے امور شنیعہ کہ صحابہ وتابعین کے زمانے میں حادث ہوئے، معاذ اللہ اس طرح سے نیک وحسن نہیں ٹھہر سکتے کہ وہ قرون ثلاثہ میں حادث ہوئے اور ہزارہا امورِ حسنہ کہ ان کے بعد ہوئے وہ اس وجہ سے قبیح وبد نہیں کہے جا سکتے کہ قرون ثلاثہ میں ان کا وجود نہ تھا، مثلاً خطبہ میں چاروں خلفائے کرام اور دونوں عم کریم کا ذکر فرمانا اور اذان کے بعد حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا وغیرہ۔ تو نیک اور بد ہونے کا مدار فعل کے اچھا یا برا ہونے پر ہے۔ جس کام کی خوبی قرآن وحدیث سے صراحۃً یا اشارتاً ثابت ہو وہ بے شک حسن ہوگا چاہے کہیں اور کسی دور میں ہوا۔ اور جس کام کی برائی صراحۃً یا اشارۃً شرع میں وارد ہو وہ بے شک قبیح ہوگا خواہ کسی زمانے میں حادث ہو۔ بہت سی نئی باتیں جو حضور ﷺ کے زمانۂ پاک میں نہ تھیں، صحابہ کے زمانے میں پیدا ہوئیں، وہ انہیں برا کہتے اور انکار فرماتے اور بہت سی تازہ باتیں حادث ہوتیں وہ انھیں بدعت اور نو پیدا مانتے ہوئے خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر وحسن بتاتے۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جماعت تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: ''نعمت البدعۃ ھذہ''۔ کیا ہی اچھی بدعت ہے، اور یہی طریقہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں رائج رہا ہے کہ اپنے زمانے کے بعض نو پید چیزوں کو جائز رکھتے اور بعض کو رد

فرماتے تو صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے اتفاق سے قاعدۂ شرعیہ یہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے اگر چہ نیا ہو، اور قبیح قبیح ہے اگر چہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔ ہماری شرع بحمد اللہ ابدی ہے جو قاعدے اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے۔

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ ہر بدعت اور نو پید چیز بری نہیں ہوتی بلکہ بدعت کبھی مستحب بلکہ واجب بھی ہوتی ہے اور کبھی مکروہ وحرام، ملّا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں:

''شیخ عزالدین نے کتاب قواعد کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھنے کے لیے علم نحو کا سیکھنا اور جیسے اصول فقہ کا جمع کرنا۔ یا حرام ہے جیسے مذہب جبریہ، قدریہ اور مجسمہ۔ یا مستحب ہے جیسے مسافر خانہ اور مدارس بنانا۔ یا مکروہ ہے جیسے فخر کے لیے مسجدوں اور مصحفوں کو زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا''۔

اور اگر مان لیا جائے کہ جو کچھ قرون ثلاثہ میں نہ تھا سب منع ہیں تو ذرا منکرین حضرات اپنی خبر لیں، یہ مدرسے جاری کرنا، لوگوں سے ماہوار چندے لینا، بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جاہلوں کا پردۂ تبلیغ میں وعظ کے لیے جانا، نذرانے لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسہ کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر بہ شہر گشت لگانا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں ان میں رائج ہیں جو قرون ثلاثہ میں کب تھیں کہ ان کے لیے جائز ہوگئیں یا ان کے لیے معافی کا پروانہ آگیا کہ جو چاہیں کریں ان پر کچھ مواخذہ نہیں۔

معمولاتِ اہل سنت

میلاد وقیام، بعد نماز صلوٰۃ وسلام، نیاز فاتحہ، سوم، دہم، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ کے بارے میں تقریباً ہر جگہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ یا صحابۂ کرام یا تابعین یا ائمۂ مجتہدین نے یہ کام کیا، اگر نہیں کیا تو یہ کام بدعت ہوا اور حسب فرمان حدیث ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

پہلا جواب: اس کا پہلا الزامی جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یا صحابہ نے یا تابعین نے یا ائمۂ مجتہدین نے ان چیزوں سے منع کیا، اگر منع کیا تو ثبوت لاؤ، اور اگر منع نہیں کیا تو بقول آپ لوگوں کے یہ منع کرنا بھی بدعت ہوا، جہنم میں لے جانے والا ہوا، اس لیے کہ سوال مذکور سے ظاہر ہو گیا کہ جو کام بھی ان حضرات نے نہ کیا ہو وہ بدعت ہے اور منع کرنا بھی یقیناً ایک کام ہے اور ان حضرات نے نہیں کیا تو یہ بھی بدعت ہوا۔

دوسرا جواب: آپ لوگوں کے مدارس میں قاعدۂ بغدادی سے لے کر بخاری شریف تک جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، سوائے قرآن مجید کے ان کتابوں کو حضور اقدس ﷺ نے پڑھا یا پڑھایا؟ تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین میں سے کسی نے پڑھا یا پڑھایا؟ اس کا جواب بھی یقیناً یہی ہے کہ نہیں، اس لیے کہ ان میں سب سے قدیم کتاب بخاری شریف ہے جو تیسری صدی میں لکھی گئی ہے، بقیہ کتابیں بعد کی ہیں۔ جب ان حضرات میں کسی نے ان کتابوں میں سے کسی ایک کو نہیں پڑھا، پڑھایا تو بقول آپ لوگوں کے ان کتابوں کا پڑھنا، پڑھانا بھی بدعت اور جہنم میں لے جانے والا ہوا۔ جہاں سے آپ لوگ ان کتابوں کے پڑھنے یا پڑھانے کا استحسان یا جواز ثابت کر دیں گے وہیں سے ہم ان تمام معمولات اہل سنت کا بھی

جواز ثابت کر دیں گے۔

تیسرا جواب: آپ لوگ بھی اپنے ہر جلسے کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت اور نعت سے کرتے ہیں، کیا حضور اقدس ﷺ یا صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین بھی اپنی تقریروں، خطبوں سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت اور نعت شریف پڑھتے تھے۔ اس کا جواب بھی نہیں سوائے نہیں، اور کچھ نہیں۔ پھر اپنے ہی قاعدے سے آپ لوگ بدعت کا ارتکاب کر کے کیا ہوئے؟ اس کا جواب آپ لوگ ہی دیں گے۔

چوتھا جواب: ایک شخص روزانہ بلا ناغہ بالالتزام بعد نماز فجر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، فرمایئے یہ شخص بدعتی جہنمی ہے یا نہیں؟ بتایئے کیا حضور اقدس ﷺ یا صحابۂ کرام یا تابعین و تبع تابعین وائمۂ مجتہدین روزانہ بلا ناغہ بالالتزام نماز فجر کے بعد بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، اس کا بھی جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ پھر یہ بھی بقول آپ لوگوں کے بدعت اور جہنم میں لے جانے والا ہوا۔ پھر فرمایئے کیا فتویٰ ہے ان مسلمانوں کے بارے میں جو روزانہ بلا ناغہ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔

پانچواں جواب: ایک شخص روزانہ بعد نماز عشا بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھتا ہے، فتویٰ دیجیئے اس شخص کا یہ فعل عبادت و باعثِ ثواب ہے یا نہیں؟ اگر ثواب ہے تو فرمایئے، کیا حضور اقدس ﷺ نے روزانہ بلا ناغہ نماز عشا کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھا یا صحابہ کرام نے پڑھا یا تابعین و تبع تابعین یا ائمۂ مجتہدین نے پڑھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت دیجیئے اور نفی میں ہے تو پھر یہ حرام و بدعت کیوں نہیں۔

سردست یہ پانچ سوالات ہیں، یہ بظاہر تو سوالات ہیں مگر حقیقت میں ایسی قطعی ومسکت جوابات ہیں کہ کوئی کتنا ہی بڑے سے بڑا ہو ان کے جوابات کے بعد اہل سنت کے معمولات کو بدعت وحرام ثابت نہیں کرسکتا، جہاں سے جس طریقے سے وہ ان امور کا استحسان و باعث ثواب ہونا ثابت کردے گا، وہاں سے اسی طریقے سے ہم اپنے معمولات کا استحسان وجواز ثابت کردیں گے۔

تحقیقی جواب: عوام کو الجھن ضرور ہوگی۔ یہ معاملہ کیا ہے اس لیے حق کے متلاشی کو مطمئن کرنے کے لیے اس بنیاد کی تشریح کرتے ہیں جس پر ان تمام باتوں کا جواز واستحسان قائم ہے۔

احکام شرع کی دو قسمیں ہیں: اصل معاملہ یہ ہے کہ شریعت نے ہمیں جن جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی وضع وہیئت ارکان کے مابین ترتیب وغیرہ معین فرمادیئے گئے ہیں، جیسے نماز، اس لیے ان امور کی ادائیگی صرف انھیں وضع وہیئت وارکان کے ساتھ لازم وضروری ہے، اس میں کوئی بھی تبدیلی ضرور بدعت وحرام وگناہ ہے، مثلاً کوئی نماز میں ایک رکوع کے بجائے دو رکوع اور دو سجدے کے بجائے ایک سجدہ کرے یا سجدہ پہلے کرے اور رکوع بعد میں، تو نماز نہ ہوگی۔ پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں: فرائض ونوافل۔ فرائض کے لیے اوقات مقرر ہیں۔ ان اوقات سے پہلے ادا کریں گے، ادا نہ ہوں گے۔ ان اوقات کے بعد کریں گے قضا ہوں گے۔ نوافل کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، جب تک کہ کسی خاص وقت کے بارے میں ممانعت نہ ہو، ادا کرانا صحیح اور موجبِ اجر ہے۔ کسی وقت بھی کوئی نوافل پڑھے وہ درست ہے اور عبادت ہے اگرچہ اس وقت نفل پڑھنا اسلاف سے منقول نہ ہو۔

دوسری قسم وہ مامورات ہیں جن کے لیے نہ کوئی وضع مقرر ہے، نہ ہیئت، نہ وقت، جیسے قرآن مجید کی تلاوت، درود وسلام، علم دین کی تعلیم وتعلم، اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت جس ہیئت و وضع کے ساتھ کیا جائے حکم الٰہی کی تعلیم اور موجبِ اجر ہوگا، جب تک کہ خاص وقت یا ہیئت سے منع نہ کیا گیا ہو۔ اسے اصول فقہ میں مطلق کہتے ہیں اور مطلق کا حکم یہ ہے کہ اس کے جس فرد کو ادا کیا جائے مامور بہ کی ادائیگی ہوگی۔

مثلاً اللہ عزوجل نے فرمایا: **وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ**۔ تمہاری جانب جو وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو۔

تلاوت کی کوئی وضع، کوئی وقت، کوئی ہیئت، کوئی طریقہ مقرر نہ فرمایا، یعنی یہ نہیں حکم دیا کہ بیٹھ کر تلاوت کرو یا کھڑے ہوکر، بلند آواز سے کرو یا آہستہ، دن میں کرو یا رات میں، نماز کے پہلے کرو یا بعد میں۔ تو بندے کو اختیار ہے جس وقت، جس طریقے سے بھی تلاوت کرے گا وہ اسی حکم الٰہی کی تعمیل ہوگی اور موجب ثواب۔ ہاں جن مخصوص اوقات وحالات میں ممانعت ہے مثلا حالت جنابت میں وہ مستثنٰی رہیں گے۔ اب اگر کوئی بزرگ کسی وقت یا کسی طریقے سے تلاوت کو حرام وگناہ کہیں گے تو ان کو ثابت کرنا ہوگا کہ اس طریقے سے یا اس وقت میں تلاوت منع ہے۔ اس لیے اگر کوئی فجر کے بعد مثلاً بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے تو وہ ضرور حکم خداوندی کی تعمیل کررہا ہے اور ثواب کا مستحق ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے مطلقاً ارشاد فرمایا: **فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین.** (ترجمہ) تو ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی کہ دین میں سمجھ حاصل کرتی۔

دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لیے نہ کوئی خاص طریقہ متعین فرمایا، نہ وقت، نہ جگہ

، نہ کتاب ۔ اس لیے دین سیکھنے والے، سکھانے والے جو طریقہ بھی اپنی صواب دید سے مقرر کرلیں وہ اسی حکم الٰہی کی تعمیل ہوگی ۔ جو کتاب، جو نصاب، جو وقت معین کرلیں یہ سب اسی میں داخل اور اسی حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی ۔ یوں ہی حضور اقدس ﷺ ارشاد فرمایا: نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه. (ترجمہ) اللہ اس کو تر وتازہ رکھے جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اسے دوسرے تک پہونچایا ۔ [ابوداؤد ،ج ۲،ص ۱۵۹۔ کتاب العلم ،باب فضل نشر العلم]

یہاں بھی حدیث یاد رکھنے اور دوسرے تک پہونچانے کا کوئی طریقہ مخصوص نہیں کیا گیا، اس لیے جس طریقے سے بھی احادیث یاد رکھیں جائیں، سنائی جائیں، پڑھائی جائیں سب اس ارشاد نبوی کی تعمیل ہوگی، خواہ زبانی سنی اور سنائی جائیں خواہ کتابیں لکھی جائیں، پڑھائی جائیں، خواہ بخاری ہو یا مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد ہو یا مؤطا امام مالک کوئی کتاب ہو۔ اسی کی فرع صحاحِ ستہ اور مشکوٰۃ وغیرہ کا درس وتدریس ہے۔ کسی حدیث کی کتاب کے بارے میں یہ سوال کہ کیا حضور اقدس ﷺ یا تابعین یا تبع تابعین یا ائمۂ مجتہدین نے پڑھا یا پڑھایا جہالت ہے، اس لیے کہ جب ہمیں اللہ عزوجل نے فقہ حاصل کرنے اور حضور اقدس ﷺ نے حدیث حاصل کرنے کا حکم مطلقاً دیا تو ہم حدیث کی کوئی بھی کتاب لکھیں، پڑھیں، پڑھائیں وہ سب ارشاد ربانی اور فرمان نبوی کی تعمیل ہوگی، یہ متفق علیہ مسائل ہیں جن میں کسی کلمہ گو فرقے کا اختلاف نہیں ۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے ہمیں مطلقاً حکم دیا ہے: ''یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما''۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام پڑھو۔

یہاں بھی کوئی وقت، کوئی طریقہ معین نہیں فرمایا، مطلق رکھا، اس لیے ہم جس وقت، جس طریقے اور جس طرح بھی درود وسلام پڑھیں وہ اسی فرمان الٰہی کی پیروی ہوگی، اس سے اگر کوئی شخص بعد نماز عشا بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھتا ہے تو وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے اور وہ اسی فرمانِ الٰہی کی تعمیل کر رہا ہے، اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا خاص نماز عشا کے بعد بیٹھ کر درود حضور اقدس ﷺ نے پڑھا تو اُس کی جہالت ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان نماز فجر یا عشا یا پنج گانہ یا جمعہ کے بعد کھڑے ہوکر بلند آواز یا پست آواز سے درود وسلام پڑھتا ہے تو یہ اسی حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور بلا شبہ موجبِ ثواب ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے نماز عشا کے بعد بیٹھ کر پڑھنا تھا۔ جیسے وہاں یہ سوال کہ کیا حضور اقدس ﷺ یا صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین یا ائمۂ مجتہدین نے عشا کے بعد بیٹھ کر درود وسلام پڑھا جہالت ہے، اسی طرح نمازوں کے بعد کھڑے ہوکر یا میلاد میں کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنے کے بارے میں مذکورہ بالا سوال جہالت اور لغو ہے۔

متنازعہ اُمور کا اثبات: جب یہ بات آپ کے ذہن نشین ہو چکی تو اب آیئے بہ ترتیب نیاز، فاتحہ کے مروّجہ طریقوں کا ثبوت لیجیے، اہل سنت کے ساتھ ساتھ معتزلہ اور خوارج کے علاوہ تمام کلمہ گو فرقے خواہ وہ دیوبندی ہوں خواہ غیر مقلد، خواہ مودودی، سب اس پر متفق ہیں کہ ایصال ثواب جائز، نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور مامور بہ ہے۔ نیز یہ کہ اس کا بھی شریعت نے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں فرمایا اور نہ کوئی خاص وقت معیّن کیا ہے۔ اسے بھی مطلق رکھا ہے، جس طرح تمام احکام جو مطلق ہیں ہمیں یہ اختیار ہے کہ ہم جس طریقے سے، جس وقت کریں مامور بہ کی ادائیگی ہوگی اور جو ثواب اصل مامور بہ پر مرتب ہے اس خاص طریقے پر بھی ضرور مرتب ہے، جس کی ایک

نہیں تین نظیریں گزر چکیں۔تلاوتِ قرآن کریم ،علم دین کی تعلیم ، درود وسلام۔شریعت نے ان کا بھی مطلق حکم دیا تھا اور آج ہم بھی اور ہمارے حریف بھی ان سب کو اپنے اپنے طور پر کسی نہ کسی خاص طریقے سے ادا کرتے ہیں اور اسے باعث اجر وثواب جانتے ہیں ۔اسی طرح ایصال ثواب بھی جب مطلق اور اس کا بھی جب کوئی طریقۂ خاص مقرر نہیں ،کوئی وقت معیّن نہیں تو ہم جس طریقے سے بھی کریں اور جس وقت بھی کریں وہ مطلق ایصال ثواب کے افراد ہوں گے اور نہ صرف جائز اور مستحسن بلکہ موجبِ اجر وثواب ہوں گے، جب تک کہ کسی خاص طریقے سے یا کسی خاص وقت میں شریعت نے منع نہ کیا ہو۔مثلاً کہیں یہ رواج ہے کہ میت کی روح پرواز کرنے کے بعد متعلقین کے جب ہوش وحواس درست ہوتے ہیں تو ایصال ثواب کے لیے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں ۔اس سے کہیں شریعت میں ممانعت نہیں ،اس لیے یہ مطلق ایصال ثواب کا فرد ہونے کی وجہ سے مستحسن وموجبِ اجر وثواب ہے۔کہیں یہ رواج ہے کہ دفن کے دوسرے ہی دن کہیں تیسرے دن میت کے اعزّہ واقربا اکٹھے ہوکر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔اور کلمہ شریف پڑھتے ہیں ۔اسے بھی شریعت نے منع نہیں فرمایا ہے۔اس لیے یہ بھی ایصال ثواب کے افراد میں ہونے کی وجہ سے مستحسن موجبِ اجر وثواب ہے، اسی طرح دسویں اور بیسویں دن اور چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر اجتماعی یا انفرادی طور پر لوگ فاتحہ کر لیتے ہیں ۔یہ سب اسی مطلق ایصال ثواب کے افراد ہیں اور ایصال ثواب کے دیگر طریقوں کی طرح مستحسن اور موجبِ اجر وثواب ہیں۔

ایک اور سوال : اور اگر کوئی صاحب ان مامورات کے لیے بھی جو مطلق ہیں ، یہ ضروری قرار دیں کہ اس کا خاص طریقہ، ان کی خاص وضع ، ان کا خاص وقت بھی شارع سے

منقول ہونا ضروری ہے اور ان کی ادائیگی صرف اسی خاص وضع ،طریقے اور وقت میں جائز ہوگی، بقیہ طریقوں اور اوقات میں حرام وبدعت ہے ۔ اس لیے چوں کہ تیسرے دن ، دسویں دن ،بیسویں دن ، چالیسویں دن سال پورا ہونے پر فاتحہ کرنا اسلاف سے منقول نہیں اس لیے یہ بھی بدعت اور حرام ہے تو ایسے مجتہد حضرات سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اب آپ بتایئے ہم ایصال ثواب کس طرح کریں، کس وقت کریں؟ آپ جو بھی طریقہ اور وقت بتائیں آپ کے ایجاد کردہ اُصول کی بنا پر ضروری ہوگا کہ اس کا ثبوت دیں کہ اسلاف نے اس طریقے سے اس وقت ایصال ثواب کیا ہے، اگر نہ کر سکیں تو پھر خود ہی بتائیں کہ اپنے بتائے ہوئے طریقے اور وقت کے لیے یہ اپنا ہی قاعدہ کیوں ٹوٹ گیا، مثلاً آپ نے کہا کہ دفن کے بعد فوراً کریں تو اسلاف سے ثبوت لایئے ۔اگر آپ کہیں قرآن مجید کی تلاوت کے بجائے دس عدد تقویۃ الایمان خرید کر مسجدوں میں رکھ دو اسلاف سے اس کا ثبوت لاؤ اور ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک اس ثبوت نہ لا سکو گے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو احکام مطلق ہیں ان پر عمل کرنا ہی آپ کے نزدیک حرام وبدعت ہے۔

میلاد : اسی طرح میلاد کو لے لیجئے، اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا: **واما بنعمة ربك فحدّث** ۔(ترجمہ) اپنے رب کی نعمت کو خوب خوب بیان کرو۔اور فرمایا: **قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا** ۔[پ۱۱،آیت ۵۸] (ترجمہ)اللہ عزوجل کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ۔

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی رحمت، سب سے بڑا فضل حضور اقدس ﷺ ہیں، اس لیے ان دونوں آیتوں سے ثابت کہ حضور اقدس ﷺ کا ذکر زیادہ سے زیادہ منانا، اس حکم خداوندی کی تعمیل ہے اور محفل میلاد پاک بھی

اس کا فرد، اس لیے یہ بھی اسی حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی۔

قیام: قرآن میں اللہ عزوجل نے مطلقاً حکم دیا ہے: ’’یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما‘‘۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی پر درود وسلام بھیجو اور خوب خوب سلام پڑھو۔

کسی وقت، کسی وضع، کسی طریقے کی تخصیص نہیں فرمائی اور بلاشبہ میلاد کی محفل کے اختتام پر کھڑے ہوکر اجتماعی طور پر جو درود وسلام پڑھتے ہیں وہ بھی اسی حکمِ مطلق کا ایک فرد ہے، اس لیے یہ بھی ضرور موجب اجر وثواب۔

نمازوں کے بعد درود وسلام: اسی طرح نماز پنج گانہ یا نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہوکر جو درود وسلام پڑھتے ہیں، وہ بھی اسی حکمِ مطلق کا ایک فرد ہے، اس لیے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور موجب اجر وثواب۔

عرس: حضور اقدس ﷺ نے ہمیں حکم دیا: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر فی الآخرۃ. (ترجمہ) میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ یہ دنیا سے بے رغبت بناتی ہے اور آخرت کی جانب راغب کرتی ہے۔ [ابن ماجہ، جنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور، ص ۱۱۳]

یہ بھی مطلق ہے، اس لیے اگر ہم نے سال میں کوئی دن کسی بزرگ کے مزار پاک کی زیارت کے لیے مقرر کرلیا تو یہ بھی اسی مطلق کا فرد اور مستحسن اور باعث اجر ہے۔ عرس اسی کا نام ہے کہ کسی بزرگ کے مزار پاک کی زیارت کے لیے کوئی تاریخ مقرر کرلی گئی ہے، اس تاریخ پر

مزار اقدس پر حاضر ہوتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں اور ان کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔

امام ابوبکر بن شیبہ نے یہ حدیث روایت کی: ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول. (ترجمہ) نبی کریم ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ [ردالمحتار، جلد اول، ص ۶۰۴]

اس سلسلے میں عوام کو ورغلانے کے لیے مخالفین عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ چوں کہ یہ معمولات قرونِ اولیٰ میں نہیں تھے اس لیے یہ ناجائز وحرام اور بدعت ہیں۔ اس کا ایک جواب تو اوپر گزر چکا کہ بہت سے کام آپ لوگ بھی کرتے ہو مگر وہ قرونِ اولیٰ میں نہ تھے، مثلاً مدارس کی تعلیم کا پورا نظام اور نصاب، ان میں سے کوئی بھی قرونِ اولیٰ میں نہ تھا۔ نہ یہ نظام تھا، نہ اوقات اور ایام کی یہ تعیین تھی، نہ امتحان ہوتا تھا، نہ پاس فیل تھا۔ نہ یہ کتابیں تھیں۔ قاعدہ بغدادی سے لے کر بخاری شریف تک سوائے قرآن مجید کے کسی کتاب کا وجود نہ تھا۔ ان میں سب سے قدیم کتاب بخاری شریف ہے جو تیسری صدی میں لکھی گئی ہے، یہ کانفرنس، یہ اجلاس اور ان سب کے اوقات کی تعیین اور اس کی پابندی کچھ بھی نہ تھی، بلکہ جس طرح بخاری شریف وغیرہ لکھی گئی ہے اس طرح قرونِ اولیٰ میں کتابیں بھی نہیں لکھی گئی تھیں۔ کتاب، باب، فصل اور ان کے ضمن میں اپنی رائیں، مخالفین کا رد وغیرہ اس سلسلے میں جو جواب آپ کا ہوگا وہی جواب ہمارا بھی ہوگا۔

اس خصوص میں جناب گنگوہی صاحب نے یہ منطقیانہ اور فلسفیانہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ احداث فی الدین حرام وبدعت ہے اور احداث للدین جائز ومستحسن۔ یہ حدیث صحیح کا رد ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ’’من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجھا واجر من عمل بھا من

غیران ینقص من اجورھم شئی، ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرھا ووزرمن عمل بھا من بعدہ من غیران ینقص من اوزارھم شئی ''[مشکوٰۃ ص ۳۳،مسند امام احمد جلد ۵،ص ۴۵۷،مسلم،زکوٰۃ۔ص ۳۲۷]

(ترجمہ) جو شخص ''اسلام میں'' اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے ،اور جو اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس پر گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کی جائے۔

ناظرین غور کیجئے حدیث میں فی الاسلام کا لفظ ہے اور للاسلام کا نہیں۔اس لئے اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ وہ احداث فی الدین بدعت ضلالت وحرام ہے، جو برا ہے۔رہ گیا وہ احداث فی الدین جو حسنہ ہو، اچھا ہو وہ اس حدیث کی رو سے موجب ثواب ہے۔اس لیے گنگوہی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ احداث فی الدین حرام وبدعت ہے،اس حدیث کا رد ہے۔

ایک سوال اور جواب: عام طور پر بے پڑھے لکھے لوگوں کو یہ کہہ کر بہکایا جاتا ہے کہ اگر یہ چیزیں اچھی ہوتیں ،ان میں ثواب ہوتا تو حضور اقدس ﷺ اور صحابہ، تابعین ،ائمۂ مجتہدین نے کیوں نہیں کیا؟ اب ہم پلٹ کر پھر وہی سوال کریں گے کہ بعینہ یہی سوال مدرسوں کے نظام،نصاب ،کتابوں پر ہوتا ہے۔آپ جو جواب دیں گے وہی جواب ہمارا بھی ہوگا۔مہربانوں سے کلام اتنے ہی پر پورا ہوگیا۔مگر ہم ناظرین کے اطمینان کے لیے اس کی بھی توضیح کیے دیتے ہیں۔

بات اصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت پر بہت ہی رحیم ورؤف تھے۔حضور کی یہ خواہش ہمیشہ رہتی تھی اور رہی کہ میری امت زیادہ سے زیادہ ایسے کام کرے جو ثواب ،بلندی درجات کے موجب ہوں۔چونکہ کسی اچھے طریقے کا ایجاد کرنے والا لاکھوں لاکھ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ایجاد کا ثواب الگ،اس پر عمل کا ثواب الگ اور ایجاد کے بعد قیامت تک عمل کرنے والوں کے برابر الگ۔اس لیے اعمال حسنہ کی ایجاد کا دروازہ کھلا رکھا کہ میرے بعد میری امت ان کو ایجاد کر کے ان بے شمار ثوابوں کی مستحق ہو جائے اور اگر ایجاد کا دروازہ بند فرمادیتے تو امت ان انگنت ثوابوں سے محروم رہتی۔اسی لیے ہر قرن میں نئے نئے اعمال حسنہ ہمیشہ سے ایجاد ہوتے آئے۔مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع فرمایا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح باجماعت کا حکم دیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔تابعین نے احادیث کو کتابوں میں جمع فرمایا۔ائمۂ مجتہدین نے فقہ پر مستقل کتابیں لکھیں۔محدثین نے عقائد وفقہ کے مسائل کے ابواب قائم کر کے ان کے ضمن میں احادیث جمع کیں۔صوفیاے کرام نے اصلاح باطن وتزکیۂ نفس کے لیے نئے طریقے ایجاد کیے وغیر ذالک،اسی کی کڑی میلاد، قیام، بعد نماز درود وسلام، نیاز وفاتحہ وغیرہ بھی ہیں۔

تعیین اوقات: ان معمولات پر یہ بھی اعتراض ہے کہ چوں کہ ان کی تاریخ معین کرتے ہیں اور کوئی بھی مندوب کام جس کے لیے شریعت نے وقت معین نہ کیا ہو تعیینِ وقت کے ساتھ کرنا ممنوع ہے۔جو بھی ذی عقل، دیانت دار اوپر ذکر کی ہوئی باتوں پر غور کرے گا وہ اس اعتراض پر حیرت کرے گا۔آپ لوگ اپنے مدارس کے کھلنے بند ہونے کے لیے تاریخ مقرر کیے

ہوئے ہیں، یہ کیا ہیں؟ آپ لوگ تو اتنے ہی سے چکرا گئے ہوں گے۔ آیئے ہم سے سنیے: اس کی اصل یہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے ابووائل سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ''**کان عبداللہ یذکر الناس کل خمیس**''۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے ہر جمعرات کو وعظ کہتے تھے۔

اسی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ عورتوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا: آپ سے اخذ میں مرد ہم پر غالب ہوگئے۔ حضور ہمارے لئے کوئی دن معین فرمادیں ''**فوعدھن یوما لقیھن فیه فوعظھن وامرھن**'' (ترجمہ) ان سے ایک دن وعدہ فرمالیا، اس دن عورتوں سے ملاقات فرمائی، انھیں نصیحت کی اور انھیں حکم دیا۔ [صحیح بخاری، باب **ھل یجعل للنساء یوما علی حدة فی العلم** ۔ص ۲۰]

مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''**رأیت رسول اللہ ﷺ یاتیه کل سبت**''۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ ہر سنیچر کو قبا آتے تھے۔ [مسلم، باب فضل مسجد قبا، ص ۴۴۸]

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ کسی فعل مستحب ومندوب کے لیے دن، تاریخ مقرر کرنا اور اس مقررہ تاریخ پر اسے کرنا حضور ﷺ کی سنّت اور صحابۂ کرام کا طریقہ ہے۔ دن، تاریخ، وقت کی تعیین کی وجہ سے کسی چیز کو حرام کہنا ان احادیث کا رد ہے۔

پابندی: کبھی عاجز آکر کہتے ہیں کہ کسی مستحب مندوب فعل پر پابندی حرام ہے، یہ بھی

حدیث کا رد ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**ان احب الاعمال ما دام وان قل**''۔

(ترجمہ) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر عامل پابندی کرے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب الجلوس علی الحصیر، ص ۸۷۱]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اعمال پابندی کے ساتھ کیے جائیں وہ بہ نسبت ان کے زیادہ پسندیدہ ہیں جنھیں کچھ دن کیا جائے، پھر چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے پابندی کی وجہ سے کسی چیز کو حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔ ہاں اگر شریعت نے کسی کام کے لیے کوئی وقت نہیں مقرر فرمایا ہے اور کوئی یہ اعتقاد کرے کہ یہ فلاں ہی وقت میں صحیح ہوگا، دوسرے وقت میں نہیں یا تعیین کو واجب جانے، تو ضرور یہ اعتقاد فاسد ہے، مگر بحمدہٖ تعالیٰ اہل سنّت کے عوام بھی ان تعینات کو واجب فرض نہیں جانتے۔ سب یہ جانتے ہیں کہ کسی وقت کیا جائے درست ہے، البتہ بعض مصالح اور سہولتوں کے پیش نظر یہ اوقات مقرر کرتے ہیں ان میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ اوپر احادیث سے گزرا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعرات کا دن وعظ کے لیے مقرر فرمایا تھا اور حضور اقدس ﷺ ہر سنیچر کو قبا تشریف لے جاتے، اور ہر سال کی ابتدا میں شہدائے احد کے مزار پر تشریف لے جاتے۔

علم وحکمت خلافت ارضی کی شرط اصلی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ملائکہ کو ایک اعلان سنایا: ''انی جاعل فی الارض خلیفة''۔

(ترجمہ) میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

فرشتے طہر وتقدس، عصمت وعفت، عبادت وریاضت کی صفات سے بدرجۂ اتم متصف ہیں، اور اپنی جبلت ہی میں نیک ہیں، شر کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے۔ جب انھوں نے سنا کہ ہم پر ایسی مخلوق کو فضیلت دی جا رہی ہے جس کی فطرت خیر کے ساتھ شر سے بھی آشنا ہے، جس کو ظلوم وجہول بھی کہا گیا ہے۔ یہ نیکی سے تُلے گا تو عرش الٰہی سے لگ جائے گا اور بدی پر تُلے گا تو خود بدی بھی پناہ مانگے گی۔ چنانچہ اعلان سنتے ہی فرشتوں نے عرضی لگا دی، اے قادر مطلق!

''اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك''۔

(ترجمہ) کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا (جب کہ) ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔

فرشتوں کا استدلال تھا کہ خدا خیر محض ہے اس لئے خدا کا خلیفہ بھی خیر محض ہونا چاہئے مگر استدلال مقبول نہ ہوا اور حکمت الٰہی کا فیصلہ یہی رہا کہ آدم علیہ السلام کے مقابلے میں اپنے علم کا اظہار ہو ہی گیا۔ اب یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ زمین کی خلافت کے لیے علم وحکمت اصلی شرط ہے اور خدائے علیم وحکیم نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت کے ساتھ ساتھ علم وحکمت کی خلافت بھی بخش دی ہے۔ اب فرشتوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ اعتراف کرنا

پڑا: ''سبحٰنك لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم''۔

(ترجمہ) پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تم نے ہمیں سکھایا بیشک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

تخلیق انسانی کی اس داستان کو تورات نے بھی سنائی ہے اور دوسرے ادیان کی کتابوں نے بھی، لیکن قرآن نے علم کی بنا پر انسان کو جملہ مخلوقات پر عام فضیلت دے کر جو داستان سنائی ہے، یہ کہیں نہیں ملتی، وہ صرف اسلام ہی ہے جس نے انسان کو زمین پر خدا کا خلیفہ قرار دیا ہے، اسلام ہی نے انسان کو محض علم کی بنا پر جملہ مخلوقات سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی اشرف وممتاز ٹھہرایا ہے۔

اللہ رب العزت کی اس امانت کو انسان نے اپنی نادانی اور عجلت بازی سے ضائع کر دیا اور انسان حیوانوں سے ممتاز نہ رہ سکا۔ شکار کرنا، غاروں اور بھٹوں میں راتیں بسر کرنا، درندوں سے لڑائی لڑنا، صرف اپنے رزق اور اپنی قوت کو مظاہرے کے لیے انسانیت نوازوں کو، کمزوروں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ بہت سی قومیں علم کا نام لے کر آگے بڑھیں جن میں چین، ہندوستان، مصر، بابل، اشوریہ، یونان اور روما ممتاز تھے مگر ان کے علوم زیادہ تر خرافات وتوہمات اور سحر جادو کا مجموعہ تھے۔

چین اور ہندوستان بھی سحر وطلسم کی فضا میں سانسیں لے رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چین نے اخلاقیات میں اور ہندوستان نے الٰہیات، ہیئت اور طب میں کچھ قدم آگے بڑھائے تھے، رومن قوم کا مزاج علمی نہ تھا، یہ مادہ پرست قوم تھی، ملک گیری، شہنشاہی، سلب ونہب اور قوموں کو غلام بنانا ان کا من بھاتا مشغلہ تھا۔ یونان کی مادیت کے بعد مسیحیت

روحانیت کے نام پر آگے بڑھی، دنیا اس دھوکے کا شکار ہوگئی۔ رومن شہنشاہ قسطنطین اول نے محض سیاسی مصلحتوں سے ۳۲۳ء میں اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کیا اور عیسائیت دنیا کا سرکاری مذہب قرار پاگئی۔ اس وقعہ سے پہلے عیسائیت یورپ میں بہت مظلوم تھی اب دفعتاً اقتدار پانے کے بعد خود ظلم وجور کا نمونہ بن گئی اور دوسرے دینوں ہی کی نہیں بلکہ تمام قدیم علوم وفنون کی جڑ بھی اکھاڑ کر پھینکنے کی اس نے پوری کوشش کی۔

قدیم دنیا اور علم: سوال یہ ہے کہ قدیم دنیا میں علم عام کیوں نہ ہو سکا؟ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ تحریر وکتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لیے مخصوص کرلیا تھا، دوسروں پر اس کا دروازہ بند تھا، مصر کا ہیروگلیفی خط، بابل کا میخی خط اور چین کا طلسماتی خط عام نہ تھا، تھوڑے سے آدمی جو ایک خاندان یا ایک طبقے کے ہوتے تھے اسے جانتے اور برتتے تھے، علم سینہ بسینہ چلتا تھا۔ کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں، یاد کرلی جاتی تھیں اور یاد کرادی جاتی تھیں، کیوں کہ علم خاص خاص طبقوں کی میراث تھی اور دوسروں میں اس کی اشاعت ممنوع تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ علم تھا، چند نفوس میں محصور ہوکر رہ گیا، اور قوم کا طلسمی راز بن گیا، دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں اگرچہ دین ومذہب کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھیں مگر اسلام کے علاوہ کسی دین نے بھی اپنی دعوت کی اساس علم وعقل پر نہیں رکھی، تمام دینوں نے اپنی دعوت میں عقل واستدلال سے صرف معجزات وخوارق سے کام لیا، عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا عقل سے کام لینے کا بھی حکم نہیں دیا۔ اسی لیے قدیم دنیا میں علم کی اہمیت بھی تسلیم نہ کی گئی اور اہل ادیان ومذاہب اندھی تقلید، جمود وتعطل اور توہمات وخرافات کی دلدلوں میں دھنستے چلے گئے۔

اسلام کا پہلا اعلان: جب انسانیت کراہ رہی تھی، تہذیب وتمدن، شرافت وکرامت کی

کشتی تقریباً ڈوب چکی تھی، رحمٰن ورحیم، رؤف وکریم وحدہ لاشریک نے اپنے محبوب کی زبان سے فاران کی چوٹی، حرا کے غار سے جو اعلان کرایا وہ پہلا اعلان تھا۔

ایک سے زیادہ اعلان ہو سکتے تھے، توحید کا اعلان، رسالت کا اعلان، عبادت الٰہی کا اعلان، مکارم اخلاق کا اعلان، انسانی حقوق کا اعلان، مگر اسلام کے اولین اعلان میں اس قسم کی کوئی بات نہ تھی، پھر اسلام کا اولین اعلان کیا تھا؟ اسلام کا اولین اعلان محض علم کی برتری اور علم کی ضرورت کا اعلان تھا، اس لیے کہ علم نہ ہو تو نہ دین کا کوئی معاملہ کماحقہٗ استوار ہو سکتا ہے، نہ دنیا کا، اسلام نے ظاہر ہوتے ہی نہایت پرزور انداز میں اعلان کردیا کہ علم کو سینہ بسینہ نہیں، کانا پھوسی اور سرگوشی میں نہیں، اسرار ورموز میں نہیں، زبانوں سے زبانوں میں نہیں، چھومنتروں میں نہیں، ٹونوں ٹوٹکوں میں نہیں، بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر برملا ہونا چاہیے۔ تاکہ اس کی تحصیل ہر آدمی کے امکان میں ہو۔ سب کے لیے مباح ہو۔ پڑھنا پڑھانا ہر انسان کا مکمل ومسلم حق ہو۔ امیر کا بھی، غریب کا بھی، برہمن کا بھی، شودر کا بھی، اسرائیلی کا بھی، غیر اسرائیلی کا بھی، عربی کا بھی، عجمی کا بھی، یورپ کا بھی، ایشیا کا بھی، اسلام کے سب سے پہلے اعلان کا سب سے پہلا لفظ جو دنیا نے سنا، بظاہر کیسی حیرت انگیز بات ہے وہ ''اقرأ'' تھا۔ اقرا کا مطالبہ اس لیے ہوا کہ تحریر وکتابت کی ضرورت واہمیت دنیا پر روشن ہوجائے اور علم کو سینوں سے نکال کر بطور امانت کتابوں میں محفوظ کرنے کی راہ کھلے۔

''اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاکرم، الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم''۔

(ترجمہ) پڑھو اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے

بنایا، پڑھواورتمہارارب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا، جونہ جانتا تھا۔

یہ ہے اسلام کا اولین اعلان اور یہ اعلان انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ تمام انسانوں کو اس پر زیادہ سے زیادہ فخر کرنا چاہیے۔

علم سے انسان کی عظمت کا اعلان: اسلام کا یہ اعلان منطقی ترتیب کے لحاظ سے بھی بہت عجیب ہے۔ انسان ایک وجود ہے یعنی موجود نہ تھا پھر موجود ہوا، اسی لیے سب سے پہلے نعمت تخلیق کا ذکر کیا گیا لیکن نعمت تخلیق عظیم ہونے پر بھی تنہا انسان کا حصہ نہیں۔ تمام مخلوقات اس نعمت میں انسان کی شریک و سہیم ہیں، پھر وہ کون نعمت ہے جس سے صرف انسان سرفراز ہوا ہے اور جس میں کسی مخلوق کی شرکت نہیں وہ نعمت بلاشبہ علم ہے۔

علم ہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو صرف انسان کو بخشی گئی ہے۔

حقیقی علم کون: مگر کون علم؟ خرافات وتوہمات نہیں جن پر جہل کی انگلیوں نے علم کی چھاپ لگادی ہے۔ وہ علم بھی نہیں جس کے مدعی، کاہن وساحر، احبار ورہبان، پروہت و پانڈے، عامل اور سیانے رہے ہیں، کیوں کہ جس چیز کا نام انھوں نے علم رکھ چھوڑا ہے علم نہیں ہے، کچھ رموز واسرار ہیں، غیر مفہوم الفاظ ہیں، ٹونے ٹوٹکے ہیں، جنتر منتر ہیں، نہ سمجھ میں آنے والی بولیاں ہیں، چھپی چھپی، ڈھکی ڈھکی باتیں ہیں جو نہ سب کے سامنے کہی جاتی ہیں، نہ سب کو بتائی، سکھائی جاتی ہیں۔ ان کی ''بڑائی'' اور ان کا ''اثر'' بس اسی میں ہے کہ سینوں میں بند رہیں اور سرگوشیوں میں آگے بڑھیں۔

اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی بہانگ دہل اعلان کر دیا کہ علم وہ ہے جو راز نہیں بنتا

قلم وکتابت سے ثبت ومدوّن ہوتا ہے اور جسے ہر آدمی جب چاہے حاصل کرسکتا ہے اور پوچھ سکتا ہے۔ وہ چیز علم کیوں کر ہوسکتی ہے جو ظاہر ہونے سے، روشنی میں آنے سے، لکھی، پڑھی، پرکھی جانے سے بچتی، بدکتی، ڈرتی ہے، یقیناً یہ چیز علم نہیں ہوسکتی۔ علم کے نام سے جہل ہوسکتی ہے، مکرودجل ہوسکتی ہے۔ اسلام نے اسی علم کو انسان پر خدا کا سب سے بڑا احسان بتایا ہے جو تحریر میں آنے سے گریز نہیں کرتا، جسے لکھ کر تمام دنیا کے سامنے سورج کی روشنی میں رکھا جا سکتا ہے اور جس کی زبان حال چیلنج دیتی رہتی ہے کہ آؤ اور مجھے پرکھو۔ دیکھو میں کندن ہوں یا ملمع کیا ہوا پیتل؟

قرآن نے یہی نہیں کیا کہ حقیقی علم کو مصنوعی وفرضی علم سے الگ کر دیا بلکہ نعمت علم کو نعمت تخلیق سے کہیں زیادہ برتر افضل دکھایا ہے۔ دیکھئے کیا ارشاد ہوتا ہے: ''اقرا باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق الخ''۔

علم کی نسبت رب اکرم کی طرف: نعمت تخلیق عام ہے جس میں انسان اور تمام مخلوقات برابر کے شریک ہیں اس لیے اس نعمت کو محض ''رب'' کی طرف منسوب کیا لیکن اس کے بعد ہی کلمہ خطاب کو دہرا کر فرمایا: ''اقرا وربك الاکرم، الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم''۔ اس مکرر ''اقرا'' میں نعمت علم کو رب کی طرف نہیں بلکہ ''رب اکرم'' سے اسے نسبت دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ علم کی نعمت وہ نعمت ہے جو از حد کرم والے پروردگار کا کرم ہے، محض رب کا کرم نہیں ہے، رب اکرم کا کرم ہے۔ اس لیے سب سے بڑا کرم ہے اور واقعی ظلوم وجہول انسان پر اس سے بڑا کرم اور کیا ہوسکتا ہے کہ علم ومعرفت کا سورج اس پر درخشاں ہوگیا۔ جس کے نور کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کبھی ختم ہونے والا ہے۔

"رب اکرم" فرما کر علم کی عظمت واہمیت پوری طرح واضح کر کے یہ بھی صاف کردیا کہ قلم وتحریر کے ذریعہ انسان کے علم کو جو وسعت وفراوانی بخشی گئی ہے اس کا اندازہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے "علم الانسان مالم یعلم"۔

بارگاہ رسالت سے علم کی اشاعت کا حکم: اسی امانت الٰہیہ کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے محبوب رب العلمین، حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اطلبوا العلم ولو کان بالصین"۔

(ترجمہ) علم دین حاصل کرو اگرچہ اس کے لیے ملک چین جانا پڑے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "اطلبوا العلم من المھد الی اللحد"۔

(ترجمہ) علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر کی گود میں جانے تک۔

دونوں احادیث کریمہ یہ بات واضح کر رہی ہیں کہ حصول علم میں طول مسافت، سفر کی دشواریاں، مصروفیات زندگی رکاوٹ نہیں بننی چاہئیں، عام خطاب میں ارشاد فرماتے ہیں: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ"۔

(ترجمہ) اس حدیث نے واضح کردیا حصول علم صرف مردوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ طبقہ نسواں بھی اس میں برابر کا شریک ہیں، پھر اسی امانت کا بارگراں حجۃ الوداع کے موقع پر جبل رحمت پہ کھڑے ہو کر پوری امت کے کاندھوں پر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بلغوا عنی ولو آیۃ ویبلغ الشاھد الغائب"۔

(ترجمہ) اس آفاقی پیغام سے خوب ظاہر ہے کہ آنے والی نسلوں کو علم کی وراثت منتقل کرنا مقصود اصلی ہے۔ ہر دور، ہر قرن میں موجود لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

باتیں جو حیات کے لیے آب حیات ہیں

جنت کا آسان راستہ: (۱) ماں باپ کے حق میں اولاد کا فرض یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کرے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بات چیت کرنے میں ان کا ادب ملحوظ رکھے (۲) اپنے ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری کرے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک بیوی ہے جس سے مجھے بہت محبت ہے، میرے والد (فاروق اعظم) اسے میرے لیے پسند نہیں کرتے اور مجبور کرتے ہیں کہ طلاق دے دو۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! تم اسے طلاق دے دو۔ مطلب یہ ہے کہ والدین کی فرماں برداری کرے تا کہ ان کی دعاؤں سے دنیا میں پھلے پھولے اور آخرت میں جنت کا مستحق بنے (۳) ماں باپ کی نافرمانی سے بچے۔ حدیث شریف میں والدین کی نافرمانی کو شرک وکفر کے ساتھ ذکر فرما کر یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی نافرمانی بدترین گناہ ہے۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور ان پر ذلت وخواری مسلط کردیتا ہے، نافرمان اولاد کی اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہوگی کہ مرنے کے بعد جنت اور جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گی۔

(۴) اپنے ماں باپ کی خدمت کرے اور ان کی خدمت گذاری کو اپنے حق میں سعادت سمجھے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کی والدین کی خدمت نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ (۵) اپنے ماں باپ کو خوش رکھے کہ ماں باپ کی خوشنودی اور رضامندی سے خدا خوش ہوتا ہے اور ان کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ ماں باپ کی خوشنودی جنت حاصل کرنے کا بہتر

ذریعہ ہے ۔(۶) اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کے احسانات کو فراموش نہ کرے، ماں باپ کو اپنے لیے خدا کی نعمت سمجھے، اور ان کی قدر کرے اور ان سے محبت کا برتاؤ کرے، رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ماں باپ کو محبت بھری نظر سے دیکھتے ہیں تو حج مبرور کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے ۔(۷) کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے ان کا دل دُکھے اور ان کی زبان سے بدعا نکلے اور اولاد کی بربادی کا باعث بنے (۸) ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا و استغفار کرے اور ان کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

صدقۂ جاریہ ولد صالح: (۱) والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی پیار و محبت سے پرورش کریں، اسلام میں اولاد کی محبت پسندیدہ اور مرغوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے بے حد محبت تھی ۔(۲) لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح نہ دیں، بعض لوگ لڑکوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور لڑکیوں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں، بلکہ بعض نادان ان کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور ان کے وجود کو اپنے اوپر بار خیال کرتے ہیں اور یہ بات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ۔حدیث شریف سے ثابت ہے کہ لڑکیوں سے محبت کرنا اور ان کو پالنا، پرورش کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اور رسول پاک ﷺ سے قرب کا ذریعہ ہے۔(۳) اپنی اولاد کو حلال سے کھلائیں، حرام کی کمائی سے خود بھی بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں (۴) اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے میں اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اس بات کا شروع سے خیال رکھیں کہ دنیاوی تعلیم سے پہلے شرعی آداب سکھائیں اور مذہبی تعلیم دیں۔ اگر اس میں ذرا بھی کوتاہی برتی گئی اور اولاد مذہب اور مذہبی احکام سے دور ہوگئی تو اس جرم میں قیامت کے دن اولاد ہی ماخوذ نہ ہوگی بلکہ والدین بھی پکڑے جائیں گے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ لڑکوں کو وہ تعلیم دی

جائے جو ان کے لیے مفید ہو اور لڑکیوں کو تعلیم دی جائے جو ان کے حق میں نفع بخش ہو اور وہ مستقبل میں بہترین مائیں بن کر اولاد کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا سکیں (۵) جب بچے اور بچیاں بالغ ہو جائیں تو جلد از جلد ان کی شادی کر دیں تا کہ وہ اپنی عفت و عصمت کو محفوظ رکھ سکیں۔

اچھی نیک عورت: بیوی کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خداداد عظمت کو ملحوظ رکھے اور اس کے ادب و احترام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتے اور زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالے جو شوہر کی شان کے خلاف ہو۔

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اگر کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کی اجازت دی جاتی تو عورتوں کو دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں (۲) بیوی کو لازم ہے کہ اپنے شوہر سے سچی محبت کرے، سچی محبت یہ ہے کہ شوہر کی ذات سے محبت ہو مفلسی ہو یا دولت مندی، تنگ دستی ہو یا خوش حالی ہر حال میں شوہر کی محبت کا دم بھرے ۔(۳) اللہ و رسول کے حکم کے مطابق اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی فرماں برداری کو اپنا فرض سمجھے۔ اس کی خدمت سے دریغ نہ کرے اور زندگی کے ہر قدم پر نہایت خندہ پیشانی سے اس کی خدمت کر کے اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دے، خوب یاد رکھے کہ اگر وہ اپنے شوہر کی خدمت اور فرماں برداری میں کوتاہی نہ کرے گی تو ایک دن ایسا آئے گا کہ شوہر خود ہی اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔ یہ بیوی کا فرض ہے کہ شوہر جب اس کو جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے بلائے تو عذر شرعی نہ ہونے کی حالت میں اس کی فرماں برداری کرے۔ حدیث میں ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جس وقت بستر پر بلائے اور وہ آنے سے اپنے کو منع کر دے تو اس عورت پر خدا کے فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

نیک مرد: (۱) شوہر کا فرض ہے کہ بیوی کا نفقہ ادا کرے یعنی کھانا کپڑا اور رہنے کے لیے مکان دے اور اس کو اس کی تمام ضروریات سے بے نیاز کردے جو اس کے لیے ضروری ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وسعت والے کو چاہیے کہ اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے اور جس کی آمدنی نپی تلی ہو تو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اس کو دیا ہے اسی میں سے نفقہ دے ، نفقہ بند کرنا بدترین گناہ ہے ۔ شوہر کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور بیوی کا نفقہ دینے میں کوتاہی نہ کرے ۔ بعض شرپسند شوہر اپنی بیوی کو میکے میں چھوڑ دیتے ہیں پھر نہ اس کو خرچہ دیتے ہیں اور نہ ہی طلاق دے کر آزاد کرتے ہیں ایسے لوگ سخت ترین مجرم ہیں ۔ (۲) شوہر کی ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا دین مہر ادا کرے کہ بیوی کا دین مہر شوہر کے ذمہ واجب ہے اور اس کا ادا کرنا ضروری ہے ۔ اگر اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کی تو قیامت کے دن حقوق العباد کے سلسلہ میں سخت گرفت ہوگی اور سزا بھگتنی پڑے گی ۔ (۳) شوہر کو چاہیے کہ بیوی کے جذبات کا پاس کرے اور زیادہ دنوں تک اپنی بیوی سے جدا نہ رہے ۔ اگر پردیس میں زیادہ دنوں تک رہتا ہو تو بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کے نام یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ جو شخص شادی شدہ ہو وہ اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ جدا نہ رہے ۔ (۴) شوہر کا اپنی بیوی کا ستانا ، گالیاں دینا اور اس پر ظلم و زیادتی کرنا بدترین گناہ ہے ۔ جو شخص اپنی بیوی پر ظلم و تعدی کرتا ہے وہ خود بھی اپنی زندگی کے سکون و اطمینان کو برباد کر کے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے ۔ حدیث میں ہے کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کو ستائے ۔

(۵) اپنی بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے ، محبت کا برتاؤ کرے اور جہاں

تک ہو سکے اپنی ذات سے خوش رکھنے کی کوشش کرے ۔ باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے محبت کے طریقے اختیار کرے اور اس کی دل جوئی اور دل بستگی کے لیے کسی وقت بے تکلف ہو کر ہنسی مذاق کی باتوں سے اسے خوش کرنے کی بھی کوشش کرے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح گھل مل جائیں کہ ایک روح دو قالب ہو جائیں ۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی دل جوئی کا بہت خیال رکھتے تھے ۔ (۶) شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو شریک زندگی سمجھ کر اس سے محبت کرے ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی ، ان کے انتقال کے بعد ان کو یاد فرمایا کرتے تھے ۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف خیال کرتے تھے ۔

بہنوں کے حقوق: رسول اللہ ﷺ نے بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی ہے ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ بہنوں کی پرورش کرنا اور ان کے اخراجات کا کفیل ہونا بڑے ثواب کا کام ہے اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے ، فرمایا کہ جس شخص نے دو بہنوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو میں اس کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا ۔ بہنوں سے محبت کرنا رسول پاک ﷺ کی سنت ہے ، آپ کو اپنی بہنوں سے بے حد محبت تھی ، لہٰذا بھائیوں کو لازم ہے کہ اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں ۔

بھائیوں کے حقوق: چھوٹے بھائی کو چاہیے کہ بڑے بھائی کا ادب و احترام ملحوظ رکھے اور اس کو باپ کی طرح سمجھے اور بڑے بھائی کو چاہیے کہ چھوٹے بھائی سے شفقت و محبت کا

برتاؤ کرے اور اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چھوٹوں سے محبت و مہربانی کا برتاؤ نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ میری امت سے نہیں ۔ بھائیوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

خالہ کا حق : اسلام نے خالہ کو ماں کی منزلت میں بتایا ہے ۔اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنی خالہ کو ماں کی طرح سمجھے اور اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

چچا کا حق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چچا باپ کے مانند ہے۔ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا خدا کی قسم! کسی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ سے اللہ و رسول کے لیے محبت نہ کرے، پھر فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، ہر شخص کا چچا باپ کے مانند ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ چچا کو باپ کی طرح سمجھیں اور ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔

رشتہ داروں کے حقوق: ہر مسلمان پر اپنے رشتہ داروں کے بھی حقوق ہیں اور ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں زیادتی اور عمر میں برکت ہو تو اس کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے اور فرمایا رشتہ داروں کو پہچانو تا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرو، اس لیے کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا آپس کی محبت، مال و دولت کی زیادتی اور عمر میں برکت کا

ذریعہ ہے اور فرمایا رشتہ داروں کے حقوق کو پامال کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے انسان کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ دولت میں زیادتی ہوتی ہے۔ آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنے والا رسول پاک کی نظر میں ایسا مجرم ہے کہ اپنے جرم کی سزا بھگتنے سے پہلے جنت اور اس کی نعمتوں سے محروم رہے گا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتے تھے اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو اپنے رشتہ داروں سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رشتہ داروں سے تھی۔

پڑوسیوں کے حقوق: انسان کا اپنے ماں باپ، اہل وعیال اور دیگر رشتہ داروں کے علاوہ پڑوسیوں سے بھی تعلق ہوتا ہے، اس لیے اسلام نے ان کے حقوق بھی مقرر کیے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بار بار تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں پڑوسی کو پڑوسی کے ترکہ میں وارث نہ بنا دیں اور فرمایا: خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہو گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا کون؟ تو فرمایا: وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے اور فرمایا: جو شخص اللہ و رسول پر ایمان لایا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور فرمایا: جب شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کرو اور اس میں سے کچھ اپنے پڑوسیوں کو بھی بھیج دیا کرو۔ فرمایا: خدا کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو۔ فرمایا: وہ مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھائے اور برابر میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہوں تو ان میں میرے سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے۔ آپ نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے زیادہ قریب ہو وہی زیادہ مستحق ہے، اور فرمایا کہ اگر تیرے پڑوسی تیری تعریف کرتے ہوں تو اچھا ہے اور اگر برا بتاتے ہوں تو تو برا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز وروزہ کی بڑی پابند ہے اور بہت زیادہ خیرات کرتی ہے مگر وہ اپنے پڑوس کو زبان سے تکلیف پہونچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی، پھر اس نے کہا: فلاں عورت نفلی نماز اور نفلی روزے کم ادا کرتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں کو زبان سے ستاتی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ (۲) کمال ایمان اور مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہونچائے۔ (۳) ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق پڑوسیوں پر ایثار کرے۔ (۴) جو پڑوسی جتنا زیادہ قریب ہو وہ سلوک کا اتنا ہی زیادہ مستحق ہے۔ (۵) پڑوسیوں سے ہمدردی کرنا، اچھے سلوک کرنا، اور ان کے دکھ درد میں کام آنا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔ (۶) ان کو تکلیف پہونچانا، ایذا دینا اور ستانا دوزخی ہونے کی علامت ہے۔

مہمان کے حقوق: مہمان کی خاطر تواضع اور مدارات کرنا سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو آپ اس کی خاطر تواضع فرماتے تھے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ جب تمہارے یہاں کوئی مہمان آئے تو اس کی مہمانی کا حق ادا کرو، فرمایا:

جو شخص خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لایا ہے اس کو مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے، ایک دن رات اس کا جائزہ ہے (یعنی ایک دن اس کی پوری خاطر داری کرے، اپنے مقدور بھر اس کے لیے تکلف کا کھانا تیار کرائے) ضیافت تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد ماحضر پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کو کسی کے یہاں اتنا زیادہ قیام نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا میزبان پریشان ہو جائے۔

یتیموں کے حقوق: یتیموں سے محبت کرنا، ان کو کھانا کھلانا، تعلیم دلانا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اور خدا اور رسول کی خوشنودی کا بہترین ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں مسلمانوں کو بار بار ہدایت فرمائی ہے۔ فرمایا: جو شخص یتیم کی پرورش کرتا ہے خواہ وہ یتیم اپنا ہو یا غیر، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور فرمایا: جو شخص کسی کو اپنے کھانے میں شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا۔ اور فرمایا: سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ احسان کیا جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے اور فرمایا: جو کوئی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے اس کو نیکی عطا کرتا ہے۔

بیواؤں اور مسکینوں کے حقوق: بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری، ان سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بھی بڑے ثواب کا کام ہے اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کے لیے کوشش کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے

مانند ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ شخص اجر وثواب میں اس شخص کے مانند ہے جو ہمیشہ دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات میں نوافل پڑھتا ہو۔ معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے، ساری رات نوافل پڑھنے اور دن بھر نفلی روزہ رکھنے میں جتنا ثواب ہے اسی کے برابر بیواؤں اور مسکینوں سے ہمدردی رکھنے اور ان کی خدمت کرنے کا ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو بیواؤں اور مسکینوں کا کام کر دینے میں ذرا بھی عار نہ تھا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بیواؤں، غریبوں اور محتاجوں کی خدمت، ان سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

بوڑھوں کے حقوق: جوانوں کو چاہیے کہ اپنے بڑے بوڑھوں اور سن رسیدہ لوگوں کی ان کے بڑھاپے اور معمر ہونے کی وجہ سے عزت کریں۔ ان کے سامنے ادب ولحاظ سے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کو آرام پہونچانے کی کوشش کریں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں دوسرے جوانوں کو عزت کے لیے مقرر کر دے گا اور فرمایا: بوڑھے مسلمان کی تعظیم وتکریم بھی اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہے اور فرمایا: جو بڑوں کا ادب واحترام نہیں کرتا وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔

عام مسلمان کے حقوق: ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اخوۃ اسلامی کا رشتہ ملحوظ رکھے۔ سب مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے، کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اگر کوئی دوسرا ظلم کرے تو مسلمان بھائی کو بے مدد نہ چھوڑے بلکہ اس کی مدد کرے۔ اپنے حاجت مند بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے، کسی مسلمان بھائی کو مصیبت میں دیکھے تو اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش

کرے، دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کرے یعنی اس کے پوشیدہ عیبوں کو ظاہر نہ کرے، کسی مسلمان کے جان ومال اور عزت وآبرو کے درپے نہ ہو۔ کسی مسلمان کو نقصان نہ پہونچائے اور نہ دھوکہ دے، کسی مسلمان سے حسد نہ کرے، بغض وکینہ نہ رکھے اور اس کی غیبت نہ کرے، کسی مسلمان سے تین دن رات سے زیادہ سلام وکلام ترک نہ کرے، رسول ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے مدد چھوڑے اور فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرمائے گا اور فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور فرمایا مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو لینا مسلمان پر حرام ہے اور فرمایا: جو کسی مسلمان کو ضرر میں ڈالے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے اور فرمایا: تم لوگ آپس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور فرمایا: کسی مسلمان کو کسی مسلمان سے تین دن رات سے زیادہ سلام وکلام ترک کرنا حلال نہیں۔

عام انسانوں کے حقوق: رسول خدا ﷺ نے فرمایا مہربانی کرنے والے جو ہیں ان پر رحمٰن مہربانی فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر مہربانی کرو اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے تم پر مہربانی کریں گے۔ اس حدیث شریف کا مطلب ظاہر ہے کہ اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے اور نظر رحمت فرمائے تو تم کو چاہیے کہ ہر انسان پر خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، مسلم ہو یا کافر مہربانی کرو مثلاً بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، ننگوں کو کپڑا پہناؤ، بیماروں کی خبر لو، اندھوں کو

راستہ بتاؤ، مصیبت زدوں کی مصیبت دور کرنے میں کوشش کرو۔ غرض یہ کہ ہر انسان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ اور جہاں تک ہو سکے اس کی مدد کرو۔ یہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے اور یہی انسانیت کا تقاضہ ہے۔ جس انسان کے دل میں خدا کے بندوں پر مہربانی کا جذبہ نہیں وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے۔

آؤ ہم سب مل کر خدا کے بندوں کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کی رحمتوں کا سہارا لے کر جنت حاصل کریں۔

قرآن حکیم انسانیت کا کامل دستورِ حیات

آج مسلمانوں کی جو دردناک حالت ہے اس نے دردمندان اسلام کو بے چین کر دیا ہے۔ سرد آہیں کھینچ کھینچ کر رہ جاتے ہیں، سینہ تھام تھام لیتے ہیں اور رو رو پڑتے ہیں۔ دشمنان دین کی جرأتیں اور بے باکیاں روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔

یہود و نصاریٰ نیز آر ایس ایس کے زیر سایہ پھلنے پھولنے والی جماعتیں قرآن پاک اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پھیلانے کی متعدد کوششیں کر رہی ہیں۔ اسلام اور مسلمان کو ایک ہوّا بنا کر پیش کر رہی ہیں۔ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین جیسے دشمنان اسلام و گستاخان رسول ﷺ کو عزت دے رہے ہیں۔ اسرائیل کے ہاتھوں عرب مسلمانوں کی عزتیں نیلام کر رہے ہیں۔ دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک کو ایسے فرماں رواؤں کے ہاتھوں میں سونپا جا رہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں، امریکہ و اسرائیل کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہیں اور اسلام کے لیے بدنما داغ ہیں، جن کے دلوں میں اسلام کے قوانین کی حرمت و عزت قائم نہیں ہے۔ جو ہماری بہو بیٹیوں کو ننگے سر کالجوں اور آفسوں میں پہونچا سکیں دشمنان اسلام کے نزدیک وہی اسلام کے محافظ ہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان: جو باہمی رواداری، امن وشانتی، آپس میں میل جول کا بے مثال چمن تھا، اس ملک کو مسلم حکمرانوں نے باہمی اتحاد و اتفاق کا گہوارہ بنا رکھا تھا، مگر آزادی کے نام پر اور اس کے بعد بنام جمہوریت مسلم حقوق کو جس طرح تاراج کیا گیا، اس کی مثال یہ ہے کہ آج ہماری حیثیت ’’بے چارہ ‘‘ کی ہے، چند مفاد پرست سیاست دانوں کو لقمۂ تر کھلا کر پوری امت مسلمہ پر احسان رکھا جاتا ہے۔ جہاں جہاں بی جے پی حکومتیں قائم ہیں یا جب تک مرکز

میں قائم رہیں وہاں مسلم افراد یا اسلامی قوانین کو امن مخالف، ملک دشمن اور رواداری سے دوری کا ہوّا بنا کر پیش کیا گیا اور پیش کیا جارہا ہے۔

ماضی قریب میں مرکز کی این ڈی اے حکومت اور اس کے اتحاد سے یوپی حکومت نے مدارس ومساجد کو آئی ایس آئی کا اڈہ بتا کر انھیں اسلحوں کا گودام اور دہشت گردوں کی تربیت گاہ ہونے کا خفیہ فرمان جاری کر دیا تھا۔ آئے دن مدارس کی جانچ پڑتال ایک بڑی مصیبت بن گئی تھی مگر موجودہ حکومت میں مدارس کو اس کی بلا سے نجات مل گئی۔

ادھر قرآن پاک کے بارے میں یہودیوں، عیسائیوں اور بعض مشرکین نے ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت الگ الگ راگ اپنا اپنا شیوۂ زندگی بنالیا ہے۔ ابھی بہت دن نہیں ہوئے کسی چوپڑا نے کلکتہ ہائی کورٹ میں عرضی دی تھی کہ قرآن پاک پر پابندی لگادی جائے۔ خوش قسمتی سے ہائی کورٹ نے عرضی خارج کردی لیکن قرآن پاک کے بارے میں دہلی کے ایک مجسٹریٹ کے نازیبا کلمات اب بھی موجود ہیں۔ اس وقت کے مسلم وزراء نے اس وقت کے کانگریسی وزیر بوٹا سنگھ سے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا مگر نتیجہ صفر ثابت ہوا۔ چند دنوں سے دہلی میں ''ہندو رائٹرس فورم'' کی طرف سے قرآنی آیات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے امن مخالف بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور اس کی تقسیم ہورہی ہے۔ این ڈی اے کی سابقہ حکومت کے علم میں لانے کے باوجود اس پر کارروائی نہیں کی گئی۔

جب کہ قرآن پاک کو امن مخالف کہنے والے نزول قرآن سے پہلے حکمرانوں کا جائزہ لیتے تو بات سمجھ میں آتی کہ ان کی جنگوں کا مقصد ملک گیری، حصول دولت، اپنی برتری، تفوق اور غلام سازی کے علاوہ کچھ نہیں۔ لڑائیوں کے نتائج تباہی، بربادی، خوں ریزی، فاتح کے ظالم

شکنجے میں مفتوح کی مظلوم زندگی کا اجیرن ہونا، لوٹ کھسوٹ اور انسانی زندگی کی ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ اسلامی قانون اور اسلامی حکمرانوں نیز مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگانے والے، مسلمانوں کو لٹیرا، اسلام کو کٹرواد کا نام دینے والوں نے حصول اقتدار، حصول دولت اور امن کے نام پر ظلم کو روا رکھ کر دنیا کو آگ وخون کے الاؤ میں ڈھکیل کر آہیں، آنسو، خاک، خون، ویرانے اور ہلاکت وبربادی کے سوا دنیا کو کیا دیا؟

نزول قرآن سے پہلے ہندوستان: دراوڑی قوموں کا باہر سے حملہ اور آریہ قوم سے چالیس سال کی لڑائی، منگول اور گوجر قوموں کا ہندوستانی باشندوں پر حملہ اور ملک پر قبضہ، کوروؤں اور پانڈوؤں کی اٹھارہ دن کی گھمسان لڑائی اور کوروؤں کی تباہی، رام اور راون کی لڑائی میں انسانی خون کا ضائع ہونا، برہمنوں، چھتریوں اور ویش لوگوں کا شودروں کو ذلیل کرنا، مگدھ کے راجا شیش ناگ اور یم سارا اور اجات شترو کا ویشالی پر قبضہ، راجہ نند کا مگدھ پر قبضہ، چندر گپت، کمار گپت، راجہ پربھاکر، ہرگل برش، راجہ ہیر بھوج، راجاؤں کا آپس میں نہ جانے کتنی انسانی جانوں کو ضائع کر کے راج پاٹ کرنا، ان لڑائیوں میں ذاتی مفاد کے سوا کچھ بھی نہ تھا جس نے لاکھوں انسانوں کو ضائع کیا۔ کیا یہی پیغام امن وشانتی ہے؟

یہودیوں اور عیسائیوں کی شر انگیزیاں: ابھی حال میں یہودیوں اور عیسائیوں خاص کر امریکیوں کی مشترکہ شرارت سے قرآن پاک میں تبدیلی وتخفیف کر کے ''فرقان الحق'' نام کی ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس کو قرآن پاک کی جگہ نام نہاد مسلمانوں میں رائج کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، پھر جیلوں میں قرآن پاک کو ناپاک جگہ پر ڈال کر اپنی بے شرمی اور خباثت وبدباطنی کا ثبوت دیا ہے۔ میڈیا نے اس کو ثابت کر دیا ہے مگر امریکہ کے بے غیرتوں اور

امریکہ نواز فرماں رواؤں کو نہ شرم آئی اور نہ غیرت، جب کہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ پوری دنیا میں انسانوں اور ان کے مذاہب کے رکھوالے ہیں۔ اسی کے نام پر افغانستان اور عراق کے مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرا دیا۔ غریبوں، عورتوں اور عام آدمیوں کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ یہ ان کی انسانیت نوازی ہے۔ **فالیٰ اللہ المشتکیٰ۔**

آخر مخالفت کیوں؟ یہودیوں، عیسائیوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو ستایا، شہید کیا، نہ جانے کتنے انبیاے کرام اور اولیا اور صلحا کو شہید کیا۔ اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی۔ ان کے علما نے رشوت لے کر قانون خدا میں تبدیلی کر دی، قرآن نے ان کے جرائم کی فہرست سنا کر انھیں چیلنج کیا تو اپنی کمیوں اور خرابیوں کو چھپانے کے لیے قرآنی آیات کو چھپانے کی ناپاک کوشش شروع کر دی، جو نہ کبھی ہوسکتا ہے اور نہ ممکن ہے کیوں کہ خدا اپنے کلام کا محافظ ہے۔

تاریخ کی شہادت: اپنے کو مہذب بنا کر پیش کرنے والی مغربی قوموں نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے جو جنگیں کی ہیں، ان میں صرف دو جنگوں کی تفصیل سے ان کی ننگی تصویر سامنے آتی ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں جانوں کا نقصان: (۱) روس، سترہ لاکھ (۲) جرمنی، سولہ لاکھ (۳) فرانس، تیرہ لاکھ (۴) اٹلی، چار لاکھ، ساٹھ ہزار (۵) آسٹریلیا، آٹھ لاکھ (۶) برطانیہ، سات لاکھ (۷) ترکی، دو لاکھ، پچاس ہزار (۸) بلجیم، ایک لاکھ، دو ہزار (۹) بلغاریہ، ایک لاکھ (۱۰) رومانیہ، ایک لاکھ (۱۱) سرویا یا ہنگری ایک لاکھ (۱۲) امریکہ، پچاس ہزار۔

اس طرح پہلی جنگ عظیم میں تہتر لاکھ تیس ہزار لوگ مارے گئے۔

دوسری جنگ عظیم: (۱) روس، دو کروڑ، دس لاکھ (۲) جرمنی، سولہ لاکھ (۳) پولینڈ

، نو لاکھ (۴) چین، تیس لاکھ (۵) جاپان، ستائس یا پچاس لاکھ (۶) آسٹریلیا، سات لاکھ (۷) رومانیہ، سات لاکھ (۸) برطانیہ کے نواح میں، ایک لاکھ، تراسی ہزار (۹) چیکوسلواکیہ، ساٹھ ہزار (۱۰) سلاویکیہ، تیس لاکھ، پچاس ہزار (۱۱) امریکہ دس لاکھ، ستر ہزار (۱۲) برطانیہ، چودہ لاکھ، تیس ہزار (۱۳) فرانس، دس لاکھ (۱۴) اٹلی، گیارہ لاکھ (۱۵) یوگوسلاویہ، سولہ لاکھ، پچاس ہزار۔

دوسری جنگ عظیم میں چالیس کروڑ چودہ لاکھ، تین ہزار یا چالیس کروڑ، سولہ لاکھ چھ ہزار لوگ مارے گئے۔

ان مقتولین اور مہلوکین کے اعداد و شمار کو دیکھ کر ان جگھوں کے سورماؤں کو انسانیت نوازی کے کس خانے میں رکھا جائے؟ انسانیت کو ہلاکت کے کوہ آتش فشاں پر کھڑا کرنے والے آئیں اور قرآن پاک کی پاکیزہ تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور غیرت و حمیت کا سبق پڑھیں۔ حقیقت دو، دو چار کی طرح واضح ہو جائے گی۔

عیسائیوں کی بدعہدی اور بداخلاقی کی ننگی تصویر: اسی کے ساتھ ہم غیر اسلامی، بدمذہب دورِ اقتدار کی جنگی کارستانیوں کا بھی جائزہ لینا چاہتے ہیں جن میں بدعہدی، اخلاق و کردار کی گراوٹ اور عیسائی عبادت خانوں کی مسماری عام بات تھی، عیسائیوں کی تاریخ اقتدار میں یہ بات نہایت عام تھی کہ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقے اور دیگر ٹولیاں ایک دوسرے کی خوں ریزی کرتی رہیں۔ ان میں کا ہر فرقہ دوسرے کو قتل و غارت گری کا اس طرح نشانہ بناتا جس طرح ایک دشمن قوم کو بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح شاہ رومانے جب یہود پر دسترس پائی تو یہودیوں کے سبھی عبادت خانوں کو زمین بوس کرا دیا حتی کہ یہ کھیل یروشلم میں بہت بڑے پیمانے

پر کھیلا گیا۔ یوں ہی ایرانیوں نے پرویز کے زمانے میں ایشیائے کوچک پر قبضہ کر کے وہاں کے گرجا گھروں کو مسمار کر دیا تھا۔ اسی طرح ٹھیک دس سال کے بعد عیسائیوں نے جب پھر غلبہ پایا تو پارسی عبادت گاہوں کے نام ونشان تک مٹا ڈالے اور انسانی آبادیوں کو بھیڑ بکریوں اور کھیت کی فصلوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

قرون وسطیٰ میں جب صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ مسلمانوں پر مسلط کیا گیا تو مسلمان دینی تعلیمات اور جہاد اسلامی کی رعایت میں اپنے عہد کی پابندی کرتے رہے اور صلیبیوں کا حال یہ تھا کہ مسلسل غداری کے ذریعہ خوں ریزی اور ہلاکت پھیلاتے رہے۔ مسلمان انسانی جانوں کی حفاظت وصیانت کما فریضہ انجام دیتے رہے اور صلیبی متواتر خوں ریزی کر کے مظلوموں کے گھٹنوں گھٹنوں خون میں جشن فتح ورقص مناتے رہے۔ مثال کے طور پر صلیبی بہادر اپنے دوسرے حملے میں جب معرۃ النعمان پہونچے اور وہاں کے مسلم باشندوں نے بحالت مجبوری ہتھیار ڈال دینے کا ارادہ کیا تو صلیبی قائدین سے معاہدۂ امن کیا کہ ہم لوگ اس شرط پر ہتھیار ڈالتے ہیں کہ معرہ والوں کی جان، مال اور عزت وآبرو پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ صلیبی رہنماؤں نے اسے منظور کیا اور مسیحی فوج آبادی میں داخل ہوئی تو کیا ہوا؟

خود اس فوج میں شامل انگریزوں کا بیان ہے کہ اہل معرہ کا بے تحاشا قتل عام شروع ہوا، مکانات جلائے گئے، مردوں میں جو لوگ صحت مند وجوان تھے انھیں تو مارا ہی بچے، بوڑھے، عورتیں سب پر ایک طرف سے ظلم وستم کی آگ برسائی گئی۔ اس طرح ایک لاکھ انسانوں کو قتل کر ڈالا گیا۔

اس آبادی کو قبرستان میں تبدیل کرنے کے بعد صلیبی سورما بیت المقدس پر حمہ آور

ہوئے اس وقت اہل قدس کو اپنی عسکری طاقت کا حال معلوم تھا اس لئے ان لوگوں نے مصالحت کی پیش کش کی۔ عیسائی سپہ سالار نے اہل قدس کے جان ومال کی حفاظت کا عہد کیا، اس معاہدے کی تکمیل کے بعد صلیبی فوج کو شہر میں داخلے کی اجازت مل گئی، صلح کے معاہدے کی علامت کے طور پر مسجد اقصیٰ پر ایک سفید علم لہرایا گیا، مگر صد افسوس انبیا ورسل کی یہ مقدس سرزمین اس کے باوجود صلیبی درندوں کے ہاتھوں ایک بار پھر انسانی لہو سے رنگین ہوگئی، شہر بیت المقدس اور حرم مسجد قدس مسلمانوں کا مذبح بنایا گیا، ستر ہزار انسان جن میں صلحا اور زہاد بھی تھے، کو مسجد اقصیٰ میں شہید کر ڈالا گیا اور گھٹنوں تک خون میں چل کر جشن فتح منایا گیا۔

انسانیت کی سچی ہمدردی اور پاکیزگی: عام انداز میں آج کی دنیا کو یہ باور کرانا آسان نہیں ہے کہ اسلامی جہاد سراپا رحمت وبرکت اور فلاح انسانیت کے پیش نظر ہے اور دوسری دنیاوی تمام جنگوں اور لڑائیوں سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مثلاً (۱) اسلامی جہاد (لازمی حرب) قوانین الٰہیہ کے نفاذ کی مستحکم اسکیم کا ایک جز ہے جو بلند ترین نصب العین ہے (۲) اسلامی جہاد کا نتیجہ عدل وانصاف کا فروغ، مساوات واخوت کی ترقی، ہمدردی، رواداری کی بنیادیں مضبوط کرنا اور صالح تہذیب وتمدن کی بنیاد ڈالنا۔ (۳) اسلامی جہاد کے تمام قوانین احترام انسانیت، شر وفساد کے خاتمہ، احتیاط، تقوی اور خدا ترسی کی بنیادوں پر خدائی ہدایات کے مطابق مقرر ہیں، خاص حالت جہاد میں بھی اسلام نے اہل اسلام پر اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں بلکہ خدائی اصولوں کے دائرے میں رہ کر قدم اٹھانے کا حکم دیا ہے۔

ساری دنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کا نظام بنانے والے رسول رحمت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے ''غزوات'' فرمائے اور صحابۂ کرام کو ساتھ لے کر جہاد اسلامی کے لیے قائدانہ

نکلے ان کی تعداد ستائس ہے، ان کے علاوہ جن مہمات میں حضور ﷺ نے کسی کو سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا ان کو ''سرایا'' کہتے ہیں، ان کی تعداد تقریباً ساٹھ ہے۔ یہ تمام غزوات وسرایا ۲ھ مطابق ۶۲۴ء سے ۹ھ مطابق ۶۳۱ء آٹھ سال کے اندر ہوئے، جن میں کل نوسو اٹھارہ آدمیوں کی جانیں گئیں۔ کفار ومشرکین کے چھ ہزار پانچ سو پینسٹھ آدمی جنگی قیدی بنائے گئے، ان میں سے چھ ہزار تین سو سینتالیس قیدیوں کو حضور رحمۃ للعٰلمین ﷺ نے آزاد فرمایا۔

یہ ہے جہاد اسلامی کے اولین دور کا خاکہ جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے آفتاب کی طرح روشن ہے، اسی بیت المقدس کو جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا تو ابھی مذبوحین کی خون کی سرخی مسجد اقصیٰ کی در و دیوار پر موجود تھی، مسجد اقصیٰ کے صحن میں علما وصلحا کی تڑپتی لاشوں کے مناظر تر وتازہ تھے، مگر قرآن پر ایمان رکھنے والے اس فرماں روا نے ایک لاکھ عیسائیوں کو ان کی پسندیدہ جگہ منتقل کر دیا اور بے سہارا اور کمزوروں کو امداد بھی مہیا کرائی۔

یہ ہے قرآن کا امن ونجات دہندہ قانون۔

پوری دنیا کو قرآن کی ضرورت ہے: بعض سیاسی لیڈران مسلم پرسنل لاء پر اپنی تنقید کو پسندیدہ موضوع رکھتے ہیں، حالانکہ براعظم ایشا ہو یا افریقہ، یورپ ہو یا آسٹریلیا، جنوبی امریکہ ہو یا شمالی، دنیا کا کوئی بھی گوشہ اور کوئی بھی خطہ، جہاں انسان بستے ہیں دکھ درد کی بات بھی ہوتی ہے۔ وہاں ہمدردوں اور دردمندوں کی بھی تلاش ہوتی ہے۔ علم ودانش کی اس دنیا میں جنگل کا قانون نہیں چل سکتا، انسان کا قانون چلتا ہے۔ مگر انسان کے احوال بدلتے رہتے ہیں، رجحانات بدلتے رہتے ہیں۔ کیفیات بدلتی رہتی ہیں، پھر قوموں میں وہ رنگارنگی کہ ایک رنگ دوسرے کو نہیں بھاتا۔ ایک کی ڈگر پر دوسرا نہیں چلتا، راہیں الگ الگ، رنگ الگ الگ، بنے تو

کیوں کر بنے؟ ایسا رنگ کہاں سے لائیں کہ سب کو بھاتا ہو؟ جو سب کی آنکھ کا تارہ ہو، جو سب کے دلوں کا سرور ہو؟ ایسی ڈگر کہاں سے لائیں جس پر ہاتھ ملائے سب ساتھ ساتھ نکل چلیں، صدیوں سے متواتر جنگ وجدال کے الاؤ میں جلتی بھنتی ہوئی انسانیت کا سچا نجات دہندہ کون ہے؟ یہ اس دور کا ایک چبھتا ہوا سوال ہے جو دنیا بھر کے اہل فکر ونظر کے سامنے سوالیہ نشان بن کر کھڑا ہے۔

تحقیق وتفتیش اور تلاش وجستجو اگر اخلاص مندی کے ساتھ عصبیت سے بے نیاز ہو کر کی جائے تو حقیقت تک رسائی ممکن ہے، ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا میں امن کا قیام صرف اور صرف نظام اسلامی کے نفاذ میں ہے اور وہ خدائی قانون کی حکمرانی سے ہی ہوسکتا ہے، سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے سے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر اور رسول آئے ان پر جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے وہ سب اصلاً خدا کی سچی کتابیں تھیں، آخری نبی اور خاتم المرسلین کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آخری خدا کی کتاب قرآن مجید کو ہمیشہ کے لیے کامل نظام حیات کا دستور بنا کر نازل فرمایا، جس کو تبیانا لکل شئی (ہر چیز کا بیان کرنے کے لیے) بنایا اور جس کی شان یہ ہے کہ:

''ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین'' (ہر تر وخشک کا بیان کتاب مبین میں موجود ہے)

قرآن کامل اور اکمل کتاب ہے، تبدیل وتحریف سے پاک ہے، خدائے قدیر نے اس کی حفاظت اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے، لہذا پوری دنیا کے لوگ اگر قرآن پاک کی پاکیزگی کا اقرار کر کے اس کے غیر متبدل اصول پر عمل کرلیں تو پورے عالم میں امن کا بول بالا قائم

ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے قرآن کی عظمت دلوں میں راسخ فرمائے اور اپنے حبیب کا دین غالب فرمائے ۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم، علیہ وعلیٰ اٰلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

شارح بخاری اور اصاغر پر شفقت

شفقت: یہ عربی لفظ ہے،مصدر ہے،مگر حاصل مصدر کے معنیٰ میں زیادہ مستعمل ہے، فارسی میں شفقت فا کے جزم کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں ،اس وقت یہی رائج ہے، یہ لفظ مہربانی ،رحمت ،خوف کے ساتھ مہربانی ،ترس آنا ،خیر خواہی واصلاح کا خواہش مند وحریص ہونا ، اردو میں لطف،مہربانی، ہمدردی ،رحم ،ترس ،نرمی، ملائمت ، پیار،محبت کے معنیٰ میں آتا ہے،اصل لغت میں خوف وترس کے معنی میں آتا ہے، چونکہ دوست اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کا دوست کسی مصیبت میں نہ پڑ جائے ،اور یہی مہربانی ہے،اس علاقے سے شفقت مذکورہ معنوں میں مستعمل ہے۔

علمی انحطاط کے اس دور میں جب کہ الفاظ کو اس کے غیر معنیٰ موضوع لہٗ میں استعمال کرنے کی وبا پھوٹ پڑی ہے ،علامہ ،قطب الاقطاب،شیخ المشائخ ،شیخ الاسلام ،حسان الہند ،خطیب الہند وغیرہ جیسے بھاری بھرکم الفاظ نہ جانے کتنے جاہلوں کے لیے استعمال ہورہے ہیں ،لفظ شفقت بھی اس وبا سے بچ نہیں سکا ،اب عام طور پر شفقت وشفیق کا لفظ سیدھے سادے خاموش رہنے والے ان پیران طریقت یا اساتذہ کے لیے استعمال ہو رہا ہے جو امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی ذمہ داری کو پس پشت ڈال کر صرف پیار ومحبت کے دو چار جملے بولتے ہوں ،حالانکہ کہ شفقت نام ہے خوف دلانا اور خوف کے ساتھ مہربانی کرنا ،خیر خواہی اور اصلاح کے خواہش مند ہونے کا ،گویا سچا شفیق وہ ہے جو امر بالمعروف بھی کرے اور نہی عن المنکر بھی ،سچا شفیق وہ ہے جس کو دنیا سے زیادہ آخرت کی آفتوں اور بلاؤں سے بچانے کی فکر ہو۔

میرے اور کائنات کے مشفق اعظم ،امت کے رحیم وکریم داتا ،رؤف الرحیم آقا، مصلح

اعظم، سید عالم ﷺ نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے انھیں آخرت کی ہلاکتوں سے خبر دار کرنا چاہا تو جبل بوقبیس پر کھڑے ہو گئے، قبائل قریش کو اکٹھا فرمایا اور آخرت کی ہلاکتوں اور آفتوں کو ان کے سامنے پیش فرمایا، مصطفیٰ جان رحمت ﷺ نے زندگی کے ہر لمحے میں آخرت کے سنوارنے اور بنانے ہی کی ترغیب دیا، خود ارشاد ربانی ہے:

''وان الدار الآخرة لهی الحیوان'' (ترجمہ) اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔

پتہ چلا کہ آخرت ہی اصل زندگی ہے، اس کا آرام ہی اصل آرام ہے، اور یہ بغیر اصلاح نفس کے حاصل نہیں ہوسکتا ہے، جن لوگوں نے صرف میٹھی باتوں کا نام شفقت جانا ہے وہ سنیں! رحمۃ للعلمین، سید اللعالمین ارشاد فرماتے ہیں:

''من رأی منکم منکراً فلیغیرہٗ بیدہٖ، وان لم یستطع فبلسانہٖ، وان لم یستطع فبقلبہٖ'' (ترجمہ) تم میں سے جو خلاف شرع کام دیکھے تو اس کو مار کر روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے۔

وہی آقا، رحمت والے داتا ارشاد فرماتے ہیں:

''مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین'' (ترجمہ) اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور نماز کے ترک پر ان کو مارو جب وہ دس سال ہوں۔

''من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان'' (ترجمہ) جس نے اللہ کے لیے محبت کیا، اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا، اللہ

کے لیے نہیں دیا، تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

ان احادیث کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اصلاح نفس کے لیے مارنا اور ڈانٹنا بھی شفقت کا ایک جزو ہے۔

میرے حضرت، مرشد کامل، فقیہ اعظم، زمانہ کے محدث اعظم، عصر حاضر کے سراج امت، شارح بخاری، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدیؔ دامت برکاتہم القدسیہ جو کہ مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہیں، سرکار اقدس ﷺ کی نیابت کا تاج زریں سر پر روشن و منور ہے، امت مسلمہ کی نگہبانی و نگرانی ان کی اہم ذمہ داری ہے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کا لازمی سرمایہ ہے، اس لیے سچے، مشفق، حقیقی مشفق، کی جلوہ گری عام و تام فرما کر حسب ضرورت جلال و جمال کا اظہار فرماتے رہتے ہیں، اگر صفت جلال کو الگ کر کے صرف جمال ہی تک زندگی محدود کر دی جائے تو دین کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں، معاشرے کی رگوں میں سستی، گمراہی، جہالت اور بگاڑ پھیل جائے، اللہ کے بندے ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں، اس لیے شریعت مطہرہ نے جلال وغضب کو بھی اصلاح کا اہم جز قرار دیا ہے، روے زمین پر ایسے مخلص، سچے، پکے انسان ڈھونڈنے سے کم ملتے ہیں، جو اللہ کے حقوق کی ادائیگی اور خالق کائنات کے احکام کی بجا آوری میں ملامت کے تیروں، طعن وتشنیع کے خنجروں، اپنے اور پرائے لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر دین میں مبتلا ہونے والے رخنے کو، قوانین اسلام کو عام و تام فرما کر مسدود کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ بلاشبہ اجر عظیم کے مستحق ہیں، یہی ہستیاں نہ ہوتیں تو قوم سے امن و امان اٹھ جاتا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا

کرتے رہو، ایسا نہ ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کوئی جابر بادشاہ مقرر فرمادے جو نہ تمہارے بڑوں کی تعظیم کرے اور نہ تمہارے چھوٹوں پر رحم کرے، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف بددعائیں کریں تو ان کی دعائیں قبول نہ ہوں، مدد کے لیے پکارو تو تمہیں مدد نہ ملے، تم مغفرت چاہو تو تمہیں مغفرت حاصل نہ ہو۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے رب کریم تیرا محبوب ترین بندہ کون ہے؟ فرمایا! وہ شخص جو میرے حکم کی طرف اس طرح سبقت کرے جس طرح گدھ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، اور جو میرے نیک بندوں سے اس طرح لپٹے جس طرح شیرخوار بچہ اپنی ماں کے پستانوں سے لپٹتا ہے، اور جو میرے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرنے والوں پر اس طرح غضبناک ہو جس طرح چیتا اپنے دشمن کو دیکھ کر غضبناک ہوجاتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو غصہ دلانے کے بعد غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے، غصہ اگر درجۂ تفریط پر ہو تو مذموم ہے، اس نعمت کو بھرپور طریقے پر جس نے پالیا وہی حسن اخلاق کا مجسمہ ہے، میرے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”اللھم انی اسئلك الصحة والعافية وحسن الخلق ۔(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے صحت، عافیت اور حسن اخلاق مانگتا ہوں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”کرم المرء دینهٗ وحسبهٗ حسن خلقهٗ ومروءتهٗ عقلهٗ“ (ترجمہ) آدمی کی شرافت اس کا دین ہے، اس کا حسب اس کا حسن اخلاق ہے، اس کی مروت اس کی عقل

ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت کچھ اعرابی آپ سے یہ دریافت کررہے تھے کہ بندے کو سب سے بہتر چیز کیا عطا ہوئی ہے، آپ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا ”خلق حسن“ (اچھے اخلاق)

مندرجہ بالا مضمون کی روشنی میں حضرت والا درجت کی ذات ستودہ صفات کو دیکھیں تو ان کی زندگی کے سارے لمحات حسن اخلاق، مروت، احساس ذمہ داری، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی سے تابندہ نظر آتے ہیں، حسن اخلاق کا عالم یہ ہے کہ بلرامپور کی زندگی میں میں ایک اجنبی کی حیثیت سے داخلہ کے لیے حاضر ہوا، تو پہلے ہوٹل سے منگوا کر کھانا کھلایا، مجھ جیسے نہ جانے کتنے اجنبی مہمان ومسافران کے خوان کرم سے شکم سیر ہوئے، میری حیثیت ہی کیا، میں ان کے شاگردوں کی شاگردی کا بھی اہل نہیں، مگر شفقت ومحبت کا حال یہ ہے کہ اپنے ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیز سعید زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! عوافی۔۔۔۔۔بمزاج

مجھے امید تھی کہ آپ آئیں گے،

مگر بسا آرزو کہ خاک شدہ   کس نیاید بخانۂ درویش

آپ دونوں امیدواروں کو ۱۱؍شوال بروز دوشنبہ تک صبح کے وقت ضرور بھیج دیں تاکہ جلد ٹسٹ ہوجائے، رہ گیا کمرے میں رکھنے کا معاملہ تو آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہوگا، مگر یہ رعایت صرف جیلانی سلمہٗ کو ہوگی، جملہ احباب سے سلام ودعا کہہ دیں۔

محمد شریف الحق امجدی

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

سلسلۂ عالیہ، قادریہ، رضویہ، برکاتیہ کے فیوض و برکات کے طلب پر تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی بیدہ ملکوت کل شئی، تعاظم، الذی حمدہ احب الیہ من کل شئی والصلوٰۃ والسلام علیہ وعلیٰ کل من تمسک۔

علیٰ برکۃ اللہ تعالیٰ، ثم علیٰ برکۃ رسولہ ﷺ، میں آپ کو تمام معمولات سلسلۂ امجدیہ، رضویہ، برکاتیہ، قادریہ کی اجازت دیتا ہوں، جن میں اکثر مجموعۂ اعمال رضا اور شمع شبستان رضا میں مطبوع ہیں، اللہ عزوجل آپ کو معمولات کے ورد اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ کے ذریعہ اپنی مخلوق کو نفع پہونچائے، آمین۔

نیز اس سلسلۂ عالیہ رضویہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت بھی دیتا ہوں کہ اگر کوئی بندۂ خدا آپ سے بیعت کا خواہش مند ہو تو اسے داخل سلسلہ کرلیں، مگر یاد رکھیں اسے دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ خلق خدا کو راہ پر لگانے کا ذریعہ جانیں، مخلوق سے کوئی طمع، کوئی امید نہ رکھیں، ہمارے سلسلے کی بنیاد ان تین چیزوں پر ہے، طمع مت کر، منع مت کر، جمع مت کر، ارادت مند بخوشی کچھ دیں اگر چہ شی حقیر ہو قبول کریں، مگر زراندازی نہ کریں، اسے صرف کردیں پھر دروازہ بند نہ ہوگا۔

محمد شریف الحق امجدی

۹؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

مطابق ۲۱؍فروری ۱۹۹۴ء

پہلے سفر حج پر تشریف لے جاتے ہوئے بنارس ریلوے اسٹیشن پر النور والبہا شریف کی اجازت مرحمت فرماکر سند تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی تسلست انعامہ وتواترت أفضالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا وسندنا محمد الذی تکاثرت اٰیاتہ وتظافرت براھینہ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہ الذین تخلقوا باخلاقہٖ وتحلوا بحلیتہٖ وعلیٰ تابعیھم من الأئمۃ المجتھدین واولیائہ المھتدیین وعلیٰ من تبعھم بالاخلاص الی یوم الدین۔

امابعد! فقد سألنی اخی فی الدین مولانا المولوی محمد کوثر نعیمی سلمہ اجازۃ اسانید القرآن والاحادیث وسلاسل الاولیاء التی مذکورۃ فی النور والبھاء وبالسلسلۃ العالیۃ القادریۃ البرکاتیۃ الرضویۃ ظنا منہٗ انی اھل لذالک وانی لست ھنالک ولکن کبرنی موت الکبراء فاجزتہ علیٰ برکۃ اللہ تعالیٰ ثم علیٰ برکۃ رسولہ العلی الاعلیٰ ﷺ لسلسۃ الرضویۃ وبما ھو مذکور فی النور والبھاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء کما اجازنی شیخی وسندی ومستندی، حبر الامۃ، فقیہ النفس، المفتی الاعظم، مولینا الشاہ اٰل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین الجیلانی المعروف بمصطفیٰ رضا قادری النوری رضی اللہ عنہ بالرضاء السرمدی

والدعو لهذا الاخ الصالح السعيد الرشيد ان يفاض عليه من بركات هذه السلاسل ويهدي به الى سبيله عباده الراغبين الراشدين المسترشدين وارجو منه ان لا ينساني بدعواته الصالحة دمتم بخير وصلاح ۔

محمد شریف الحق الامجدی

۱۰؍شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳؍فروری ۱۹۹۳ء

اس طرح کے غایت کرم اور ذرہ نوازی کے بہت سے والا نامے محفوظ ہیں، یہ محبت ہی ہے، مگر زمانۂ طالب علمی میں جب میں نے وضو کے لیے پانی لانا چاہا اور بچے ہوئے پانی کو پھینک دیا تو شدت غضب کے ساتھ مواخذہ فرمایا، قیامت کے دن پانی کے سوال پر تنبیہ فرمائی۔

ایسے ہی جامعہ انوار القرآن بلرامپور سے جب دل اچاٹ ہوا تو میں نے ندائے حق جلال پور، میں تشریف لانے کی گذارش کی تو غایت کرم سے نوازتے ہوئے منظور فرمالیا، برادرم مولانا حافظ عبدالحق صاحب اور مولانا انصار الرضا صاحب کو پہلے بھیج دیا، جب ان لوگوں نے بھی اطمینان کا اظہار کر دیا تو ۳؍جون ۱۹۹۵ء کو حضرت جلالپور رونق افروز ہوئے، لیکن یہی کرم اس وقت غضب سے بدل گیا جب کچھ دعوتوں میں حضرت کے ساتھ دیوبندی مولوی کو بھی مدعو کیا گیا، اپنے تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کی بنا پر حضرت داعی کے گھر نہیں گئے، داعی نے اپنی جہالت سے برا اثر لیا، ایک حافظ صاحب عقیدۃً سنی تھے، مگر وہ دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے، یہ حافظ صاحب مدرسہ کے خاص رکن بھی تھے، ان کی بہن کا انتقال ہوا، اس کا ظن غالب تھا کہ نماز جنازہ خود حافظ صاحب پڑھائیں گے، اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، ایک بار مدرسہ کے صدر بہت سے دیوبندیوں کو لے کر ملاقات کرانے آئے، حضرت

نے یہ سمجھا کہ یہ سب سنی ہیں، ان کی شاندار مہمانی کی، بعد میں جب معلوم ہوا کہ یہ وہابی تھے، تو سخت جلال آیا، اسی وقت فرمایا کہ یہ میرے رہنے کے لائق جگہ نہیں، مجھے بلا کر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا، پھر جب الجامعۃ الاشرفیہ سے حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب عزیزی صدر شعبۂ افتا کی مسند کے لیے دعوت نامہ لے کر تشریف لائے تو حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا ”حضور حافظ ملت، کی روحانیت نے تصرف فرمایا اور یہاں کے مذہب اور وہابیہ کے مخلوط ماحول سے بچنے کا موقع فراہم فرما دیا، تم میرے جانے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں بنو گے، میں نے وعدہ کر لیا، آخرش حضرت اشرفیہ تشریف لے گئے، یہ ہے حقیقی شفقت کہ منکرات شرعیہ دیکھنے کے بعد: ”من رأى منكم منكرًا فليغيره“ کی تفسیر نظر آئے۔

حضرت کے شفقت کی زندہ وجاوید مثال برادر گرامی مولانا الحاج عبدالحق خان صاحب رضوی کا مجسمہ موجود ہے، میرے حضرت نے جسے اپنا جانا اس کی زندگی کے ہر گوشے کو ستھرا اور ترقی یافتہ دیکھنا ہی نہیں بلکہ اس کے لیے ہر ممکن تدبیر فرمانا اپنی ذمہ داری تصور فرمایا، رب کریم ان کے فیوض وبرکات مزید عام وتام فرمائے، ان کی خدمت دین کے صدقے دونوں جہان میں رافع واعلیٰ مقام عطا فرمائے ہم لوگوں کے لیے باعث شرف ونجات بنائے، آمین ثم آمین، بجاہ حبیبہ الکریم، علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ وازکی التسلیم، والحمد للہ رب العلمین۔

حضرت اشرف المشائخ اور مدارس دینیہ کا قیام

حضرت معلم کتاب وحکمت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اطلبوا العلم ولو بالصین ''علم حاصل کرو، اگرچہ اس کے لیے چین کی مسافت طے کرنی پڑے دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''اطلبوا العلم من المھد الی اللحد ''علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر میں جانے تک۔

ان دونوں احادیث مبارکہ کا حاصل یہی ہے کہ علم کے حصول میں طول مسافت، راستے کی دشواریاں، مصروفیات زندگی رکاوٹ نہیں بنی چاہئیں۔ حضرت پیغمبر اسلام کا ایک عام خطاب نایاب ہے:

''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ اس حدیث پاک کا سبق واضح ہے کہ حصول علم کی ذمے داری میں طبقہ نسواں بھی برابر کا شریک ہے، جس امانت کا بار گراں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری امت مسلمہ کے کندھے پر رکھتے ہوئے فرمایا:

''بلغوا عنی ولو آیۃ ولیبلغ الشاھد الغائب ''میری جانب سے پیغام اسلام دوسروں تک پہونچاؤ، اگرچہ ایک آیت ہی صحیح اور تم میں کا حاضر اس کو پہونچائے جو یہاں حاضر نہیں ہے۔ اس آفاقی پیغام کا حاصل یہ ہے کہ علم کی وراثت آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا ہم سب کی غلامانہ ذمے داری ہے۔

اس ذمہ داری کا احساس ایک بیدار مغز، حساس ذہن وفکر والے، دین کو اپنے دادا

اور نانا کی میراث سمجھنے والے، الحاد و بے دینی سے نفرت کرنے والا دل و دماغ رکھنے والے، علم دین کو ہر شہر و ہر قریہ میں پھیلانے کا جذبہ رکھنے والے، سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ سے اضافت تشریفی رکھنے والے، اولاد نور العین میں جیالے، اشرف المشائخ، پیر طریقت حضرت سید شاہ انوار اشرف عرف مثنّٰی میاں نور اللہ مرقدہ نے فرمایا اور پورے ہندوستان میں ایک آفاقی پیغام مدارس اسلامیہ کی صورت میں منصۂ شہود پر آ گیا۔ آؤ پہلے اس برگزیدہ شخصیت کے نام ونسب اور مولد و مسکن کو ملاحظہ فرمائیں۔

اسم گرامی: سید انوار اشرف عرف مثنی میاں

نسب شریف: حسنی حسینی نجیب الطرفین سید

تعلیم: ایم، اے، ڈی، بی، ایل، ایل، ڈی، آئی، ایم، آر، ٹی، عالم، فاضل، الہ آباد بورڈ۔

مقام ومنصب، سجادہ نشیں درگاہ سید سلطان مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کچھوچھہ شریف:

اس سلسلے میں اسی خانوادہ کے ایک معروف شہزادے حضرت علامہ سید شاہ محمد عارف اشرف اشرفی مدظلہ العالی اپنی کتاب ''گلزار اشرف'' کے صفحہ ۲۵ / پر رقم طراز ہیں (مفہوم عبارت) اسی نسل (یعنی حضرت سید شاہ حسین اشرف) سے ایک عالم باعمل بزرگ سید شاہ نعمت اشرف رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشیں آستانہ مقدسہ ہوئے ہیں جن کے اوصاف حمیدہ اور اعلیٰ کردار سے دنیا روشناس ہے، ان کے تین اولاد متولد ہوئیں:

(۱) سید شاہ یحیٰی اشرف علیہ الرحمہ

(۲) سید شاہ زکریا اشرف علیہ الرحمہ

(۳) سید شاہ مقصود اللہ اشرف علیہ الرحمہ

حضرت سید شاہ نعمت اشرف اشرفی علیہ الرحمہ نے ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ محرم کی سجادگی تینوں صاحب زادوں میں تقسیم فرمادی۔

حضرت اشرف مشائخ ۲۵ رمحرم الحرام کی سجادگی وقار وتمکنت سے اپنے آخری وقت تک ادا فرماتے رہے۔

جس کو امسال (سنہ ۱۴۲۵ھ) ان کے خلیفہ اور صاحب زادے حضرت معین الملت مولانا سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی مدظلہ العالی جو نہایت منکسر المزاج، باپ کے سچے جانشیں، مدبر، ہوش مند، لائق فائق صاحبزادۂ والا تبار ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی جگہ رسم سجادگی کو انجام دیا اور بحسن وخوبی انجام دیا۔

علما و متعلقین کے ساتھ ان کی شایان شان ہر شخص سے اس کی قدر ومنزلت کے مطابق خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے۔ رب قدیر انہیں اپنے والد کی سچی جانشینی کی قوت بخشے اور اس میں دوام بخشے۔ امن وامان کے ساتھ روحانی توانائی عطا فرمائے۔ آسیب روزگار، حاسدوں کے حسد، دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ وماموں رکھے۔

آمین آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

کچھوچھہ مقدسہ: ضلع فیض آباد میں ایک ایسا پرفیض مقام ہے جو صدیوں سے مرجع انام ہے، روزانہ یہاں عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے اور حاجت مند اپنے اپنے مقصد کے لیے

یہاں حاضر ہوتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ بامراد واپس جاتے ہیں۔ یہاں سلطان العرفا، مرجع الاولیا، غوث العالم، محبوب یزدانی، تارک السلطنت، مخدوم سلطان اوحدالدین میر سید اشرف جہانگیر، سمنانی، علیہ الرحمۃ والرضوان کا مزار مبارک ہے، قدیم زمانے سے خلق اللہ اس آستانے کی حاضری کے لیے اقطار بعیدہ سے سفر کر کے حاضر ہوتی اور فیض پاتی رہی ہے۔ سلاطین اسلام اپنے اپنے عہد میں اس آستانۂ عالیہ کی حاضری سے سعادت اندوز ہوتے رہے ہیں اور سحر، آسیب زدہ اور جنہیں جنات کا خلش ہوا اور دوسرے اقسام کے مریض اس آستانے پر حاضر ہوتے ہیں اور صحت پاتے ہیں۔

مزار مبارک کے گرد ایک تالاب ہے جس نے مزار شریف کا احاطہ کیا ہے، اس کو ''نیر شریف'' کہتے ہیں۔ اس تالاب کو حضرت مخدوم العالم کے زمانے میں صوفیان باصفا نے اس طرح تیار کیا ہے کہ پھاوڑہ کی ہر ضرب نفی واثبات کی ضربوں سے ہوتی تھی۔ اس کا پانی نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے، مریض اس کو پیتے ہیں، اس سے غسل کرتے ہیں، دوسرے مقامات کے لیے تبرک کے لیے لے جاتے ہیں۔ بکثرت مریضوں کو اس سے شفا ہوتی ہے۔

سحر وجنات کے لیے تو یہ آستانہ عدالت عالیہ ہے، روزانہ عدالت ہوتی ہے اور صدہا آسیب زدہ آستانے کے سامنے صفیں باندھے موجود ہوتے ہیں۔ ان کے آسیب، جنات حاضر ہوجاتے ہیں اور توبہ کر کے آسیب زدہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو اجنہ شریر ہوتے ہیں وہ سزایاب ہوتے ہیں۔ عجیب وغریب وقائع رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس آستانے کا چراغ آسیب وسحر کے لیے تمام ممالک میں جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حضرت مخدوم

العالم قدس سرہٗ کا تذکرہ کیا ہے۔اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کچھوچھہ شریف نہایت بافیض مقام ہے اور مزار مبارک حوض کے درمیان واقع ہے اور سید محترم قدس سرہٗ کا نام مبارک اس دریا میں دفن جن کے لیے نہایت موثر ہے۔حضرت کا لقب محبوب یزدانی ہے، سلسلۂ اولیا میں آپ تیسرے محبوب ہیں ۔پہلے حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ والرضون ،دوسرے سلطان المشائخ ،نظام الملۃ والدین حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ والرضوان اور تیسرے حضرت مخدوم العالم ،سید اوحدالدین ،سید اشرف جہانگیر سمنانی محبوب یزدانی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

آپ سے سلسلۂ قادریہ ونظامیہ بکثرت جاری ہوا، کثیر اولیا اور افاضل علما ومشائخ کبار آپ سے نسبت حلقہ بگوشی رکھتے ہیں ۔آپ کے بعد آپ کے جانشین آپ کے خواہر زادے سرتاج اولیائے روزگار، فخر عرفائے کبار، آل رسول مکرم، اولاد غوث اعظم، حضرت سیدی مولانا سید شاہ عبدالرزاق نورالعین قدس سرہٗ ہوئے اور سلسلۂ اشرفیہ آپ سے بکثرت شائع ہوا، خلق کثیر آپ کی نسبت شریفہ سے فیض یاب ہوئی، آپ کے بعد آپ کی اولاد امجاد میں مشائخ وعرفا ہوتے رہے اور سجادہ نشینی سلسلہ بسلسلہ جاری رہی۔

حضرت مخدوم سمنانی کچھوچھۂ مقدسہ اشرف المشائخ کی تحریر کے آئینے میں:

تارک السلطنت ،غوث العالم، محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ العزیز کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، جن کا روضہ اتر پردیش کے ضلع فیض آباد کے مشرقی کنارے درگاہ کچھوچھہ شریف میں واقع ہے، جنہیں مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔حضرت مخدوم اشرف کی شخصیت کا اس طرح بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت غوث پاک سیدنا

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے ولایت کے خلیفہ اور حضرت مخدوم پاک رحمہ اللہ علیہ ان کی مملکت کے وزیر ہیں ۔آپ کی علمی شخصیت، آپ کی تصنیفات، بادشاہوں کے فرامین، سیر وسیاحت کے درمیان علمی مناظرے اور بہت سی کرامات کے ذریعہ اظہر من الشّمس ہے۔حضرت مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ تقریباً بائیس کتابوں کے مصنف ہیں ،فصول الحکم، کی شرح بھی لکھی ہے۔

حضرت مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ہندوستان نہیں بلکہ ساری دنیا کی گمراہی وتاریکی میں لپٹی ہوئی بساط حیات کو روشن اور تابناک بنادیا، اور اسلام کی دولت سے مالا مال کردیا۔انہوں نے اپنے اعلیٰ کردار سے ایسا نمونہ پیش کیا جو سید الکونین ،فخر دارین ،جگر گوشۂ آمنہ، نور مجسم ﷺ کے سنت واتباع کا مدرسہ بن گیا۔حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ بلا تفریق مذہب وملت ہر ایک کے دکھ درد کا مداوا کرتے ۔یہی وجہ ہے کہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی آستانہ مقدسہ پر دکھ درد سے پریشان حال، سحر، آسیب کے ستائے ہوئے لوگ آتے ہیں، آستانۂ مقدسہ سے فیض یاب ہوتے ہیں جن کی تعداد روز افزوں ہے۔

(''گلزار اشرف'' از حضرت علامہ سید عارف اشرف اشرفی)

اشرف المشائخ اور اشاعت علوم کا جذبہ: علامہ محمود علی خاں اس تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

جب تنگ نظروں ،فسطائی طاقتوں نے ہندوستان میں مدارس اسلامیہ پر اپنی ناپاک نگاہیں وگندے عزائم کو ظاہر کرنا شروع کیا اور مدارس اسلامیہ کو بند کرنے کے درپے ہونے لگے تو ہم آپ کی زبان مبارک سے یہی الفاظ سنا کرتے تھے کہ ہر بلڈنگ اور ہر چال میں ایک مکتب

اور ہر محلے میں ایک بڑا دارالعلوم قائم ہوتا تاکہ ہم اپنے نونہالان کو اسلام کی روشنی سے زیادہ سے زیادہ روشناس کرا سکیں۔آپ اسی عمل پیہم کے ساتھ جہاں جگہ دستیاب ہوئی دارالعلوم کا قیام فرماتے چلے گئے۔

آپ کے جتنے بھی ادارے ہیں تمام کے تمام بزرگان دین کے نام سے منسوب ہیں مثلاً(۱)دارالعلوم اشرفیہ غریب نواز،ممبرا تھانہ(۲)جامعہ قادریہ اشرفیہ ممبئی(۳)مدرسہ کنیزان فاطمۃ الزہرا،امرت نگر ممبرا تھانہ(۴)دارالعلوم قادریہ اشرفیہ غریب نواز،دمن گجرات (۵)جامعہ اشرفیہ اہل سنت مظہر العلوم دھانے پور، گونڈہ یوپی(۶)مدرسہ اشرفیہ قادریہ، بسکھاری ضلع امبیڈکر نگر یوپی (۷)دارالعلوم مخدوم سمنانی، گورکھپور(۸)مدرسہ معینیہ اشرفیہ، کوسہ، ممبرا تھانہ(۹)حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی اکیڈمی۔

اس کے علاوہ ملک کے اکثر مدارس ومکاتب کی آپ سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔آج سستی شہرت حاصل کرنے والوں نے بزرگی کا معیار تسبیح کے دانوں اور جبہ وکلاہ تک محدود کر رکھا ہے، حالانکہ خالصاً لوجہ اللہ نفلی عبادت کرنے والے عابد شب زندہ داروں اور دن میں روزہ داروں کی عبادات علم پڑھنے پڑھانے والوں کی ایک ساعت کی برابری نہیں کرسکتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا اسے سرخرو کرے جس نے ہم سے کوئی بات سنی، یاد رکھی اور دوسروں کو پہونچادی، کتنے ہی حامل علم ہیں جو عالم نہیں ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! جو حاضر ہیں، غیر حاضروں کو یہ سب پہونچادیں، کیا عجب جنہیں

پہونچاؤ گے وہ زیادہ سمجھنے والے ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی رحمت ہو اس پر جو ایک دو فرض سیکھتا ہے، عمل کرتا ہے اور ایسے لوگوں کو سکھا دیتا ہے جو اس پر عمل کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو یہ سب سے بہتر فائدہ پہونچا سکتا ہے کہ وہ جو اچھی بات سنے اسے بھی سنا دے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میری سنت میں اس سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں کہ علم کی اشاعت کروں۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت بخش دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی علم حاصل کرتا ہے اور اس کا چرچا نہیں کرتا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خزانے کا مالک ہے مگر خرچ نہیں کرتا۔

حدیث شریف کے الفاظ ہیں: تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیاءھا. تھوڑی دیر علم پڑھنا پڑھانا پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اب ان احادیث کو سامنے رکھ کر اشرف المشائخ کے مدارس کھولنے کا ثواب سامنے

رکھیں۔سیکڑوں علما، ہزاروں طلبا کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب انہیں کتنا وافر مل رہا ہے۔میرے سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **الدال علیٰ الخیر کفاعلہ۔** بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔

اس سے اشارہ ملا کہ سیکڑوں علما و ہزاروں طلبہ کے اعمال خیر کا ثواب اس کے اسباب اکٹھا کرنے والے، انتظام وانصرام کرنے والے، ہر طرح مدارس ومساجد کی بقا کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو اکٹھا ملے گا۔**ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔** یہ اللہ کریم کا فضل ہے عطا فرماتا ہے جسے چاہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اشرف المشائخ اور حسن اخلاق: علمی خدمات وملی ودینی مجاہدات کے ساتھ ساتھ ذاتی وجاہت واخلاق حسنہ بھی ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم شریف میں اخلاق حسنہ کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے:

جاننا چاہیے کہ حسن اخلاق سید المرسلین سرکار دوعالم ﷺ کی صفت ہے اور صدیقین کا افضل ترین عمل ہے۔یہ حقیقت میں نصف دین ہے۔متقین کے مجاہدے اور عابدین کی ریاضت کا ثمرہ ہے۔برے اخلاق سم قاتل ہیں۔ان کے دامن میں ذلت، خواری اور رسوائی ہے، یہ اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں اور شیطان سے قریب کرتے ہیں، یہ اس آگ کے دروازے ہیں۔

اخلاق حسنہ جنت کے کھلے دریچے اور قرب الٰہی کے وسائل ہیں۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوش خلقی یہ ہے کہ خندہ رو رہے، مال خرچ کرے اور لوگوں کی اذیت برداشت کرے۔واسطی فرماتے ہیں کہ خوش خلقی یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے جھگڑے اور نہ کوئی دوسرا اس سے جھگڑا کرے۔شاہ کرمانی کے نزدیک خوش خلقی ایذا رسانی سے باز رہنے اور دوسروں کی ایذا پر صبر کا نام ہے۔ایک بزرگ کے بقول خوش خلقی یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے قریب بھی ہو، اور ان میں اجنبی بھی ہو۔واسطی نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ تنگی اور کشادگی میں مخلوق کو راضی رکھنے کا نام خوش اخلاقی ہے۔ابوعثمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہنا خوش خلقی ہے، سہل تستری سے خوش خلقی کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی تحمل سے کام لے، کسی سے اپنے لیے انتقام نہ لے، ظالم پر رحم اور شفقت کرے، اس کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرے۔ایک مرتبہ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ رزق کے سلسلے میں خدائے تعالیٰ سے بدگمانی نہ ہو، اس پر اعتماد کرے، اس کا وعدہ پورا نہ ہونے پر خاموش رہے، اس کے حکم اور اس کے مخلوق کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حسن خلق تین خصلتوں سے عبارت ہے، محرمات سے اجتناب، حلال کی طلب اور اہل وعیال پر توسع۔حسن بن منصور کے بقول خوش خلقی یہ ہے کہ قبول حق کے بعد مخلوق کا ظلم اس سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو۔ابوسعید الحراز کہتے ہیں کہ خوش خلقی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا تیرا کوئی مقصد نہ ہو۔

ان خصائل حمیدہ کے مجموعہ کا نام اشرف المشائخ ہے۔

پہلی ملاقات۔ایک تاثر: جب آپ پہلی مرتبہ حرمین طیبین کی زیارت کو تشریف

لے جارہے تھے۔اشرف العلما،حضرت علامہ الحاج سید حامد میاں اشرفی نوراللہ مرقدہٗ کی خانقاہ،مسجد اور آخری آرام گاہ کی عمارت کی بنیاد آپ ہی کے دست مبارک سے رکھی گئی تھی،اس موقع پر میں بھی حاضر تھا۔پہلی ملاقات تھی۔ان سے پہلا جملہ جو میرے کانوں نے سنا تھا:

''اللھم ارزقنا زیارۃ حرمك وحرم حبیبك ﷺ'' اتنے الحاج سے یہ جملہ نکلا تھا،کہ آج تک میں نے اس کو اپنی دعاؤں میں شامل کررکھا ہے۔اتنا سعید وقت تھا،ایسا مقبول ومحبوب وقت تھا کہ یہ دعا باب اجابت سے ٹکرائی کہ اس کے بعد بار بار حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آخری آرام گاہ کے لیے سرکار اقدس ﷺ کے پائتیں جگہ نصیب ہوئی۔

پہلی ملاقات کے بعد پھر ملاقاتوں کا دروازہ کھلا،مگر مجھ سے بار بار یہی فرماتے کہ مولانا! آپ سے طبیعت اس لیے خوش ہے کہ آپ اچھا مدرسہ چلاتے ہیں۔بسکھاری میں مدرسہ کھلا تو اس کی منتظمہ میں مجھے رکھنے کا حکم دیا،مگر میری مصروفیات ومجبوریاں تھیں کہ میں اس میں شامل نہ ہوسکا۔جب تک ملاقات رہتی اکثر اوقات مدارس ہی کا ذکر فرماتے۔اپنا مدرسہ قائم کرنے،عمارت بنانے اور دوسری جگہوں پر مدارس ومکاتب قائم کرنے کے واقعات سناتے۔

مدرسہ قادریہ کی عمارت ممبئی جیسے عظیم شہر میں بلانقشہ،بغیر پرمیشن کے بنوانا،ایسے ہی عظیم شخصیت کا کام ہوسکتا ہے۔ایک مہینہ کے اندر لاکھوں لاکھ روپے کی لاگت سے چند اشخاص سے کلی رقم دلوا کر ایک ماہ سے کم مدت میں بنوانا ایک کرامت ہی ہے۔اس کی پوری تفصیلی مجھ سے خود بیان فرمایا۔

شفقت وذرہ نوازی: اس دور میں دیکھا جاتا ہے کہ جس کو دینی یا دنیاوی بڑائی حاصل

ہے وہ انہیں لوگوں سے ملنا جلنا پسند کرتے ہیں جو یا تو خود بڑے ہیں یا ان سے کچھ ذاتی فائدہ ہے۔مگر حضرت کا انداز اس سے بالکل جداگانہ تھا۔اپنے آقا کی سنت پر چلتے ہوئے،ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی کے ساتھ محبت وشفقت سے ملتے،بلکہ سیاسی بڑائی والے یا زیادہ مال والے غیر دین دار سے اپنے وقار اور تمکنت کا خیال رکھ کر ہی ملتے۔

مجھ کم علم بے مایہ انسان کو ایسا نوازتے کہ میں شرمندہ ہوجاتا۔کئی بار دستار بندی فرمائی۔کئی بار مزار اقدس کی چادر عطا کی۔ممبئی آنے کے لیے بار بار فرماتے۔

رجب المرجب ۱۴۲۳ھ میں اجمیر شریف سے واپسی پر ممبئی گیا،طبیعت خراب ہوئی،بغیر ملے واپس آگیا تو محرام الحرام ۱۴۲۴ھ میں جو آپ کی خرقہ پوشی کا آخری سال ثابت ہوا۔عرس مبارک کے موقع پر تمامی مصروفیات کے باوجود ممبئی میں نہ ملنے کی شکایت فرمائی۔

ہماری جامع مسجد قادریہ جو زیر تعمیر (پہلی منزل مکمل ہوچکی) ہے اس کے لیے ممبئی حاضری کا حکم دیا مگر تقدیر کے آگے تدبیر فیل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، قادری، محدث بریلوی سے محبت: حضرت پیر طریقت،سید شاہ اسرار اشرف علیہ الرحمہ والرضوان والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ محمد عارف اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کا فاتحۂ چہلم تھا۔اشرف المشائخ کے خانوادہ کے اہم شخص تھے۔ممبئی سے خاص کر اسی پروگرام میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔خادم بھی حاضر ہوا۔صحن آستانہ عالیہ پر جلسہ ہو رہا تھا۔

ایک صاحب نے اپنی تقریر میں اپنی کم علمی سے یہ کہہ دیا کہ سرکار اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں قرآن اور اہل بیت،انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو،اس

کے بعد انہوں نے یہ بھی ڈینگ ماری کہ اے رضویو! کیا تم قبر میں احمد رضا کو لے کر جاؤ گے ؟ دوسری جہالت یہ کہ غیر سید پیر نہیں ہوسکتا۔

ان کی تقریر کے بعد میری باری تھی ، مجھ سے جتنا ہوسکا ان کی کم علمی کو ظاہر کیا۔تقریر کے بعد صاحبزادۂ عالی، عالی جاہ، معین الملۃ ، حضرت مولانا سید شاہ معین الدین اشرفی اشرفی الجیلانی نے انتہائی اخلاص سے کہا تھا کہ آج آپ نے لاج رکھ لی ، ورنہ کل ممبئی میں یہی ہوتا کہ اشرف المشائخ کے سامنے اعلیٰ حضرت کی شان میں ایسا ویسا کہا گیا۔

سفر آخرت کی سعید منزل: میں نے ان کا پہلا دعائیہ جملہ یہی تو سنا تھا:

"اللھم ارزقنا زیارۃ حرمك وحرم حبیبك ﷺ" ایسی مقبول دعا تھی کہ میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں:

"من شاء ان یموت فی المدینۃ فلیمت فی المدینۃ" جو مدینے میں مرنا چاہے چاہیے کہ وہ مدینے میں مرے۔

کیا مرنا جینا اپنے بس میں ہے؟ ہرگز نہیں جب مرنا جینا اپنے بس میں نہیں تو ، ارشاد گرامی کا کیا مطلب ؟ صاف ظاہر اپنی چاہت بنائے رکھے ، دل لگائے رکھے ۔اسباب پیدا ہوں گے اور توفیق ملے گی ، دل کی چاہت رنگ لائی اور وہ نصیب ہوا جو نصیب والے ہی پاتے ہیں کہ آپ دیار رسول مقبول میں مدفون ہیں۔

آخری مدفن جنت البقیع شریف: مدینہ طیبہ میں روضۂ اطہر و مسجد نبوی شریف کے بعد سب سے اہم مقام ہے ۔حرم نبوی سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔اس میں اکثر ازواج مطہرات ، بنات طاہرات ، اہل بیت نبوت ،جلیل القدر صحابۂ کرام ،تابعین ، تبع تابعین بے شمار

ائمۂ عظام، اولیاے کرام آرام فرما ہیں۔

اہل بقیع میں سب سے افضل حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مرقد ہے۔ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر باقی تمام ازواج مطہرات اسی جنت البقیع میں مدفون ہیں۔حضور ﷺ کی دائی حلیمہ سعدیہ اور حضور ﷺ کے صاحبزادے سید نا ابراہیم اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضور کی دیگر صاحبزادیاں ،حضرت سیدنا عباس، حضرت سیدنا امام حسن ،سید نا علی بن حسین (امام زین العابدین) امام محمد باقر ،حضور ﷺ کے رضائی بھائی حضرت عثمان بن مظعون ،حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ، حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد، عبدالرحمٰن بن عوف، فاتح عراق سعد بن وقاص، عقیل بن ابی طالب ،عبداللہ بن مسعود اور صاحب مذہب مالکی امام مالک اسی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

نبی کریم ﷺ ہر جمعہ کو صبح کی نماز کے بعد وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے لیے دعاے مغفرت فرمایا کرتے تھے۔ایک روایت ہے کہ یہاں سے قیامت کے دن ستر ہزار آدمی اٹھیں گے جن کے چہرے چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

"اللھم ارزقنا دفناً بالبقیع ،اشھد ان لا الہ الا انت وحدك لا شریك لك وان محمداً عبدك ورسولك،اللھم انی مقرٌ بجنایتی ومعصیتی فاغفرلی وامنن علیّ بالذی مننت علیٰ اولیائك فانك المنان الغفور الرحیم ،ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وّ فی الاٰخرۃ حسنۃً وّقنا عذاب

النار،اللھم اغفرلاھل البقیع الغرقد اللھم اغفرلنا ولوالدینا ولاساتذتناولاخواننا ولاخوتنا ولاولادنا ولاحفادنا ولاصحابنا ولاحبابناولمن له حق علیناولمن اوصانا وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔ اللھم ارزقنا اٰمین اٰمین اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمدوّ اٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین"۔

مقتدائے اہل سنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا خلق عظیم

امام اہل سنت، سرکار مجدد ملت، امام احمد رضا فاضل بریلوی جنہوں نے تیرہویں وچودہویں صدی ہجری میں تصورتوحید کی صحیح تشریح وتوضیح فرمائی، مقام نبوت ورسالت کواجاگرکیا اورختم نبوت کے خلاف اٹھنے والی اعلانیہ وخفیہ تحریک کی مذمت ومزاحمت کی۔شریعت کی بالادستی کو باقی رکھا اور بدعات ومنکرات کے خلاف شدومد سے جدجہد کی، وہ علمائے عرب وعجم اورمشائخ حجاز کے ممدوح ومکرم تھے،تمام بلاد وامصار اسلامی میں وہ یکساں مقبول ومحترم اورمرجع ومقتدا تھے۔وہ بریلی میں رہے مگران کی شخصیت وفکر نے جہاں درجہاں اورنسل درنسل کومتاثر کیا۔ہر بلند شخصیت کے مختلف جہات ہوتے ہیں اور یہ ہوتا رہا ہے کہ بعض حالات کے تقاضے شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں کونظرانداز کردیتے ہیں۔امام احمد رضا کے دور سے لےکرآج تک دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد، بڑا احساس موضوع رہا ہے۔امام احمد رضا کے فکروقلم نے اس رخ پر بڑااہم کردار ادا کیا ہے۔ناموس رسالت کے تحفظ کے لیےان کاقلم ہمیشہ بیداراور برق بار رہا ہے۔اس لئے میدان میں ان کی سخت گیری توخوب مشتہر ہوئی،مگران کی حیات کے انسانیت نواز اور اخلاقی پہلو پس دیوار چلے گئے۔اخلاص وللٰہیت، اخلاق وتقویٰ، ایثار ووفا، خدمت خلق، حسنِ سلوک، غریبوں کی غم گساری، اعزہ واقارب کی صلہ رحمی، مریضوں کی عیادت، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پرشفقت، احباب وتلامذہ پر بارشِ کرم، سائلوں پر جودوسخا جیسے اوصاف وکمالات ان کی دلکش حیات کے درخشاں پہلو ہیں۔ جو پردۂ خفا میں ہیں۔بغورمطالعہ فرمائیں، ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے مارچ، اپریل ۲۰۰۸ء سے یہ مضمون ملخصاً حاضر ہے:

تواضع وانکساری: ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کوناپسند فرماتے

تھے، چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لئے گاؤ تکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے، اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہیں تھا کبھی گاؤ تکیہ کا استعمال نہیں فرمایا، کتب بینی، لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دوزانو اٹھائے رہتے ورنہ سیدھا زانوے مبارک اٹھا رہتا اور دوسرا بچھا رہتا اور کبھی بایاں زانو ضرور اٹھاتے تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے، ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے آخر تک ادباً دوزانو بیٹھے رہا کرتے، یوں ہی وعظ فرماتے، چار پانچ گھنٹے کامل دوزانوں ہی منبر شریف پر رہتے۔

بعض عادات کریمہ یہ بھی تھیں کہ بشکل نام اقدس (محمد) ﷺ استراحت فرمانا، ٹھٹھا نہ لگانا، جمائی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لینا اور کوئی آواز نہ ہونا، کلی کرتے وقت دست چپ ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہو کر پانی منھ سے گرانا، قبلہ کی طرف رخ کر کے کبھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پاے مبارک دراز کرنا، نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا، فرض نماز باجماعت ادا کرنا۔ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہونا، ہفتہ میں دوبار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل کرتے تھے، ہاں اگر پنج شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی ﷺ پڑے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے، ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔

امام احمد رضا عجز وانکسار کے پیکر تھے، جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ العزیز کے عرس سراپا قدس سے

واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی، حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی، کسی نے جلد سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھا دی، ارشاد فرمایا، یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر تک وظیفہ کیا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ حضرت جدامجد سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ العزیز کا عرس شریف میرے والد صاحب قدس سرہٗ نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانے پر کیا کرتے تھے، اس میں بارہا حضرت مولانا بھی تشریف لاتے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا، مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے ہیں: ''ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں، آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا (چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کردینا حکم شریعت ہے) میں ظاہر کردوں گا۔''

والدین کریمین کی تعظیم وتکریم: استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ امام احمد رضا کے والد ماجد بھی تھے اور استاذ گرامی بھی۔ آپ کے دل میں ان کا جو اعلیٰ مقام تھا اسے قید تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، امام احمد رضا شہرت ومقبولیت کی بلندیوں پر پہونچنے کے باوجود اپنے والد ماجد کی بے پناہ تعظیم وتکریم فرماتے، اسی طرح والدہ ماجدہ کی بھی بے حد تعظیم وتکریم کرتے اور ان کے ہر حکم پر سر نیاز خم کرتے۔ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ مولانا (امام احمد رضا) کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کا انتقال ہوا تو وہ اپنے حصۂ جائداد کے خود مالک تھے، مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا، پوری مالکہ ومتصرفہ تھیں، جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت

پڑتی تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے ، جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے تھے، تعظیم والدہ کے تعلق سے ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ یقیناً امام احمد رضا علم ، اخلاق اور تواضع وانکساری کے پیکر جمیل تھے۔

سادات ومشائخ کا احترام: اسی طرح اعلیٰ حضرت ، سادات کرام کا بے پناہ ادب واحترام کرتے ، حضرت مہدی حسن سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ ’’میں جب بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے ، حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شہزادہ صاحب انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے ، میں نے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے ممبئی چلا گیا، ممبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے، یہ دونوں طلائی تھے اور نامہ میں مذکور تھا، شہزادے یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں‘‘۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ساتھ ساتھ اکابر کی تعظیم وتکریم کا منفرد انداز۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ، جس طرح ’’اشداء علی الکفار‘‘ کے مصداق تھے اسی طرح ’’رحماء بینھم‘‘ کی بھی زندہ تصویر تھے۔

غریبوں پر شفقت: امام احمد رضا قدس سرہ عام علما کی طرح صرف امیروں ہی کے یہاں نہیں جاتے تھے ، بلکہ غریبوں کے یہاں جانے میں بھی خوشی محسوس کرتے تھے، حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے غریبوں پر شفقت کے حوالے سے ایک واقعہ تحریر کیا ہے:

’’ایک روز ایک صاحب زادے امام احمد رضا کی بارگاہ میں آئے اور بڑی بے تکلفی

سے کہنے لگے: میری بوا (اماں) نے آپ کی دعوت کی ہے، کل بلایا ہے۔ امام احمد رضا نے ان کی بے تکلفی پر مزاحاً فرمایا ، دعوت میں کیا کھلاؤ گے ، صاحب زادے نے دامن پھیلا کر دکھایا ، اس میں ماش کی دال اور کچھ مرچیں تھیں ، اور کہا دیکھیے نا! یہ لایا ہوں۔ امام احمد رضا نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا کہ میں اور یہ حاجی کفایت اللہ صاحب آئیں گے۔ حاجی صاحب کو حکم دیا کہ ان کے مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔ دوسرے دن وقت پر امام احمد رضا اندر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا ، چلیے: جس وقت ان کے مکان پر پہونچے تو صاحب زادے انتظار کر رہے تھے ، امام احمد رضا کو دیکھتے ہی اندر بھاگے اور کہا ، ارے مولوی صاحب آگئے ، ان کے دروازے پر ایک چھپر پڑا تھا ، جس کے سائے میں امام احمد رضا اور حاجی صاحب کچھ دیر کھڑے رہے ، اندر سے ایک بوسیدہ چٹائی آئی ، اس کے بعد باجرہ کی گرم گرم روٹیاں آئیں ، مٹی کی رکابی میں ماش کی دال آئی ، جس میں مرچوں کے ٹکڑے ٹوٹے ہوئے پڑے تھے ، یہ رکھ کر صاحب زادے نے کھانے کو کہا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ دھونے کے لیے پہلے پانی تو لائیے‘‘۔ پانی لانے کے لیے مکان میں گئے ، تو حاجی صاحب نے عرض کیا ، یہ مکان تو نقارچی کا ہے۔ اعلی حضرت نے کبیدہ خاطر ہوکر فرمایا ، ابھی سے کیوں کہہ دیا ، کھانے کے بعد کہتے۔ اتنے میں صاحب زادے پانی لے کر آئے۔ آپ نے ان سے پہلا سوال یہی کیا ، آپ کے والد کہاں ہیں ، اور کیا کرتے ہیں؟ پردے کے آڑ میں ان کی ماں نے عرض کیا ، میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے ، وہ نوبت بجاتے تھے ، اس کے بعد انھوں نے توبہ کر لی اور اب تو کمانے والا صرف یہ لڑکا ہے جو راجوں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے ، امام احمد رضا نے خدا کا شکر ادا کیا ، اور ان لوگوں کے لیے دعاے خیر وبرکت کی۔ حاجی صاحب کے دل میں خیال ہوا کہ امام احمد رضا کے کھانے میں گھر

پر تو یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ بجائے چپاتی کے سوجی کا بسکٹ گوشت بُز یا چوزے کے ساتھ تناول فرماتے ہیں یا بعض وہ میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں جوان کو مضر نہ ہوں۔ واضح رہے کہ یہ اہتمام ان کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا تھا اور یہاں باجرہ اور ماش کی دال تناول فرمارہے ہیں۔ یہ امام احمد رضا کی غربت پروری اور اخلاق کی بلندی تھی کہ پیٹ بھر کر خوشی خوشی کھانا کھایا اور زبان پر حرف شکایت نہ آیا۔

امام احمد رضا بلاشبہ غریب پرور اور مسلم نواز تھے۔ نیک سیرت مسلمانوں سے آپ ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔ آپ غریبوں سے مصافحہ اور معانقہ کرنے میں بھی اجتناب نہیں کرتے تھے۔ آپ نے اپنی تحریر سے مسلمانوں میں مصافحہ اور معانقہ پر بھی زور دیا۔ آپ مصافحہ اور معانقہ کو افزونی محبت کا ذریعہ فرماتے تھے۔ اس میں امیر وغریب اور جاہل وعالم کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے، وہ بھی ایسے ماحول میں کہ بعض بدعقیدہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو بدعت کہتے تھے اور معانقہ کو حرام تک کہتے تھے۔ امام احمد رضا معانقہ کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’کپڑوں کے اوپر سے معانقہ جہاں فتنہ شہوت نہ بلاریب مشروع ہے، اس کے جواز پر تمام مجتہدین کا اجماع اور سفر وغیر سفر میں بہ شرائط مذکورہ مطلقاً جائز، تخصیص سفر کی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، نہ کہ استغفر اللہ مطلقاً حرام ہو۔ ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے معانقہ کا مسئلہ دریافت کیا، ارشاد فرمایا: تحیت ہے امتوں کی اور اچھی دوستی ہے ان کی، اور پہلے جس نے معانقہ کیا اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اس حدیث میں صریح تائید ہے حضرت عمر کے قول کی ’’کہ معانقہ ایک دلیل قوی ہے افزونی محبت پر‘‘ (فتاویٰ رضویہ ج ۹/۱۰)

مسلک اہل سنت ہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے : (۱) حضور سید عالم محبوب خدا ﷺ کی سنت اور جماعت کے پیروکاروں کا نام ’’اہل سنت‘‘ ہے جو احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے ماخوذ ہے، بلکہ بعض احادیث میں اس نام کی صراحت بھی ماخوذ ہے اور بہر حال یہ نام روز اوّل ہی سے تمام جہنمی فرقوں کے مقابل رہا ہے: **عن عبداللہ بن عمر قال: قال: رسول اللہ ﷺ ان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة.** (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتّر مذاہب میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر مذاہب میں تقسیم ہو جائے گی اور سب مذاہب والے جہنمی ہیں سوائے ایک مذاہب والوں کے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ جنتی مذہب والے کون ہیں؟ تو حضور پرنور سرکار مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مذہب پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰/بحوالہ ترمذی شریف)

حضور ﷺ جس مذہب پر ہیں وہ بلاشبہ آپ کی سنت ہے، جس کی پیروی کی تاکید کثیر احادیث نبویہ میں کی گئی ہے، تو اس کے پیروکار اہل سنت ہوئے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

’’**واحدة فی الجنة وهی الجماعة**‘‘ جنتی گروہ کا نام ’’جماعت‘‘ ہے (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰/۔ بحوالہ احمد وابوداؤد) دونوں روایتوں سے فرقۂ ناجیہ کے لیے ’’اہل سنت وجماعت‘‘ کا نام ماخوذ ہوتا ہے، اور یہی ایک نام بہتر فرقوں کے مقابل ہے، ہاں یہ نام علم کی حیثیت سے بعد میں رائج ہوا۔ تکملہ بحر الرائق میں ہے:

''وروی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه انه قال:المؤمن اذاأوجب السنة والجماعة استجاب اللہ دعائه وقضی حوائجه وغفر له الذنوب جمیعاً و کتب له براءۃ من النار وبراءۃ من النفاق ۔وفی خبر عبداللہ بن عمر عن النبی ﷺ انه قال:من کان علی السنة والجماعة استجاب اللہ دعاءہ و کتب له بکل خطوتها عشر حسنات ورفع له عشر درجات ،فقیل له یا رسول اللہ ﷺ متی یعلم الرجل انه من اهل السنة والجماعة فقال اذا وجد فی نفسه عشرۃ اشیاء فهو علیٰ السنة والجماعة''

(ترجمہ) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مومن جب سنت و جماعت کو واجب کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا،اس کی حاجتیں پوری فرماتا اور اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لیے جہنم ونفاق سے آزادی لکھ دیتا ہے۔اورحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوسنت و جماعت پر قائم ہوتو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے،اس کے ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے،توعرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !کسی آدمی کے تعلق سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ ''اہل سنت و جماعت'' سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنے اندردس اوصاف پائے تو وہ اہل سنت و جماعت پر ہے،پھر آپ نے وہ اوصاف بیان فرمائے (تکملہ بحرالرائق،کتاب الکراہیۃ ص:۱۸۲ ج:۸)

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارانام ''اہل سنت و جماعت'' خود حدیث نبوی سے ثابت ہے۔اتباع سنت کاحکم توکثیر احادیث میں دیا گیا ہے اور اتباع جماعت کاحکم بھی حدیث نبوی

میں موجود ہے:

''عن ابن عمر قال:قال رسول اللہ ﷺ :إتبعوا السوادالاعظم''

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:سواد اعظم کی پیروی کرو۔(مشکوٰۃ شریف ص:۳۰،بحوالہ ابن ماجہ)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ:

''سواد اعظم''جماعت کثیرہ'' سے عبارت ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''یداللہ علی الجماعة''جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰،بحوالہ ترمذی) یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلک اہل سنت و جماعت ہی مسلک حق ہے اور اللہ عزوجل کی تائیدوحمایت اسی کے ساتھ ہے۔

(۲)اورآج کے زمانے میں مسلک اہل سنت و جماعت ہی کی دوسری تعبیر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے عرف ناس شاہد ہے کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا لفظ اس زمانے میں ''اہل سنت و جماعت'' سے کنایہ ہے جیسے حاتم کا لفظ سخاوت سے،موسیٰ کا لفظ محق اورفرعون کا لفظ مبطل سے کنایہ ہوتا ہے،یہی وجہ ہے کہ آج یہ لفظ اہل سنت و جماعت کی شناخت بن چکا ہے۔کسی بھی مقام پرکوئی شخص اگرعقیدت سے ''اعلیٰ حضرت'' کا لفظ بول دیتا ہے تو سننے والے بلا تامل اسے ''سنی'' یقین کر لیتے ہیں اور ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ یہ اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ عرف شرعاً مقبول ہے ،حدیث میں ہے:

''مار اٰہ المسلمون حسناًفهو عنداللہ حسن'' جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے (مسند احمد)

اجل علمائے مکہ معظّمہ، حضرت مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حرم مکہ فرماتے ہیں:

''اذاجآءرجل من الھند نسألہ عن الشیخ احمد رضا خان،إن مدحہ علمنا انہ من اھل السنۃ وان ذمہ علمنا انہ من اھل البدع، ھٰذا ھو المعیار عندنا اھ'' یعنی جب ہندوستان سے کوئی آتا تو ہم اس سے مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ ''اہل سنت وجماعت'' سے ہے اور اگر ان کی برائی کرتا تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ بدمذہب ہے۔ یہی ہماری کسوٹی ہے۔

حضرت علامہ سید محمد مالکی علوی رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ مکہ معظّمہ، اعلیٰ حضرت کی شان میں فرماتے ہیں: ''نحن نعرفہ بتصنیفاتہ وتالیفاتہ، حبہ علامۃ السنۃو بغضہ علامۃ اھل البدعۃ اھ'' یعنی ہم حضرت مولانا احمد رضا خان کو ان کی تصنیفات وتالیفات سے پہچانتے ہیں، ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض بدمذہبی کی پہچان ہے۔

الحاصل اعلیٰ حضرت کی ذات، ان کی بیش بہا دینی خدمات خصوصاً احقاق حق وردّ باطل کے باعث سنیت کی شناخت ہے، پہچان ہے، اس لیے ان کے ہم مسلک ہونے کے معنیٰ ہے سنی ہونا اور ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا معنیٰ ہے ''مسلک اہل سنت'' جس کا اطلاق بلا شبہ جائز ہے اور اس اصطلاح کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے اہل سنت وجماعت کا امتیاز خوب واضح ہوجاتا ہے

۔ ہمارا نام سلف سے خلف تک برابر اہل سنت رہا ہے اور آج بھی ہے خصوصاً عالم عرب میں ہند و پاک کے بعض علاقوں میں اب بھی وہی قدیم عرف رائج ہے اور احادیث مبارکہ سے بھی تائید یافتہ ہے، اس لیے اسے ترک نہ کیا جائے اور ہمارے دیار اور ہند و پاک کے اکثر یا کثیر علاقوں کے عرف میں اسی کی دوسری تعبیر آج ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے اس لیے اس کے تعلق سے کوئی نازیبا کلمہ کہہ کر ایذا رسانی نہ کی جائے۔

ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں باہم بھائی بھائی کی طرح رہنا چاہیے ''رحمآء بینھم'' کا مظہر بننا چاہیے اور اگر کسی بھائی سے کوئی چوک ہوجائے تو افہام وتفہیم کے طریقے سے خوش اسلوبی کے ساتھ اس کا حل نکالنا چاہیے۔

مجاھد کامل

اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا، اور طرح طرح کی نعمتوں سے سرفرازی عطا کیا، اس کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اس کی جلوہ گری ،شان ربوبیت اور قدرت کاملہ کا اظہار ہو، اپنی جملہ مخلوقات میں اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات وصفات کا مظہر بنا کر یہ ظاہر فرمادیا کہ رب کی ذات وصفات قدیم ہیں، اور محبوب مظہر ذات وصفات ہیں، اور مخلوق ہیں، ان کی صفتیں عطائی ہیں، ذات محبوب کو اپنی ذات کی معرفت کا وسیلہ اور سبب بنایا، اسی کو سمجھ لیا جائے تو بد مذہبی کے کتنے دروازے بند ہوجائیں، راہ ہدایت واضح ہوجائے، جب انسان ذات محبوب سے محبت کا رابطہ توڑ کر کفر ونفاق کی گھنگھور گھٹاؤں میں پھنس جاتا ہے تو ہدایت کے مینارے نظر نہیں آتے، پھر وہ ذاتی عطائی کی تفریق نہیں سمجھتا، اگر مگر، ایسا ویسا بولنے لگتا ہے، کبھی وہ فلسفیانہ باریکیاں بکنے لگتا ہے، ظاہری علوم ہوتے ہوئے بھی علم نافع سے محرومی ہوتی ہے۔

علم نافع کے لیے ذات محبوب کو سمجھنا اور ان کی اداؤں کو محبوب رکھنا ہی اصل ضابطہ ہے:

”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنو بکم واللہ غفور رحیم“ (ترجمہ) اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں دوست رکھے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ

والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرًا“ (ترجمہ) بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو، اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

یہ باتیں بتارہی ہیں کہ جس نے اس کو سمجھا اسی نے دین کو سمجھا، جس کو ادائے محبوب محبوب نہ رہی وہ گمراہ ہوا، صحابۂ کرام نے اسی کو دین کا معیار سمجھا، سنت صحابہ پر عامل ہوکر عصر حاضر میں مجدد دین وملت امام عشق ومحبت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے فیضان سے عشق کی سرفرازی حاصل کرنے والوں کی فہرست میں رئیس الاتقیا، حامئ سنت، اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے مظہر، حضرت علامہ مولانا مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کو بدر العلما، استاذ الاساتذہ، مناظر اہلسنت کہتے ہیں، براؤں شریف میں انھیں رضوی صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا رہا، انھیں میں نے دیکھا، پرکھا، اسلامی اخوت میں جوہر علم کو ظاہر کرنے والی انکساری، منکرات شرعیہ دیکھ کر غیظ وغضب کے شعلۂ جوّالہ، ان کی زندگی کا سب سے عزیز ترین مشغلہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تھا، یعنی اچھائیوں کا حکم، برائیوں سے روکنا۔

اس طرح کا دشوار گذار، صعوبتوں سے بھرا ہوا راستہ انھوں نے کیوں اختیار کیا، اس گتھی کو سلجھانا ہو تو آؤ خدائے کریم وعلیم وحکیم کے ارشادات اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین مقدسہ پڑھو، سنو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون“ (ترجمہ) اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں، اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی

لوگ مراد کو پہونچے، یہ آیت کریمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب پہ دلالت کرتی ہے ، کیوکہ "ولتکن" صیغۂ امر ہے، اور امر کا ظاہر ایجاب ہے، ایجاب کے علاوہ بھی اس آیت سے کچھ احکام مستنبط ہوتے ہیں، مثلاً یہ فلاح اسی فریضے کی ادائیگی میں مضمر ہے، یہ بات بطور حصر فرمائی گئی "واولئك هم المفلحون" (ترجمہ) اور یہی لوگ مراد کو پہونچے، دوسرا حکم اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں ہے ، یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت یہ فرض ادا کرتی ہے تو دوسرے ادا نہ کرنے کے جرم میں ماخوذ نہیں ہوں گے، یہ نہیں فرمایا کہ تم سب اچھے کاموں کا حکم دینے والے اور برے کاموں سے روکنے والے بن جاؤ، بلکہ یہ فرمایا کہ تم لوگوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو یہ فریضہ انجام دیتا رہے تاکہ فلاح کی وہ خصوصیت جس کی طرف آیت کریمہ میں ارشاد کیا گیا انھیں لوگوں کو حاصل رہے گی، جو اس حکم کی تعمیل کریں گے، لیکن اگر کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہیں کی تو وہ سب لوگ مجرم ٹھہریں گے جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہ قدرت کے باوجود پہل نہیں کی اور اپنی ذات میں مگن رہے۔

"لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذالك بما عصوا وكانوا يعتدون، كانو لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون" (ترجمہ) لعنت کیے گئے وہ جنھوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

اس آیت میں ان لوگوں کے متعلق سخت موقف اختیار کیا گیا ہے، اور انھیں لعنت کا

مستحق قرار دیا گیا ہے، جنھوں نے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کیا تھا اور وہ معاشرے میں برائیوں کو پھیلاتے ہوئے رہتے تھے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" (ترجمہ) تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

یہ آیت کریمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت پر بہترین دلیل ہے، کیوں کہ اس میں ان لوگوں کو خیر امت کے لقب سے نوازا گیا ہے جو اس فضیلت سے آراستہ تھے۔ یہ بھی فرمایا:

"فلما نسوا ماذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئس بما كانوا يفسقون" (ترجمہ) پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انھیں ہوئی تھی ہم نے بچا لیا وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا، بدلہ ان کی نافرمانی کا۔

حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث پاک سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی اور نوجوان فسق فجور میں مبتلا ہوجائیں گے، اور تم اپنا جہاد ترک کردو گے ، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا حقیقت میں ایسا ہونے والا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں" اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے، اس سے بھی شدید حالت رونما ہوں

گے،صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس سے سخت تر حالات کیا ہوں گے؟ فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم اچھی بات کا حکم نہ دو اور بری بات سے منع نہ کرو،عرض کیا،یارسول اللہ ﷺ کیا یہ صورت بھی پیش آئے گی؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس سے بھی زیادہ سخت ترین صورت پیش آئی گی،عرض کیا:اس سے بھی زیادہ سخت ترین کون سی صورت ہوگی؟ فرمایا:اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف پاؤ گے،عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے فرمایا:اس سے بھی زیادہ شدید حادثہ ہوسکتا ہے،صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ شدید حادثہ اور کیا ہوگا،جب تم بری بات کا حکم دوگے اور اچھی بات سے منع کروگے،عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ایسا واقعہ بھی پیش آئے گا؟ اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انھیں ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ عقل منداس فتنے سے حیران رہ جائے گا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہو،ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی جابر بادشاہ مسلط فرمادے،جو نہ تمہارے بڑوں کی تعظیم کرے اور نہ تمہارے چھوٹوں پر رحم کرے،تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف بددعائیں کریں تو ان کی دعائیں قبول نہ ہوں،تم مدد کے لیے پکارو تو تمہیں مدد نہ ملے،تم مغفرت چاہو تو تمہیں مغفرت نہ حاصل ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہے،فرمایا وہ شخص جو منکرات کے خلاف استطاعت کے باوجود ہاتھ سے جدوجہد نہ کرے،نہ انھیں زبان سے برا کہے اور نہ دل سے برا سمجھے۔

بعثت انبیا کا مقصد: مسلمانو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی دین کا مرکزی نقطہ ہے،اسی نقطے کی تشریح وتوضیح کے لیے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت عمل میں آئی،انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ باری تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہونچائے،انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ منقطع ہوا تو اس فریضے کی ذمہ داری علما کے سپرد ہوئی،اسلامی زندگی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے لیے اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ اگر اس سے بے توجہی اور غفلت برتی جائے،اگر لوگ اس کا علم حاصل نہ کریں اور نہ اسے عملی حیثیت دیں تو نبوت کے مقاصد ہی فوت ہوجائیں،معاشرے کی رگوں میں سستی،گمراہی،جہالت اور بگاڑ پھیل جائے،ملک کا نظام لاقانونیت کے سامنے بے بس ہوجائے،اللہ کے بندے ہلاکت میں مبتلا ہوں،اور یہ احساس ہی جاتا رہے کہ ہمارے قدم گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہیں،افسوس صد افسوس ہمارے اندیشے حقیقت بن چکے ہیں،اس بنیادی شعبے کا علم بھی مٹ گیا ہے،اور عمل بھی آخری سانس لے کر رخصت ہوچکا ہے،،نہ اس کی حقیقت کا وجود ہے،نہ اس کا نام ونشان باقی ہے،دلوں نے مخلوق کی قید اختیار کرلی ہے،خالق کی قید سے نکل چکے ہیں،اپنے ہی جیسے انسانوں کی مدافعت کرنا ان لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے جنہیں انبیا کی وراثت ملی لیکن وہ اس کے اہل ثابت نہ ہوسکے،یہ لوگ خواہشات نفس کی اتباع میں چوپایوں سے سبقت لے جانے میں مصروف ہیں،روے زمین پر ایسے مخلص اور سچے پکے انسان ڈھونڈھنے سے کم ہی ملتے ہیں،جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور خالق کائنات کے احکام کی بجا آوری میں ملامت کے تیروں اور طعن وتشنیع کے خنجروں کی پرواہ نہ کریں،جو لوگ اس خلا کو پر کریں گے،اور دین میں پیدا ہونے والے اس رخنے کے بڑھنے سے پہلے ہی احیائے سنت کے عمل سے مسرور کرنے

کی کوشش کریں گے وہ بلاشبہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے، انھیں کم یاب لوگوں میں جو دشمنوں کے طعن وشریروں کے شرکی پرواہ کئے بغیر ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کے مظہر بنے رہنے والی ذات کا نام بدرالعلماء ہے۔

حضرت علامہ مولانا اسلم بستوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ:

''حضرت علامہ کو انھوں نے بتایا کہ شیروانی سرسید کی ایجاد ہے، اس لئے انھوں نے شیروانی پہننا ترک کردیا''

انکساری: انکساری کا حال یہ تھا کہ بابائے قوم وملت ، سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج مفتی عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس کے موقع پر مرزا صاحب کے دروازہ پر ایک چھپر میں پوال بچھا کر اپنے اور خدام کے لیے جگہ تجویز کرلیا، اس علم کے پہاڑ کو وہاں دیکھ کر مجھے بزرگوں کے کسر نفسی کی یاد تازہ ہوگئی ، ایسا انھوں نے اپنے آقا محبوب کائنات ﷺ کی احادیث کریمہ پر عمل کرتے ہوئے ہی کیا تھا۔

چونکہ عالم کے لیے افضل ترین ادب یہ بھی ہے کہ خاکسار ہو، اپنے علم پر مغرور نہ ہو ،حب ریاست سے دل پاک ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقے سے مال نہیں گھٹتا، درگذر سے خدا بندے کی عزت بڑھاتا ہے، جو کوئی نیکی کی راہ سے خاکسار بنتا ہے خدا اسے بلند درجہ بخشتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جب بندہ رضائے الٰہی کی نیت سے خاکسار بن جاتا ہے تو اس کی دانائی کی وجہ سے اسے بلند کردیتا ہے اور دنیا اسے کہنے لگتی ہے اونچا

ہوجا، اونچا ہوجا، خدا تجھے اونچا کرے، وہ خود اپنی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے، تو نقصان پہونچاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خاکسار بنو اور آپس میں سرکشی نہ کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ خدا کے کسی گھر میں جمع ہوکر قرآن کی تعلیم و مذاکرے میں مشغول ہوجاتے ہیں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کا احاطہ کرلیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے، اور خود خدا اپنے مقرب ملائکہ میں ان کا تذکرہ کرتا ہے، جو کوئی علم کی تلاش میں ایک راہ چلتا ہے، خدا اس کے لیے جنت کی ایک راہ آسان کردیتا ہے، جس کسی کو عمل نے پیچھے کردیا ہے، نسب اسے آگے نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس علم ہدایت کے ساتھ خدا نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے، جو برسی، ایک زمین پانی سے سیراب ہوئی، اور اس میں بہت سا ہرا بھرا سبزہ اگا، دوسری زمین بھی سیراب ہوئی، اور اس نے پانی جمع کرلیا، جس سے خدا نے آدمیوں کا بھلا کیا، انھوں نے پیا، اس سے کھیتی کی، آب پاشی کی، لیکن ایک زمین ایسی بھی نکلی جس نے نہ سبزہ پیدا کیا نہ پانی روکا، یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے دین الٰہی میں مہارت حاصل کی اور میری لائی ہوئی ہدایت سے فائدہ اٹھایا، انھوں نے خود علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا، اور دوسروں کو سکھایا، اور ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے نہ میری ہدایت قبول کی اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا۔

شفقت: حضرت مولانا الحاج ابو الحسن صاحب نوری زیدا کرامہ صدرالمدرسین

دارالعلوم غریب نواز برگدواسیف نے حضرت بدرالعلما کی دعوت کی، مجھے بھی اطلاع دی، اور حاضری کا حکم دیا، میں ۱۱ر بجے کے قریب حاضر ہوگیا، حضرت ۱ر بجے کے بعد تشریف لائے، جب مجھے دیکھا تو جو صاحب لینے گئے تھے ان پر خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: بتانا چاہیے تھا کہ (وہ بھی آئے ہیں) تو میں جلدی آجاتا، تاکہ دیر تک ملاقات رہتی۔

اللہ اکبر! کہاں ان کی ذات، کہاں میں بے مایہ، مگر محبت وشفقت بڑائی کی بڑی نشانی ہے، جو بڑوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ بڑھیا مدرسہ غوثیہ میں برائے ملاقات حاضر ہوا، مغرب بعد عشا تک اتنے انہماک سے گفتگو فرماتے رہے جیسے کسی مخلص، محب، ہم عمر سے بات ہو، جن کے یہاں مجھے کھانا کھانا تھا وہ بار بار حاضر ہوتے اس پر کچھ ناگواری بھی ظاہر فرمایا، اور گفتگو فرماتے رہے، اس توجہ کو میں ان کی عالی ظرفی اور ذرہ نوازی کی اعلیٰ مثال سمجھتا ہوں، ورنہ ان کے تو نہ جانے کتنے شاگرد مجھ سے اعلیٰ وبالا ہیں، میں تو صرف ایک نیازمند تھا۔

قومی وملی درد: اس خودغرضی ومفاد پرستی کے دور میں وہ اپنی مثال آپ تھے، ہمیشہ دین حق کے لیے تڑپتے رہتے تھے، ایمان کی حفاظت کے لیے نورانی فتویٰ، مسلم پرسنل لا بورڈ کی غداری، نجدی حکومت کا ظلم، عملی کوتاہیاں دیکھ کر غیظ وغضب میں دین متین کی حفاظت کے لیے مضامین لکھتے، چھاپتے، ایک مضمون سے آپ کے درد دل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، مضامین بدر ملت کے صفحہ ۱۲۵ر سے من وعن مضمون نقل ہے:

''یہ بالکل کھلی بات ہے کہ مذہبی درسگاہوں کے قیام کا منشا اور تفسیر وحدیث، علم فقہ کے درس وتدریس کا مقصد مسلمانوں کو اعتقادی گمراہی سے بچانا اور ان کو راہِ شرع پر چلانا ہے، تبلیغی

جلسوں میں مدعو کیے جانے والے علما سے قرآن وحدیث کا یہی مطالبہ ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض انجام دو، اسلامی تعلیمات کی یہی پکار ہے کہ واعظین کرام وخطباے اسلام وقت کے بدترین مذہبی فتنوں سے مسلمانوں کو بچائیں، دین کے چھپے دشمن، بارگاہ رسالت کے بگلا بھگتوں سے مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکنا رکھیں، یہ کون نہیں جانتا کہ عہد حاضر میں سنی مسلمانوں کے دین وایمان کا سب سے بڑا جان لیوا دشمن ''وہابیت'' کا فتنہ ہے، آج بہت سے شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں عام طور سے سنی مسلمانوں کا کثیر سادہ لوح طبقہ وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے، وہابی مولویوں سے اپنے ننھے ننھے بچوں کو مذہبی تعلیم دلوا رہا ہے، وہابیوں کی بیٹیاں لاکر ان کو اپنی بہو بنا رہا ہے، اور اپنی لڑکیاں وہابیوں سے بیاہ کر انھیں اپنا داماد قرار دیتا ہے، ان باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی ودنیوی رشتوں کی ان زنجیروں میں جکڑ کر اچھا خاصہ سنی مسلمان چند دنوں میں وہابی شیطان بن جاتا ہے، معاذ اللہ! سرکار اعظم، ہادئ عالم، پیارے مصطفیٰ ﷺ نے امت کو ہدایت کردی تھی کہ:

''فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم'' (مسلم شریف) اے مسلمانو! تم لوگ بدمذہبوں سے دور رہنا اور اپنے کو ان سے الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بدعقیدہ بنا دیں۔

سبحان اللہ! دین وایمان، اسلام وسنیت بچانے کے سلسلے میں سرکار مصطفیٰ ﷺ نے کیسی ٹھوس تعلیم دی تھی جس پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے آج سیکڑوں سنی مسلمان گمراہ وبدعقیدہ ہوگئے، اور معاذ اللہ ہوتے جا رہے ہیں، لیکن یاد رہے کہ عوام مسلمانوں کے بدعقیدہ بن جانے کا وبال ان واعظین ومقررین، علما، اور پیروں پر ہے جو شنوائی، گویائی، بینائی کی طاقت رکھنے کے

باوجود بدمذہبوں کی نشاندہی کرنے اور ان کے متعلق حکم شرعی سنانے کے بارے میں ''صم بکم عمی'' بہرے، گونگے، اندھے بنے ہوئے ہیں، خانقاہوں کے پیران کرام، درگاہوں کے سجادہ نشین، تعلیم گاہوں کے علمائے عظام، دارالعلوم وجامعہ کے ساحرالبیان واعظین، تبلیغی جلسوں میں مدعو کیے جانے والے مقررین اگر عام مسلمانوں کو وہابیت کی گمراہی کے بارے میں یہ حکم شرعی سناتے رہتے کہ وہابیوں کے پیچھے نماز باطل ہے، وہابیوں سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا حرام ہے، وہابیوں سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا جائز نہیں، تو آج وہابیت کا خونخوار بھیڑیا دن دہاڑے سنیت کا خون چوسنے نہ پاتا، اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی سادہ لوح بھیڑیں اپنا ایمان وعقیدہ بگاڑ کر ہلاک نہ ہوتیں، مگر افسوس ہزار افسوس کہ دور حاضر میں آنکھوں دیکھے سنیت کی عمارت ڈھائی جارہی ہے، پیارے مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑیں وہابیت کا شکار ہوتے جارہی ہیں لیکن، جھوٹی، بناوٹی، من گڑھت مصلحتین ہیں جو شعلہ بار، دھواں دھار، ساحرالبیان علماوخطبا، مقررین، واعظین، مشائخ اور پیروں کی زبانوں پر تالا لگاتی ہیں، فالیٰ اللہ تعالیٰ مشتکیٰ''۔

مستقبل پر گہری نظر: انھوں نے دیکھا کہ چھوٹے بڑے غیر محتاط یا بدمذاہب کی کتابیں پڑھتے ہیں اس سے ان کا مستقبل روشن نہیں ہوسکے گا، کہیں ایک بات بھی غلط طور پر ذہن نشین ہوگئی تو زندگی بھر کے لیے ناسور بن جائے گی، لہٰذا درجہ الف اول سے لے کر پنجم تک کے لیے باقاعدہ اردو ادب میں کتابیں تحریر فرمادیا، پھر اعدادیہ، اولیٰ، ثانیہ تک بچوں کے لیے ابتدائی تعمیر قواعد حصہ اول، دوم، تلخیص الاعراب، عروس الادب، فیض الادب اول تادوم اور جواہر المنطق وغیرہ کتابیں تحریر فرماکر بچوں کو اسلامی ذہن وفکر، مذہب حق کے عقائد کو ذہنوں

میں راسخ کرنے کی بھرپور کوشش کیا، اپنے اسلاف کے بارے میں ان کی سوانح حیات اور کرامات کو درس میں شامل فرمایا، اسباق میں جگہ جگہ باطل عقائد کو پیش کرکے جوابات کو واضح فرمایا، جس سے طالب علم کو بدمذاہب کے عقائد کی جانکاری اور دین حق کو پہچاننے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو جاننے میں واضح مدد ملتی ہے۔

الحاق مدارس: یہ بھی آپ کی دوراندیشی، دانائی وحق وصداقت کی روشن دلیل ہے، کچھ لوگوں نے یہ مشہور کردیا کہ آپ الحاق کے مخالف تھے، یہ صحیح نہیں بلکہ ان لوگوں کے مخالف تھے جو الحاق کے لیے یا الحاق کے بعد غلط اور خلاف واقعہ کاغذات تیار کریں، یا فاسق، مشرک، مبتدع کی تعظیم کریں، دارالعلوم فیض الرسول سے الگ ہوکر جب بڑھیا تشریف لائے تو ابتدائی کتابوں کو اپنی درس گاہ سے وابستہ کرلیا، تاکہ علم کی روح سے طالب علم کو روشناس کراسکیں کیوں نہ ہو۔

اپنے آقا نے علم اور علم والے کو فضائل ومحاسن کا عظیم الشان تحفہ عطا فرمایا۔

حضرت زربن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سرخ چادر سے ٹیک لگائے مسجد شریف میں تشریف فرما تھے، کہ قبیلۂ مراد کا ایک شخص صفوان بن عسال حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ تلاش علم میں حاضر ہوا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا ''مرحبا'' اے طالب علم، فرشتے طالب علم کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں، ایک پر ایک جمع ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ علم کی محبت میں سب سے نچلے آسمان تک چلے آتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کون ہے؟ فرمایا

معرفت الٰہی، اس نے دوبارہ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کون ہے؟ فرمایا معرفت الٰہی، اس نے سہ بارہ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں عمل کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور حضور علم کے بارے میں جواب عطا فرماتے ہیں، اس پر سرکار نے ارشاد فرمایا، علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی نفع پہونچاتا ہے، لیکن جہل کے ساتھ بہت عمل بھی نفع نہیں پہونچاتا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، صحابہ نے عرض کیا آپ کے جانشین کون؟ فرمایا جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں، اور بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا درد: مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے، دیہاتوں کا دورہ فرماتے، کئی کئی دن تک قیام فرماتے، مجلسوں میں، تنہائیوں میں، ہر وقت لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کی باریکیاں بتانے میں اور اس پر عمل کرنے میں مصروف نظر آتے، اس سلسلہ میں انھیں کئی کئی کلومیٹر سائیکل کا سفر کرنا پڑتا، مگر تبلیغ دین کی فضیلت کے پیش نظر یہ دشواریاں انھیں آسان معلوم ہوتیں، عوام وخواص کے لیے ''سوانح اعلیٰ حضرت'' تصنیف فرما کر امت پر احسان فرمایا۔

کامل الایمانی کی نشانی: مسلمانوں کی خیر خواہی کامل الایمانی کی نشانی ہے، آپ نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا اور مسلمانوں کی بھلائی پیش نظر رکھا، مضامین بدر ملت صفحہ ۱۵۸ر پر کچھ ہدایات درج ہیں، من وعن نقل ہیں تاکہ ان کے ملی درد سے آپ بھی واقف ہوسکیں اور اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔

''مذہب اہلسنت وجماعت پر مضبوطی سے قائم رہیں، جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں، اہل سنت کے جتنے مخالف مثلاً رافضی، قادیانی، نیچری، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، وہابی تبلیغی، مودودی، وہابی ندوی، وہابی صلح کلی وغیرہ ہیں، سب سے اپنا ایمان بچانے کے لیے جدا رہیں، اور سب کو اپنا مذہب دشمن اور مخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان سے میل جول نہ رکھیں، ان کی کوئی کتاب نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ تعالیٰ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی، آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز نہ جائے، دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے، اس کی حفاظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے، دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی اور مال یہ سب دنیا ہی تک ہیں، دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑنا ہے، ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے، نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے، مردوں کو مسجد میں حاضر ہونا اور جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے، بے نمازی مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے، کہ ظاہری صورت انسان کی مگر انسان کا کام کچھ نہیں، بے نمازی وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی نماز قصداً کھودے بے نمازی ہے، کسی نوکری، ملازمت، خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینا سخت ناشکری پرلے سرے کی نادانی ہے، کوئی آقا یہاں تک کہ کافر بھی اپنے ملازم کو باز نہیں رکھ سکتا اور منع کرے تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے، اور کوئی وسیلۂ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لا سکتا، رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے جس نے نماز فرض کی ہے، اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے، والعیاذ باللہ۔

جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں، زیادہ ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کریں، کاہلی نہ

کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں ، اور جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفلی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

"مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ ومفتاح الصلوٰۃ الطھور" جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے، لہٰذا صحیح وضو کی عادت ڈالنا نہایت ضروری ہے، اس تاریک دور میں وضو کے سلسلے میں بڑی لاپرواہی برتی جارہی ہے، وضو کی سنتوں کا لحاظ رکھنا تو دور کی بات ہے خود فرائض وضو کے لالے پڑے ہیں۔

جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کرلیے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کرلی جائے اگلے روزے قبول نہیں ہوتے ، جو صاحب مال ہیں زکوٰۃ بھی دیں اور جتنے برسوں کی نہ دی ہو تو فوراً حساب کرکے ادا کریں، ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیں، سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے، لہٰذا شروع سال سے تھوڑا تھوڑا دیتے رہیں، سال تمام ہونے پر حساب کریں اگر پوری ہوگئی تو بہتر ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں، مالک نصاب پر ہر سال قربانی کرنا اور فطرہ دینا ضروری ہے ، اگر دسویں ، گیارہویں ، بارہویں تاریخیں ذی الحجہ کی گذر گئیں اور مالک نصاب قربانی نہ کرسکا تو ایک بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور کھیتی والے پر اپنے کھیت کی پیداوار کا عشر ادا کرنا لازم ہے، جو غلہ آبپاشی کے ذریعہ حاصل ہوا اس کا بیسواں حصہ نکالنا اور جو پیداوار زمین کی بارش سے حاصل ہو اس کا دسواں حصہ ادا کرنا واجب ہے۔

صاحب استطاعت پر حج فرض اعظم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت بیان کرکے

فرمایا: ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین اور جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہان سے بے پرواہ ہے، سرکار مصطفیٰ ﷺ نے تارک حج کو فرمایا: چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

عورتیں پردہ کو فرض جانیں ، ہر نامحرم سے پردہ فرض ہے ، نہ بے پردہ پھریں نہ بے پردہ گھر میں رہیں ، جس کپڑے سے بال یا بدن چمکے اسے پہن کر ، یا کلائی ، پنڈلی ، گلا ، سینہ ، کھلا رہنے کی حالت میں جس طرح اجنبی کے سامنے آنا حرام ہے یوں ہی اپنے جیٹھ ، دیور ، بہنوئی ، سگے چچازاد بھائی ، خالہ زاد بھائی ، پھوپھی زاد بھائی ، ماموں زاد بھائی کے سامنے بھی ہونا حرام ہے ، بدانجام ہے ، مردوں پر بھی فرض ہے کہ اپنی بیویوں ، بیٹیوں ، بہنوں وغیرہ محارم کو بے پردگی سے بچائیں ، پردے کی تاکید کریں ، اور عدم تعمیل پر جنھیں سزا دے سکتے ہیں انھیں سزا دیں ، جو مرد اپنے محارم کی بے پردگی کی پرواہ نہ کرے محرموں کے سامنے پھرے ، خصوصاً اس طرح کہ بے پردگی کے ساتھ بعض اعضا کی بے ستری بھی ہو وہ دیوث ٹھہرے گا ، العیاذ باللہ۔

مرد داڑھی کو لازم جانیں ، داڑھی شعار اسلام ہے ، داڑھی منڈوانا ، کتروانا حرام ہے ، سید الانام سرکار مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں: احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ۔ یعنی لبوں کو پست کراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ ، داڑھی کی شرعی حد ایک مشت ہے ، جو اس سے کم کرادے وہ فاسق ہے ، بعض مشہور درگاہوں کے سجادہ نشین حضرات جو اپنی داڑھی کتروا کر حد شرع سے کم کرادیا کرتے ہیں ، وہ غور کریں ، ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ان پر جب خواہش نفسانی کا اتنا غلبہ ہے کہ اپنے چہرے پر چار انگل داڑھی نہیں بڑھا سکتے تو کسی ولی کے مزار کی سجادگی قبول کرنے کا ان کو کیا حق ہے؟

جھوٹ، گالی، بدزبانی، چغلی، غیبت، بدکاری، ظلم، خیانت، نام ونمود، غرور وتکبر وغیرہ افعال قبیحہ غلامیٔ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے رشتہ کو کمزور اور ضعیف کرتے رہتے ہیں ،لہٰذا مسلمانوں کو ان اعمال سیئہ سے بچنا نہایت ضروری ہے، اسلامی شعار وتہذیب پر یہ بہت بڑا ظلم ہے، کہ مسلمان اپنا قومی لباس ترک کر کے کافروں کی وضع قطع کا لباس پہنیں، مسلمان مردوں ،عورتوں پر لازم ہے کہ کافرانہ اور فاسقانہ لباس نہ خود پہنیں نہ اپنے بچوں کو پہنائیں۔

سنیما بینی کی وبا اسلامی معاشرہ کی دشمن ہے، اور اب تو اس تاریک دور میں ٹیلی ویژن کا ظالم بت، باپ، بھائی، بیٹا، بیوی، بہو، بیٹی، بہن، اور داماد سب کی غیرت وحیا، شرم لحاظ کو بری طرح لوٹ رہا ہے، سرکار مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے گھروں کو اس طرح کے ظالم بت کی نجاست سے پاک کریں:

اللھم اصلح امة سیدنا محمد ﷺ ،اللھم ارحم امة سیدنا محمد ﷺ ، اللھم اغفر لامة سیدنا محمد ﷺ ،اللھم متعنا بفیوضھم العالیة ،آمین، آمین، آمین۔

الحمدللہ الذی جعل اھل السنة من عباد حضرة حبیبه ﷺ ووقاھم کید الوھابیة ومکر الدیابنة ،واٰتاھم محبة رسوله واجلاله علیه الصلوٰة والسلام ومحبة احباء حضرته من الانبیاء علیھم الصلاة والسلام والاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھم ،وھدانا الی البغض والاعراض من اعدائه اواعداء احبابه، واکمل الصلوٰة ،واجمل السلام علیٰ خاتم النبیین واٰله الکریمین وصحبه الطیبین وازواجه امھات المومنین ،وعلیٰ ابنه الغوث الاعظم البغدادی الجیلانی وشھید محبته المجدد الامام احمد رضا البریلوی الافغانی۔

ایک تاثر

’’دارالعلوم غریب نواز برگدوا سیف‘‘ بڑا پیارا دل نشیں نام ہے۔ اسما کا نزول من جانب اللہ ہوا کرتا ہے، رکھنے والے نے جتنی عقیدت ومحبت کے ساتھ نام رکھا ہے یقیناً نام کی برکتوں اور نسبت شریفہ کی برکتوں کا انمول مجموعہ ہے۔ یہ حسن اتفاق نہیں بلکہ توفیقات ربانی کا مظہر ہے، نام کا اثر اکثر ظاہر ہوا کرتا ہے۔

دارالعلوم غریب نواز اسم بامسمیٰ ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ فداہ ابی وامی نے ارشاد فرمایا کہ: بدأ الاسلام بالغرباء وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء۔ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور عنقریب لوٹے گا جیسے شروع ہوا تھا۔ تو مبارک بادی ہو غربا کے لیے۔ سبحان اللہ برگدوا سیف کے مقامی ماحول کے جائزہ لینے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جہاں مال ہے وہاں کے اکثر لوگ دینی خدمات سے الگ ہیں، کچھ دینی فقدان میں مبتلا ہیں، کچھ جذبات صیحہ سے محروم ہیں۔ غریبوں کا سہارا، دنیاوی دولت میں معمولی حصہ رکھنے والوں کی دل کی دھڑکن، غریبوں کے بچوں کی صحیح رہنمائی کرنے والا یہی دارالعلوم غریب نواز ہے۔ مقامی آبادی علمی دلچسپی سے خالی ہے۔ ایسے ماحول میں مدرسہ غریب نواز مینارۂ نور کی جگہ لیے ہوئے ہے ۔رب کریم کا کرم بے پایاں ہے کہ اس نے عالی جناب سیٹھ اصغر علی صاحب کے دل کو مدرسہ کی طرف مائل فرمادیا ہے۔ اس کا احسان ہے، وہ بے نیاز جس سے چاہے اپنے دین کا کام لے لے ،ورنہ وہ دینی توجہ کے بجائے کسی اور طرف اپنا رخ موڑ سکتے تھے، مولیٰ تعالیٰ انھیں حسن عمل وخلوص اور للّٰہیت کی سچی توفیقات بخشے۔ اور ہر نیک کام کی طرف راغب فرمائے جو اس کی رضا اور سرکار ﷺ کی رضا کا ذریعہ بن سکے۔ مدرسہ کی ترقی میں مخلص فی الدین محترم مولانا محمد

ابوالحسن صاحب نوری رضوی زید مجدہٗ کے بے پایاں خلوص کا اثر ہے، جملہ اساتذۂ دارالعلوم محنت اور لگن سے اپنے فرائض منصبی میں مشغول نظر آتے ہیں ۔بچوں کا امتحان لیا، بحمدہٖ تعالیٰ بچوں کا رجحان دینی دلچسپی کی طرف مائل ہے، رب قدیر عالم باعمل بنائے ۔مولیٰ تعالیٰ عزوجل معاونین، منتظمین ،طلبا، اساتذہ ،ارکان مخلصین ادارہ کو جملہ مصائب دنیاوی واخروی سے نجات فرمائے اوردارین میں سعیدومسعودرکھے، آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وآلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد کوثر نعیمی

تاثر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ الطیبین والطاہرین

آج مورخہ ۹/ذوالقعدہ سنہ ۱۴۱۵ھ عزیز سعید، محب مکرم ،مولانا قاری نورالھدیٰ صاحب برکاتی زید مجدہ کے اصرار پر دارالعلوم برکاتیہ بزم برکات میں حاضر ہوا، میرا اپنا خیال تھا کہ ایک چھوٹا سا مدرسہ بشکل مکتب ہوگا، مگر مدرسے کے روح رواں ،اس کے مہتمم محب مکرم، برادرم مولانا عبدالجبار صاحب زید مجدہ نے مدرسہ دکھایا، تعلیمی وتنظیمی حالات سے روشناس کرایا، بڑی مسرت ہوئی، شرح جامی تک کی تعلیم ہونا مدرسہ کی ترقی کا بین ثبوت ہے، کافی مقدار میں درسی وغیر درسی کتابیں بھی موجود ہیں ،ارکان مدرسہ کے کچھ مخصوص حضرات سے ملاقات ہوئی، ملن سار اور خوش اخلاق اور جذبۂ دینی رکھنے والے ہیں۔

رب کریم ان سب حضرات کی دینی خدمات کو قبول فرما کر دارین میں عزت ،عظمت ،بلندیاں عطا فرمائے اور سرکاران مارہرہ مطرہ کے فیوض وبرکات سے مدرسے کو بام عروج پر پہونچائے۔

آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ وازکیٰ التسلیم

فقط محمد کوثر خان نعیمی غفرلہ

۹/ذوالقعدہ سنہ ۱۴۱۵ھ

خادم: جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج

مکتوبات

[اس عنوان کے تحت حضرت معمار ملت کے چند مکتوبات پیش کئے جا رہے ہیں، جو آپ نے اپنے عزیز و معتمد شاگرد حضرت مولانا محمد انتظار خان نعیمی استاذ دار العلوم غریب نواز برگدوا سیف کو تحریر فرمائے تھے، ان مکتوبات میں وعظ و نصیحت، محبت و اپنائیت، اور خلوص وللّٰہیت کے جلوے بخوبی محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ مرتب]

(۱)

عزیز القدر! سلمہٗ ربہ القدیر

سلام مسنون!

خدا کے فضل سے بخیر ہوں، گھر کے حالات بحمدہٖ تعالیٰ اچھے ہیں، گندم کی فصل بھی ٹھیک ہے، لوگ ہر طرح سے خیر و عافیت سے ہیں، اخلاق کی طبیعت بھی ٹھیک ہے، امتیاز سلمہٗ نے پہونچ کر کام کرانا شروع کر دیا ہو تو بہتر ہے، البتہ معاملات میں کبھی الجھاؤ نہ پیدا کرنا، مزاج کے خلاف بھی کوئی کام ہو جائے تو اس کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کر لینا چاہیے، باہر رہ کر وہی آدمی کامیاب ہوتا ہے جو سنجیدہ اور صبر کرنے والا ہو، رب قدیر ترقیاں عطا فرمائے، عید کے لیے سب کا کپڑا اسل گیا ہے، وہاں رہنے والے جملہ متعلقین سے سلام کہہ دیں، گجرات سے خیریت معلوم کر کے مطلع کرو، محمد نفیس، امتیاز خاں سلمہٗ کے پاس ۱۰ فروری کو پہونچنے کو لکھا تھا اسی لیے خط آپ کو دیا ہے۔

دعا گو: محمد کوثر خان نعیمی غفرلہ

۸ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ جامعہ جہانگیر گنج، فیض آباد

(۲)

عزیز القدر! سلمہٗ ربہ القدیر

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ　　　　دعائیں

سعادت نامہ ملا، یہ سن کر خوشی ہوئی کہ حالت سنبھل گئے، اور تعلقات خوشگوار ہو گئے ہیں، رب قدیر اپنے فضل سے نوازے اور دلوں کا اتحاد قائم رکھے۔

آپ نے کاروبار کر لیا ہے، بہت اچھا ہے، رب کریم رزاق مطلق غیب سے اسباب رزق عطا فرمائے، اور خوش حال رکھے۔ مولانا حیدر علی نعیمی صاحب کے پاس سیمنار میں کافی مضامین آ گئے ہیں، ہو سکے تو ان سے کچھ مضامین حاصل کریں، دوسرے یہ کہ مولانا مبارک حسین صاحب اڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ کے پاس کچھ حضرات ہی کے مضامین ہیں، ان سے بھی حاصل کریں، میرے پاس حیات صدر الافاضل پاکستان کی مطبوعہ ہے اسی سے کچھ دیا جا سکتا ہے، میں خود تو صاحب قلم نہیں ہوں، رب قدیر مولانا کو حوصلہ اور بلند تر حوصلہ عطا فرمائے اور عمر میں دوام عطا فرمائے، مولانا اعجاز صاحب نعیمی، دوسرے متعلقین و احباب سے سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

مخلص: نعیمی غفرلہ

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

(۳)

عزیز الاعز ،سعید اسعد! زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　دعائیں

خدا کرے کہ آپ بخیر ہوں ۔بحمدہٖ تعالیٰ میں ہر طرح بخیر ہوں ۔سعادت نامہ ملا ۔حالات معلوم ہوئے ۔خوشی ہوئی ۔رب کریم سعید ومسعود رکھے ۔اتنی جلدی وطن واپسی کیوں ؟ کچھ دنوں تک تو جم کر رہنا ہی چاہیے ۔نئی ملازمت میں احتیاط کی بحالی بہت قیمتی چیز ہے ۔شروع ہی شروع میں بے جا حالات سامنے آتے ہیں ۔اسی پر آدمی کا ریکارڈ ذہنوں میں بنتا ہے ۔بہر حال اب تو ادارہ ہو ہی گیا ہے ۔خدائے قدیر حفظ وامان میں رکھے ۔ بھائی عبداللہ خان صاحب وعبدالمنان خان صاحب وامتیاز احمد نعیمی سلمہٗ ودیگر متعلقین سے سلام ودعا کہہ دیں ۔جان محمد ملیں تو ان سے بھی سلام ۔حافظ صالحین سلمہٗ کے گھر کے جملہ افراد بخیر ہیں ۔سب لوگ ملتے رہتے ہیں اور بعافیت ہیں ان سے بھی سلام ودعا کہہ دیں ،اس وقت جامعہ کے معاملے میں سو فیصد اتفاق ہے ۔دعا کیجیے رب کریم دوام بخشے ۔آمین

مولانا عبدالرحیم ومولانا مبارک حسین صاحب نعیمی ودیگر اساتذہ واحباب سے سلام عرض ہے ۔

فقط والسلام

مخلص دعا گو: نعیمی غفرلہ

جامعہ عربیہ جہانگیر گنج ،فیض آباد

(۴)

عزیز القدر ، الاعز الاسعد ، ذو العزو الفضل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　دعائیں

زیادہ دنوں سے خیریت کا خط نہیں ملا ، نہ بچوں کی خیریت مل سکی ، اپنی اور بھائیوں کی خیریت نیز مدرسہ کے حالات سے مطلع کریں ، یہاں حالات بحمدہٖ تعالیٰ ٹھیک ہیں ، مکان نہیں جا سکا ہوں ، عنقریب جانے والا ہوں ، امسال رمضان شریف ، یا سال بھر جامعہ کے لیے ممبئی ہی میں کوئی کمیشن والا یا ملازمت کے طور پر کوئی مل جائے تو اس کو طے کر لیں ، آپ کی نگرانی میں یہ کام ہوتا رہے ، کئی لوگوں کو لکھا مگر کسی نے توجہ نہیں دیا ۔

جامعہ کی ضروریات زیادہ ہیں ، ذرائع آمدنی کم ۔قرض نہیں ختم ہو رہا ہے ، جب کہ مزید تعمیر کی اشد ضرورت ہے ، مولانا صاحب نیز دوسرے جمیع اہل خانہ واحباب ومتعلقین سے سلام عرض ہے ، مولانا ابوالحسن صاحب کے والد صاحب سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دیں ۔

فقط والسلام

مخلص دعا گو: نعیمی غفرلہ

۱۶ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

جامعہ جہانگیر گنج

(۵)

عزیز القدر، الاعز الامجد، الاسعد! زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دعائیں

بحمدہٖ تعالیٰ بعافیت ہوں، امید ہے کہ آپ لوگ بخیر ہوں گے، سعادت نامہ ملا، رب قدیر آپ کی پریشانیاں دور فرمائے۔ بچے کو تکالیف سے نجات عطا فرمائے۔ دنیا وآخرت میں سکون بخشے۔ گیارہویں شریف میں آرہا ہوں، پھر نعلین شریف کا نقش دیتا ہوں، خدا نے چاہا تو شفائے کلی ہوگی۔

مولانا صاحب کا کوئی گرامی نامہ نہیں آیا، صدرالمدرسین ہونا اور ذمہ دار صدرالمدرسین ہونا کسی عاشق کی مصیبت سے کم نہیں۔ علامہ عراقی نے فرمایا:

دو عالم ہر کجا درد و غم بود بہم کردند و عشقش نام کردند

ہم ''عشقش'' کی جگہ ''بہم کردند و مدرسہ نام کردند'' کر کے پڑھتے ہیں، کیوں کہ عشاق تو رہے نہیں، اب صرف مدرسے کے ذمہ داران ہی اس غم میں رہنے کے لائق ہیں۔

خدا کرے سلامتی سے کشتی پار ہو جائے۔

الہ آباد گئے تھے، معلوم نہیں واپسی کیسی رہی، ابھی یہاں تو فروری سے تنخواہ باقی ہے، خدا خیر فرمائے۔

کسی نے ہمارے مدرسہ میں بچوں کی اسٹرائک کی افواہ پھیلا دیا ہے، اگر آپ تک بھی خبر ہوئی تو اس کو بے بنیاد، غلط، لغو، بے ہودہ سمجھیں۔ الحمدللہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الکریم۔ یہاں ہر طرح سکون ہے، اطمینان ہے، حاجی صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ نیز گھر کے جملہ افراد سے و مدرسہ

کے جملہ متعلقین سے بالخصوص مولانا نوری صاحب وان کے گھر والوں سے حسب مراتب سلام عرض کریں، خدا نے چاہا تو امسال گیارہویں شریف میں گھر رہوں گا۔

محب محترم مولانا نوری صاحب کو خیریت سے مطلع کر دیں، کہہ دیں کی جب دل کی آہ کے ساتھ دعا کریں تو اس وقت مستجاب میں خادم کو نہ بھولیں۔

فقط والسلام

مخلص دعا گو: محمد کوثر خان نعیمی غفرلہ

۳۰/۰۷/۱۹۹۷ء

۱۲/ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

(٦)

عزیز مکرم، گرامی قدر! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ　　　　دعائیں

بحمدہٖ تعالیٰ بخیر ہوں، خدا کرے مزاج بخیر ہوں۔ محبت نامہ ملا، رب قدیر آپ کو سکون میسر فرمائے، اور ہر طرح کے مصائب وآلام سے نجات عطا فرمائے۔ میرے عزیز! دنیاوی علوم، دنیاوی معاملات، نظام دنیا سب سے تعلقات میں اگر چہ کھلم کھلا نقصان ہو، ماں باپ کے کام پر تنقید، اعتراض یا ناگواری نہیں کرنا چاہیے، بلکہ نقصان نظر آئے اطاعت سمجھ کر تسلیم کرے تو برکت بھی ہوگی اور آپ کو بھی اسی نظریہ کو قائم رکھنا چاہیے، ماں باپ کا حکم یا کام جب تک معصیت الٰہی سے متعلق نہ ہو بخوشی قبول کر لینا چاہیے، نقصان کو آخرت ودنیا کے نظریہ سے دیکھنا چاہیے۔

جب بھی والدین کریمین کوئی کام کریں یا کہیں تو غور کیجئے کا اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے، اگر ٹکراؤ نہیں ہے تو وہی سننا کرنا اور قبول کرنا چاہیے، کسی طرح ان کے قلب کو تکلیف نہ پہونچے، اس کا خیال رکھنا چاہیے ''**لا تقل لهما اف ولا تنهرهما**'' کی آیت کریمہ زندگی بھر کے لیے قانون ہے، اس کو پیش نظر رکھنا چاہیے، ''**واشكرلى ولوالديك**'' کی آیت کریمہ ان کی عظمت شان کے لیے عظیم الشان منارۂ ہدایت ہے۔ یہ دیکھیں کہ والدین کی خوشی حاصل ہے کہ نہیں، ان سے تو آخرت وابستہ ہے، وہ نیکیوں کی کھیتی ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ کے ذریعہ خدا کو خوش رکھنا آسان نہیں، ہاں اس کے بندوں کے ذریعہ آسان ہے، فرائض کی پابندی تو ہم پر لازمی ہے، خدا کا انعام نوافل سے

اور اس کے بندوں کی خوشی سے ملتا ہے، حقوق اللہ کی معافی آسان ہے، حقوق العباد بہت ہی اہم مسئلہ ہے، ساری نیکیاں نذر ہی جائیں گی۔ آدمی مفلوک الحال ہی جائے گا، میرے عزیز! ماں باپ کے کاموں کو رضائے الٰہی سمجھ کر خوشی سے قبول کرلو، دماغ، دل، آپ کا علم چاہے یا نہ چاہے

۔

یہ بھی لغو اور عبث ہے کہ ماں باپ دوسرے بھائیوں کو زیادہ مانتے ہیں، آپ کا کام ان کی اطاعت ہے، ان کا کام آپ کی اطاعت نہیں ہے، یہ بھی نظام دنیا ہے، دل جس کو چاہے اس پر پابندی نہیں، اس بنیاد پر بھی ماں باپ پر تنقید نہیں کی جاسکتی، آخرت ہی اصل ہے، مگر لوگوں کے نزدیک دنیا قیمتی ہے، اسی نظریئے سے سب کو دیکھتے ہیں، الا ماشاءاللہ۔ رب قدیر آپ کو اپنی رضا، اپنے حبیب کی رضا عطا فرمائے اور ایسے کاموں کی توفیق بخشے، **آمین بجاہ حبیبہ الکریم، علیہ والہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔**

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین

مجموعۂ اعمال رضا وشمع شبستان رضا کے جملہ اعمال واشغال ونقوش سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ کے ہیں، میں آپ کو اللہ جل جلالہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اجازت دیتا ہوں، نیز سند اجازت الگ سے ارسال کرتا ہوں ۔حسبنا اللہ نعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النعیم ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ۔

مکان میں آسیبی خلل ہو تو درود شریف اول وآخر ۳، ۳ بار، سورۂ یٰسین ایک بار، سورۂ فتح ایک بار، سورہ جن ایک بار، چاروں قل تین تین بار، چہل کاف ۱۱/ بار، لوبان پر دم کر دیں ،۴۰/ دن سلگائیں، راکھ اکٹھا کرتے رہیں، آخر میں دریا میں ڈال دیں۔

فقط والسلام

دعا گو: محمد کوثر خاں نعیمی غفرلہ

شب چہارم، ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ جامعہ جہانگیر گنج

(۸)

عزیز سعید واسعد، اکرم المکرم، زید اکرامکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہٖ تعالیٰ بخیر ہوں، آپ کا تقاضہ ہوتا رہا اور اپنی کاہلی کہ وجہ سے شرمندہ ہوتا رہا، بہر حال اپنی بساط قلم کے مطابق ایک مضمون حوالے کرتا ہوں، دل کی بات کو کاغذ پر لا رہا ہوں، البتہ ترتیب یا فن مضمون کا حسن اس کا ڈھنگ نہیں ہے، جو ہے سامنے ہے ع

سپردم بہ تو مایۂ خویش را

تو دانی حساب کم وبیش را

فقط والسلام

خیر اندیش: محمد کوثر خاں نعیمی

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

۱۰/ جولائی ۲۰۰۴ء جہانگیر گنج

صاحب فتح وظفر

منقبت درشان معمار قوم وملت، حضرت علامہ محمد کوثر خان نعیمی علیہ الرحمہ

سابق صدرالمدرسین جامعہ جہانگیر گنج

آہ اے کوثر نعیمی سرگروہ فاضلاں
آپ کی رحلت سے سونا ہوگیا ہے گلستاں
اے چراغ بزم عرفاں، حسن بزم عاشقاں
آپ بھی دنیائے علم وفضل کے تھے پاسباں
آپ کی مسند نشینی کانہیں قائم مقام
آپ اپنے منصب عظمت کے تھے ایسے امام
جب ہوئی ہنگامہ آرا ان کی رحلت کی خبر
سن کے لرزاں ہوگیا ہر معتقد اہل جگر
آبدیدہ سننے والے تھے ہر اک اہل نظر
آہ اے کوثر نعیمی صاحبِ فتح وظفر
ہوگیا کیوں کر کتاب زندگی کا اختتام
کارنامے سنیت کے ہیں ابھی بھی ناتمام
آپ کی ہستی سراپا علم وفن تھی تاحیات
اہل علم وفضل میں ممتاز ترتھی ان کی ذات
قلعۂ دیں جامعہ ہے آپ کی وجہ نجات

شمع دین حق سے روشن ہوگئے ہیں شش جہات
یہ حقیقت کرتے ہیں تسلیم سارے خاص وعام
آسمانِ سنیت کے آپ تھے ماہِ تمام
تشنگان علم دیں کے ساقئی رحمت تھے آپ
کاروان معرفت میں قابل عظمت تھے آپ
تھے علم بردار حق اک پرچم رفعت تھے آپ
اور یقیناً اہل دل پر سایۂ شفقت تھے آپ
آپ کا ذکر حسیں وردِ زباں ہے صبح وشام
اے شہنشاہ بلاغت صاحب حسنِ کلام
دین حق کی نشر ونصرت میں تھے سرگرمِ علم
آپ کا احقاق مصرف تھا تا وقت اجل
آپ کی یادیں ہیں اب لمحہ بہ لمحہ پل بہ پل
آپ کی شمع فروزاں سے ہے روشن آج کل
مظہر علم شریعت، نائب خیرالانام
آپ کا واصف ہے اک عمرانؔ یہ ادنیٰ غلام